نور الانوار

ترجمہ

عبقات الانوار

(حدیث تشبیہ - ۴)

فردوسی مآب

علامہ میر حامد حسین

ترجمہ و تحقیق:

حجۃ الاسلام

مولانا سید شجاعت حسین

بسم الله الرحمن الرحیم

نورالانوار

ترجمہ

عبقات الانوار

(حدیث تشبیہ)

جلد ۴

تالیف: فردوس مآب علامہ میر حامد حسین رحمۃ اللہ علیہ ہندی
ترجمہ و تحقیق: حجۃ الاسلام مولانا سید شجاعت حسین رضوی گوپالپوری

نام کتاب : نورالانوار ترجمہ عبقات الانوار، حدیث تشبیہ، جلد۔ ۴
تالیف : فردوس مآب علامہ میر حامد حسین رحمۃ اللہ علیہ ہندی
ترجمہ : حجۃ الاسلام مولانا سید شجاعت حسین رضوی گوپالپوری
طباعت : باراول
تعداد : پانچ سو(۵۰۰)
سال : نومبر ۲۰۲۳ء
قیمت : ۵ جلدی سیٹ، دو ہزار پانچ سو(۲۵۰۰) روپے

ناشر
ولایت پبلیکیشنز، دہلی

انتساب

والد محترم مولانا سید لیاقت حسین صاحب قبلہ ممتاز الافاضل، واعظ کے نام جنہوں نے چالیس سال سے زیادہ عرصے تک بڑی خاموشی سے تبلیغ دین کے فرائض انجام دے کر ۲۰۰۷ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

مترجم

فہرست مطالب

شاہ صاحب کی باتیں

چھٹی حدیث جس کی امامیہ (شیعہ اثناعشری) روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا: ''من اراد ان ینظر الی آدم فی علمه و الی نوح فی تقواه و الی ابراهیم فی حلمه و الی موسیٰ فی بطشه و الی عیسیٰ فی عبادته فلینظر الی علی بن ابیطالب'' اس حدیث سے وہ اس طرح تمسک کرتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت امیر (علیؑ) کے انبیاء کے صفات میں مساوی ہونے کی نشاندہی کرتی ہے اور چونکہ انبیاء دوسروں سے افضل ہیں اور افضل کا مساوی بھی افضل ہوتا ہے اس لئے علیؑ بھی دوسروں سے افضل ہوں گے اور امامت صرف افضل کے لئے ہے نہ کہ کسی اور کے لئے مگر اس استدلال اور اس کے مقدمات اول سے آخر تک غلط ہیں اور یہ بات ہر فرد آگاہ پر واضح ہے کیونکہ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ حدیث (تشبیہ) اہلسنت کی حدیث نہیں ہے اور اس کو ابن مطہر حلی (معروف بہ علامہ حلی) نے اس کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور روایت (حدیث تشبیہ) کی کبھی بیہقی کی طرف نسبت دی ہے تو کبھی بغوی کی طرف جب کے ان دونوں کی کتابوں میں یہ حدیث نہیں ہے اور افترا و بہتان کے ذریعے اہلسنت سے اپنی بات نہیں منوائی جاسکتی ہے اور اہلسنت کا یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جس حدیث کو بعض محدثین نقل کریں اور بخاری، مسلم، اور دیگر مؤلفین صحاح کی طرح کتاب میں صرف صحیح حدیث نقل کرنے کا عہد نہ کریں خاص طور سے اس کتاب کے مؤلف یا دوسرے ثقہ محدث اس حدیث کی صحت کی تصریح نہ کریں تو اس سے احتجاج و استدلال نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کہ دیلمی، خطیب اور ابن عساکر جیسے محدثین کی ایک جماعت طبقہ متاخرین میں پیدا ہوئی جنہوں نے دیکھا کہ صحیح و حسن حدیثوں کو تو متقدمین نے اپنی کتابوں میں محفوظ کرلیا ہے اور اس پر مزید کام کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے وہ ضعیف اور سند و متن میں ہیرا پھیری کی جانے والی جعلی حدیثوں کی جمع

آوری میں مشغول ہوگئے تاکہ ان پر نظر ثانی کرنے کے بعد، جعلی حدیثوں کو ان سے بہتر سے، جدا کرسکیں مگر قلتِ وقت اور کوتاہی عمر کی وجہ سے وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو پائے ان (دیلمی، خطیب اور ابن عساکر) کے بعد افراد پیدا ہوئے جنہوں نے موضوعات (جعلی حدیثوں) کو دیگر حدیثوں سے جدا کیا مثلاً ابن جوزی نے ''الموضوعات'' میں جعلی حدیثوں کو اور سخاوی نے ''المقاصد الحسنۃ'' میں اور سیوطی، نے ''الدر المنثور'' میں حسن حدیثوں کو جمع کیا اور اپنی کتابوں کے مقدموں میں انہوں نے اس ہدف کی تائید کی، ان کتابوں کے بارے میں ان کے مصنفین کے بیانات کی روشنی میں، کس طرح ان کی حدیثوں سے احتجاج کیا جاسکتا ہے۔ اسی لئے صاحب جامع الاصول کا کہنا ہے کہ خطیب نے برادر رضی، شریف مرتضیٰؒ سے صرف اس لئے شیعی حدیثوں کی روایت کی تاکہ بعد میں کھرے کھوٹے کی تشخیص دے سکیں، مگر یہ حدیث (تشبیہ) حتیٰ ضعیف سند سے بھی اہلسنت کی کسی کتاب میں نہیں ہے، دوسرے یہ کہ اس بیان (حدیث) میں جناب امیر (حضرت علیؑ) کے بعض صفات کی انبیاء کے بعض صفات سے صرف تشبیہ دی گئی ہے (نہ تو ان صفات کے وجود کو آپ کی ذات میں بیان کرنا مقصود تھا، نہ ہی ان صفات میں برابری بتانا تھا) اور جس طرح کاف، کانّ، مثل اور نحو جیسے الفاظ سے تشبیہ دی جاتی ہے، علم بیان کے قاعدہ کے مطابق اس عبارت سے بھی تشبیہ دی جاتی ہے "من اراد ان ینظر الی القمر لیلۃ البدر فلینظر الی وجہ فلان" (جو چودہویں کا چاند دیکھنا چاہتا ہے وہ فلاں کے چہرے کو دیکھے) اسی لئے اس مشہور شعر "لا تعجبوا من بلی غلالتہ .قدزرّازرارہ علی القمر" (کرتے کے کہنگی پر تعجب نہ کر اس کے تکمے (بٹن) چاند پر لگائے گئے ہیں) اور متنبّی کے ان شعروں: "نشرت ثلاث ذوائب من خلفھا. فی لیلتہ ارت لیالی اربعا. استقبلت قمر السما بوجھھا فارتنی القمرین فی وقتٍ معا" (معشوقہ نے رات میں اپنی پشت سے تین بالوں کو دیکھ کر چار راتیں دکھائیں اور چاند کی طرف رخ کرکے دو چاند مجھے دکھائے) کو تشبیہ میں شمار کیا گیا ہے۔

اگر ہم ساری چیزوں سے چشم پوشی کرلیں تو حدیث استعارہ میں شمار ہوگی جس (استعارہ) کی بنیاد تشبیہ پر ہوتی ہے اور تشبیہ اور استعارہ سے مشبہ (جس کو تشبیہ دی جائے) کو مشبہ بہ (جس سے تشبیہ دی جائے) کے برابر سمجھنا انتہائی بے وقوفی ہے۔ اور شعراء کے اشعار میں بادشاہوں کے صحن کی مٹی کو مشک سے اور وہاں کے

سنگریزوں کو یاقوت و مروارید سے تشبیہ دی گئی ہے۔ مگر کوئی بھی ان کو، اس کے مساوی نہیں سمجھتا پھر اہلسنت کی صحیح حدیثوں میں ابوبکر کو ابراہیم اور عیسیٰ سے اور عمر کو نوح و موسیٰ سے اور ابوذر کو عیسیٰ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ مگر چونکہ یہ فرقہ (اہلسنت) خداداد عقل رکھتا ہے اس لئے ان اشخاص (ابوبکر عمر) کو انبیاء کے برابر قرار نہیں دیتا اور ہر ایک کو ان کے خانے میں، رکھتا ہے۔ مشبہ (جس کو تشبیہ دی جائے) کو بھی اسی کے خانے میں اور مشبہ بہ (انبیاء) کو بھی اسی کے خانے میں بلکہ ایسی تشبیہ میں اس شخص میں ان اوصاف کو بیان کرنا ہوتا ہے جو انبیاء سے مخصوص تھے۔ گرچہ وہ ان کے مرتبہ تک نہ پہونچا ہو چنانچہ عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے ابوبکر اور عمر سے اسراء بدر کے بارے میں مشورہ لیا۔ "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما تقولون فی ھولاء . ان مثل ھٰولاء کمثلِ اخوۃ لھم کانو من قبلھم" قال نوح ربّ لا تذر علی الارض من الکافرین دیاراً "و قال موسیٰ: "ربنا اطمس علی اموالھم و اشدد علیٰ قلوبھم..." و قال ابراھیم: " فمن تبعنی فانھم من عصانی فانک غفور رحیم" و قال عیسیٰ: "ان تعذبھم فانھم عبادک و ان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم" اور فرمایا تم ان کے بارے میں کیا کہتے ہو کہ یہ بھی اپنے والے بھائیوں جیسے ہیں جن کے بارے میں نوح نے کہا تھا: پروردگارا ان کافروں میں سے روئے زمین پر کسی کو بسا ہوا نہ رہنے دے (نوح/۲۶) موسیٰ نے کہا تھا: پروردگارا تو ان کے مال کو غارت کردے اور ان کے دلوں پر سختی کر (یونس/۸۸) ابراہیم نے کہا تھا: جو شخص میری پیروی کرے وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو تجھے اختیار ہے تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے (ابراہیم/۳۶) عیسیٰ نے کہا تھا: تو اگر ان پر عذاب کرے گا تو تو مالک ہے یہ تیرے بندے ہیں اگر انھیں بخش دے گا تو کوئی تیرا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا کیونکہ تو زبردست حکمت والا ہے (مائدہ/۱۱۸)۔ اس کی حاکم نے روایت کرکے اس کی صحت کا اعتراف کیا ہے۔ ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے ان نے فرمایا: "یا اباموسیٰ لقد اعطیت مزمارا من مزامیر آل داؤد" (اے ابوموسیٰ خدا نے تجھے آل داؤد کے مزماروں میں سے ایک مزمار (بانسری) عطا کی ہے) اس کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے اور رسولؐ خدا نے فرمایا ہے: "من سرہ ان ینظر الیٰ تواضع عیسیٰ بن مریم فلینظر الی ابی ذر" (جو عیسیٰ بن مریم کا تواضع دیکھنا چاہتا ہے وہ ابوذر کو دیکھے) استیعاب میں اسی طرح نقل ہوا ہے مگر ترمذی

میں نقل ہوا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: "ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء اصدق لهجة من ابی ذر شبهه عیسیٰ بن مریم فی الزهد" (نہ آسمان نے کسی پر سایہ کیا نہ ہی زمین نے کسی ایسے کا بوجھ اٹھایا جو زہد میں عیسیٰ بن مریم سے ابوذر سے زیادہ مشابہ ہو)۔

تیسری بات یہ ہے کہ افضل کی کسی صفت میں کسی کا مساوی ہونا اس افضل کے برابر ہونے کا باعث نہیں بنتا کیونکہ افضل کے پاس اور بھی اوصاف ہیں جن کی وجہ سے وہ افضل ہوا ہے، پھر افضلیت، زعامت کبریٰ (امامت) کا باعث نہیں ہوتی جیسا کہ کئی بار کہا ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اس حدیث (تشبیہ) سے خلفاء ثلاثہ پر حضرت امیر (علیؑ) کی افضلیت اس وقت ثابت ہوگی جب وہ (خلفاء ثلاثہ) مذکورہ صفات یا ان جیسے صفات میں انبیاء کے مساوی نہ ہوں۔ جب کہ اگر کتب اہلسنت کا دقیق مطالعہ کیا جائے تو انبیاء سے شیخین کی تشبیہ والی جتنی حدیثیں شیخین کے بارے میں نقل ہوئی ہیں کسی اور کے بارے میں نقل نہیں ہوئی ہیں۔ اسی لئے محققین صوفیہ نے لکھا ہے کہ شیخین حامل کمالات نبوت تھے اور حضرت امیر (علیؑ) حامل کمالات ولایت، اسی لئے کفار سے جہاد، احکام شریعت کی ترویج اور ملت کے امور کی اصلاح جیسے انبیاء کے کاموں کو شیخین نے بڑے اچھے انداز میں انجام دیئے تھے اور تعلیم طریقت، مقامات سالکین کی راہنمائی، پاکیزگی نفس اور زہد دنیا کی ترغیب وتشویق جیسے امور اولیاء سے متعلق حدیثیں سب سے زیادہ حضرت امیر (علیؑ) سے مروی ہیں اور عقلی لحاظ سے ملکات نفسانیہ (کمالات نبوی) کے صدور سے، ان ملکات کے وجود کو ثابت کیا جاتا ہے جن سے ان افعال کا ربط ہوتا ہے ،مثلاً ایک شخص جنگ کے ہر میدان میں ثابت قدم رہ کر اور دشمن کے سامنے تلوار کے جوہر دکھا کر اس کو شکست دے تو یہ اس کی شجاعت وبہادری کی علامت مانی جائے گی بلکہ حب وبغض اور خوف ورجاء جیسے دیگر امور باطنی کو ان ہی راہوں سے جانا جاسکتا ہے اور مشخص کیا جاسکتا ہے کہ ایک شخص میں کمالات انبیاء پائے جارہے ہیں یا کمالات اولیاء (صفات شیخین اور صفات علیؑ کے درمیان) اسی تفریق کو وہ حدیث بھی بیان کرتی ہے جسے شیعوں نے بھی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے: "انک یا علی تقاتل الناس علی تاویل القرآن کما قاتلتهم علی تنزیله" (اے علیؑ تم لوگوں سے تاویل قرآن پر اسی طرح جنگ کروگے جس طرح میں نے تنزیل قرآن پر ان سے جنگ کی تھی) اسی لئے شیخین

(ابوبکر وعمر) کی ساری جنگیں تنزیل قرآن کی اساس پر تھیں، گویا شیخین کا زمانہ، زمانۂ نبوت کا بقیہ حصہ تھا اور زمانۂ حضرت امیر (علیؑ) دورۂ ولایت کا آغاز ہے، اسی لئے بزرگان طریقت اور ارباب معرفت نے آپ (حضرت علیؑ) کے بارے میں لکھا کہ آپ ہی در ولایت محمدی کے کھولنے والے ہیں اور آپ ہی پر انبیاء کی ولایت مطلقہ ختم ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اولیاء خدا کے سارے فرقوں کا سلسلہ آپ (حضرت علیؑ) پر ختم ہوتا ہے جس طرح ساری ندیوں کا سرچشمہ سمندر ہے اسی طرح سارے فرق اولیاء خدا کا سرچشمہ امیر المومنین (حضرت علیؑ) ہیں۔ چنانچہ سارے فقہاء شریعت اور مجتہدین ملت کی شاگردی کا سلسلہ شیخین اور ان کے تابعین عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور عبداللہ بن عمر تک پہونچتا ہے۔ اولاد علیؑ میں جو امامت کا سلسلہ رہا اور ان میں کا ہر ایک اپنا وصی بناتا تھا۔ تو وہاں امامت سے مراد ہدایت میں مرکزی کردار اور فیض ولایت کا سرچشمہ (قطبیت وارشاد) ہے۔ اسی لئے نقل نہیں ہوا ہے کہ ائمہ اطہارؑ نے اس (امامت) کو سب کے لئے ضروری قرار دیا ہو، بلکہ اپنے چند خاص اصحاب کو اس فیض خاص سے مشرف کیا اور ان کی صلاحیت بھر اس سے متعلق باتیں بیان کیں۔ لیکن اس ناسمجھ گروہ (شیعہ) نے (اماموں کے) ان تمام اشارات (بیانات) سے، ریاست عامہ اور ملک ومال میں تصرف جیسے امور کو سمجھ کر اپنے کو گمراہی میں گرار کھا ہے۔ حضرت امیر (علیؑ) اور ان کے ذریۂ طاہرہ کی ساری امت پیر ومرشد کی طرح پرستش کرتی ہے اور امور تکوینیہ کو ان سے مربوط سمجھتی ہے، اولیاء اللہ کی طرح ان (ائمہ معصومینؑ) کے لئے بھی فاتحہ، درود اور نذورات ہوتے ہیں، لیکن ان چیزوں میں کوئی بھی شیخین (ابوبکر وعمر) کا نام نہیں لیتا اور فاتحہ، درود، نذر ،منت، عرش اور مجلس میں کوئی انھیں شریک نہیں کرتا نہ ہی امور تکوینیہ کو ان سے مربوط سمجھتا ہے گرچہ امت ان کے بارے میں بھی ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ جیسے انبیاء کے کمالات وفضیلت کی معتقد ہے۔

میر حامد حسینؒ کا جواب

بڑے تعجب کی بات ہے کہ شاہ صاحب (محدث دہلوی) نے اتنی عظمت وشہرتِ علمی کے باوجود اس حدیث کی صحت سے انکار کردیا جب کہ ان کی دینداری کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس غلط کام میں نصر اللہ کابلی کی تقلید نہ کرتے اور ان کی پیروی کرتے ہوئے اس حدیث تشبیہ کے وجود سے انکار نہ کر بیٹھتے۔ کیونکہ کتب حدیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث تشبیہ کی حفاظ وائمہ حدیثِ اہلسنت نے اپنی صحاح ومسانید میں روایت کی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

حدیث تشبیہ کے راویان وناقلان

۱۔ امام بخاری کے استاد، ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع حمیری صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، ۲۔ حنبلیوں کے امام، احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، ۳۔ ابوحاتم محمد بن ادریس حنظلی رازی متوفی ۲۷۷ھ، ۴۔ ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان معروف بہ ابن شاہین متوفی ۳۸۵ھ، ۵۔ ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد بن احمد عکبری معروف بہ ابن بطہ متوفی ۳۸۷ھ، ۶۔ ابوعبداللہ بن حمدویہ ضبی طہمانی معروف بہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، ۷۔ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصفہانی متوفی ۴۱۰ھ، ۸۔ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ، ۹۔ ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ بیہقی خسروجردی متوفی ۴۵۹ھ، ۱۰۔ ابوالحسن علی بن محمد بن طیب جلاّبی معروف بہ ابن مغازلی متوفی ۴۸۳ھ، ۱۱۔ ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شہرویہ دیلمی ہمدانی متوفی ۵۰۹ھ، ۱۲۔ ابومحمد احمد بن علی عاصمی مؤلف زین الفتیٰ فی تفسیر سورۂ ھل اتی، ۱۳۔ ابوالفتح محمد بن علی بن ابراہیم نطنزی مؤلف الخصائص العلویہ، ۱۴۔ ابوالمجد مجدود بن آدم معروف بہ حکیم سنائی متوفی ۵۲۵ھ، ۱۵۔ ابومنصور شہردار بن شہرویہ بن شہردار دیلمی متوفی ۵۵۸ھ، ۱۶۔ ابوالمؤید موفق بن احمد بن ابی

سعید مکی معروف بہ خطیب خوارزمی متوفی ۵۶۹ھ، ۱۷۔ ابوالخیر رضی الدین احمد بن اسماعیل طالقانی قزوینی حاکمی متوفی ۵۹۰ھ، ۱۸۔ شیخ عمر بن محمد بن خضر معروف بہ ملاّ اردبلی مؤلف وسیلۃ المتعبدین، ۱۹۔ نورالدین ابوحامد محمود بن محمد بن حسین صالحانی شاگرد ابوموسیٰ مدینی، ۲۰۔ کمال الدین ابوسالم محمد بن طلحہ قرشی مؤلف مطالب السؤل متوفی ۶۵۲ھ، ۲۱۔ ابوعبداللہ محمد بن یوسف گنجی شافعی مؤلف کفایۃ الطالب متوفی ۶۵۸ھ، ۲۲۔ محب الدین احمد بن عبداللہ بن محمد طبری شافعی مؤلف الریاض النضرۃ متوفی ۶۹۴ھ، ۲۳۔ سید علی بن شہاب الدین ہمدانی مؤلف مودۃ القربیٰ متوفی ۷۸۶ھ، ۲۴۔ نورالدین جعفر بن سالار معروف بہ امیر ملاّ، ۲۵۔ شہاب الدین احمد مؤلف توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل، ۲۶۔ شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر زاولی دولت آبادی معروف بہ ملک العلماء متوفی ۸۳۹ھ، ۲۷۔ نورالدین علی بن محمد بن صباغ مالکی مؤلف الفصول المہمۃ متوفی ۸۵۵ھ، ۲۸۔ کمال الدین حسین بن معین الدین یزدی میبدی مؤلف الفواتح، ۲۹۔ عبدالرحمٰن بن عبدالسلام بن عبدالرحمٰن صفوری شافعی، ۳۰۔ ابراہیم بن عبداللہ وصابی یمنی شافعی مؤلف الاکتفاء فی مناقب الخلفاء، ۳۱۔ جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ بن عبدالرحمٰن شیرازی متوفی ۱۰۰۰ھ، ۳۲۔ احمد بن فضل بن محمد باکثیر مکی شافعی متوفی ۱۰۴۷ھ، ۳۳۔ میرزا محمد بن معتمد خان بن رستم حارثی بدخشی مؤلف مفتاح النجا، ۳۴۔ محمد صدر عالم مؤلف معارج العلی فی مناقب المرتضیٰ، ۳۵۔ ولی اللہ بن عبدالرحیم دہلوی (پدر شاہ عبدالعزیز دہلوی مؤلف تحفہ اثنا عشریہ) متوفی ۱۱۷۶ھ، ۳۶۔ محمد بن اسماعیل بن صلاح امیر یمانی صنعانی مؤلف الروضۃ الندیۃ متوفی ۱۱۸۲ھ، ۳۷۔ احمد بن عبدالقادر عجیلی شافعی مؤلف ذخیرۃ المآل، ۳۸۔ مولوی ولی اللہ بن حبیب اللہ سہالی لکھنوی مؤلف مرأۃ المومنین وغیرہ۔

حدیث تشبیہ کے یہ ہیں بعض راویان وناقلان۔ اسی ترتیب سے ان کی روایتیں نقل کی جائیں گی اور ثابت کیا جائے گا کہ شاہ صاحب کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی، ان کے اساتذہ اور جن پر انھیں اعتماد تھا ان کی نظر میں یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ انھوں نے اس کو نقل کیا ہے۔ بلکہ حدیث تشبیہ کو ان علماء نے نقل کیا ہے جن کی خود شاہ صاحب (مولف تحفہ) نے بستان المحدثین وغیرہ میں تعریف وتمجید کی ہے اور ان کی روایتوں سے احتجاج واستدلال کیا ہے۔

(۱)

روایت عبدالرزاق

محدث عبدالرزاق بن ہمام صنعانی نے اپنے اسناد سے ابو ہریرہ کے طریق سے رسولؐ خدا سے حدیث تشبیہ کی روایت کی ہے۔ چنانچہ ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ رومی حموی بغدادی اپنی کتاب ''معجم الادباء'' میں محمد بن احمد بن عبیداللہ کاتب معروف بہ ابن مفجع کے شرح حال میں لکھتے ہیں:

''ان کا ایک قصیدہ ''ذات الاشباہ'' ہے۔ اس قصیدہ کو ''ذات الاشباہ'' اس لیئے کہتے ہیں کہ شاعر نے اس حدیث (تشبیہ) کی روشنی میں یہ قصیدہ کہا ہے جس کی عبدالرزاق نے معمر سے انھوں نے زہری سے انھوں نے سعید بن مسیب سے اور انھوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے صحابہ کے جھرمٹ میں فرمایا: إن تنظروا الی آدم فی علمه، نوح فی همّه، و ابراهیم فی خلقه، وموسیٰ فی مناجاته، و عیسیٰ فی سننه، و محمد فی هدیه و حلمه، فانظروا الی هذا المقبل، فتطاول الناس، فاذا هو علی بن ابی طالب۔ اگر تم آدم کو ان کے کمال علم میں، نوح کو ان کے ہم و غم (یا عزم و ہمت) میں، ابراہیم کو ان کے کمال خلق میں، موسیٰ کو ان کی مناجات اور ان کی صفت کلیم اللہی میں، عیسیٰ کو ان کے طریق عبادت میں اور محمدؐ کو ان کے کمال طریقت و سیرت اور حلم میں دیکھنا چاہتے ہو تو اس آنے والے کو دیکھو۔ اب جو لوگوں نے گردن اٹھا کر دیکھا تو علی بن ابی طالبؑ کو آتے دیکھا۔ مفجع نے اپنے اس قصیدہ میں بہت سارے مناقب علیؑ بیان کئے ہیں۔(۱)

راویان حدیث پر ایک نظر

اس روایت کے سارے راوی صحاح کے راوی ہیں جن کی عدالت و وثاقت اور ضبط و اتقان پر سب کا اتفاق ہے بلکہ وہ اہلسنت کے ائمہ جلیل الشان اور ارکان اسلام و ایمان ہیں۔ اب اگر کوئی ان پر انگلی اٹھائے تو صحاح کی صحت مشکوک ہو جائے گی۔ اور وہ عبدالرزاق، معمر، زہری، سعید بن مسیب اور ابو ہریرہ ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ معجم الادباء، ج۵، ص۷، ۱۳۷، نمبر۷۹۳۔

۱۔ عبدالرزاق، احوال و آثار

الف۔ یافعی لکھتے ہیں ۲۱۱ھ میں حافظ علامہ شیخ امام عبدالرزاق بن ہمام یمنی صنعانی حمیری کا ۸۶ سال میں انتقال ہوا۔ وہ بہت ساری کتابوں کے مصنف تھے اور لوگ دور دراز سے اخذ حدیث کے لیئے ان کے پاس آتے تھے۔ انھوں نے معمر، ابن جریج، اوزاعی اور جو ان کے ہم طبقہ تھے ان سے روایت کی ہے۔ ان سے ملنے کے لئے ائمہ حدیث یمن آتے تھے اور ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ رسولؐ خدا کے بعد جتنے ان سے اخذ حدیث کے لئے آئے اتنے کسی اور کے پاس نہیں آئے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں امام سفیان بن عیینہ، امام احمد، یحییٰ بن معین، اسحاق بن راہویہ، علی مدینی اور محمود بن غیلان ہیں''۔(۱)

ب: سمعانی لکھتے ہیں'' ابوبکر عبد (اللہ) الرزاق بن ہمام صنعانی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ رسولؐ خدا کے بعد اخذ حدیث کے لئے جتنا ان کی طرف رجوع کیا گیا کسی اور کی طرف رجوع نہیں کیا گیا''۔(۲)

ج: ابن خلکان لکھتے ہیں: ''ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع صنعانی منسوب بہ قبیلہ حمیر کے بارے میں ابوسعد سمعانی کا کہنا ہے کہ رسولؐ خدا کے بعد اخذ علم و حدیث کے لئے جتنا ان کی طرف لوگوں نے رجوع کیا کسی اور کی طرف رجوع نہیں کیا۔ انھوں نے معمر بن راشد ازدی، اوزاعی اور ابن جریج وغیرہ سے روایت کی تھی اور ان سے سفیان بن عیینہ، احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین جیسے ائمہ حدیث نے روایت کی تھی ۱۲۶ھ میں پیدا ہوئے اور شوال ۲۱۱ھ میں انتقال کیا۔ چونکہ یمن کے بڑے شہر صنعاء کے رہنے والے تھے اسی لئے انھیں صنعانی کہا جاتا ہے۔''(۳)

۱۔ مرآۃ الجنان وقائع ۲۱۱ھ، ج۲، ص۳۰۔

۲۔ الانساب، ج۸، ص۳۹، مادہ الصنعانی۔

۳۔ وفیات الاعیان، ج۲، ص۱۰۳، نمبر۳۹۸۔

د: عبدالغنی بن سعید مقدسی ''الکمال فی اسماء الرجال'' میں لکھتے ہیں: ''محمد بن اسماعیل فزاری کا بیان ہے کہ ہم صنعا میں عبدالرزاق کے پاس تھے کہ ہمیں خبر ملی کہ یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل وغیرہ نے عبدالرزاق کی حدیثیں ترک کردی ہیں۔ اس خبر سے دل پر چوٹ لگی۔ مگر جب حج کے لئے مکہ پہنچا اور یحییٰ بن معین سے اس بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا ایسا نہیں ہے، اگر عبدالرزاق مرتد اور دائرۂ اسلام سے خارج بھی ہو جائیں تب بھی (وثاقت کی وجہ سے) ان کی حدیثیں ترک نہیں کرسکتے۔ (عبدالغنی مزید لکھتے ہیں) ہم سے عبدالرزاق کا یہ بیان نقل کیا گیا کہ میں (عبدالرزاق) مکہ میں تین دن رہا مگر کوئی بھی محدث میرے پاس نہیں آیا۔ میں نے طواف کرنے کے بعد کعبہ کا پردہ پکڑ کر کہا: اے پروردگار! کیا میں جھوٹا ہوگیا ہوں؟ کیا میں حدیث میں ہیرا پھیری کرنے والا ہوگیا ہوں؟ اب جو گھر پہنچا تو پھر محدثین آنے لگے۔ احمد بن صالح کا بیان ہے کہ میں نے احمد بن حنبل سے پوچھا حدیث کے سلسلے میں عبدالرزاق سے بہتر کوئی ہے؟ بولے نہیں۔ ابوزرعہ کا کہنا ہے کہ عبدالرزاق کی حدیثیں بڑی ٹھوس ہیں۔ بخاری کے بقول ۲۱۱ھ میں انتقال ہوا تھا''۔

ھ: محمد بن طاہر مقدسی لکھتے ہیں'' ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع حمیری صنعانی نے معمر، ابن جریج اور ثوری وغیرہ سے حدیثیں سنی تھیں اور ان سے اسحاق بن ابراہیم حنظلی، اسحاق بن منصور، محمود بن غیلان، اسحاق بن ابراہیم بن نصر، علی بن مدینی، عبداللہ مسندی، یحیی بن جعفر بخاری، یحیی بن موسیٰ بلخی، محمد بن رافع، عبد بن حمید، حسن حلوانی، ابن ابی عمر، حجاج بن شاعر، عبد الرحمٰن بن بشیر، محمد بن مہران، احمد بن حنبل ـــ نے روایت کی ہے اور احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ اگر معمر کی حدیث کے بارے میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہو تو جو عبدالرزاق کہیں گے وہی بات صحیح ہوگی''۔ (۱)

مقدسی نے اپنی اس کتاب (الجمع بین رجال الصحیحین) کے مقدمہ میں لکھا ہے: ابواحمد ابن عدی، ابوالحسن دارقطنی، ابوعبداللہ ابن مندہ اور ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری اور ان جیسے ان کے

۱۔ الجمع بین رجال الصحیحین، ج۱، ص۳۲۸، نمبر۲۴۳۔

بعد کے محدثین کا کہنا ہے کہ جن سے بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کی ہے ان کی حدیث حجت ہے گرچہ ان کے بارے میں شک وشبہ کیا گیا ہو۔ کیونکہ ان دونوں (شیخین) نے صرف ثقہ، عادل اور حفاظ سے روایت کی ہے۔ اور چونکہ بخاری و مسلم نے عبدالرزاق سے روایت کی ہے اس لئے ان کی حدیث حجت اور قابل تاسی ہے۔

و: ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمی لکھتے ہیں: ''ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع کے بارے میں (امام) بخاری کا کہنا ہے کہ انھوں نے معمر، ثوری اور ابن جریج سے حدیثیں سنی تھیں ان (عبدالرزاق) کا انتقال ۲۱۱ھ میں ہوا تھا۔ ان کی کتاب سے جو بھی حدیث نقل کی جائے وہ صحیح ترین حدیث ہوگی۔ یہ ضعیف ونحیف (خوارزمی) کہتا ہے کہ وہ مشہور محدثین میں تھے اور احمد و یحیی بن معین جیسے محدثین کے استاد تھے۔ امام ابوحنیفہ نے اپنی مسانید میں ان (عبدالرزاق) سے روایت کی ہے''۔ (۱)

ابوحنیفہ نے جن سے اپنی مسانید میں روایت کی ہے ان کے بارے میں شعرانی کا کہنا ہے: میں نے امام ابوحنیفہ کے مسانید ثلاثہ کے معتبر ترین نسخہ کا مطالعہ کیا ان میں سوائے خیار تابعین، عادل اور ثقات کے کوئی اور نظر نہیں آیا بلکہ ارشاد پیغمبرؐ کے مطابق وہ اپنے زمانہ کے بہترین افراد تھے جیسے اسود، علقمہ، عطا، عکرمہ، مجاہد، مکحول اور حسن بصری وغیرہ، لہٰذا ان میں جتنے بھی راوی ہیں جو ابوحنیفہ اور رسول خداؐ کے درمیان واسطہ بنے عادل، ثقہ اور اخیار ہیں۔ ان میں نہ کوئی جھوٹا ہے نہ ہی کذب سے متہم۔ (۲)

ز: ابن تیمیہ ایک جگہ لکھتے ہیں: ''اس کو ان ائمہ تفسیر نے ذکر نہیں کیا ہے جو صرف مشہور و معروف سندوں سے نقل کرتے تھے جیسے ابن جریج، سعید بن ابی عروبہ، عبدالرزاق، عبد بن حمید، امام احمد، اسحاق بن راہویہ، بقی بن مخلد، ابن جریر طبری، محمد بن اسلم طوسی، عبدالرحمٰن بن ابی حاتم اور ابن منذر وغیرہ۔ یہ وہ علماء ہیں جو امت کے درمیان شہرت کے حامل ہیں اور ان کی تفسیر میں مروی روایات ایسی ہیں جن پر تفسیر میں اعتماد کیا جاتا ہے'' (۳)

۱۔ جامع مسانید ابی حنیفہ، ج۲، ص۵۱۲۔ ۲۔ المیزان، ص۶۴۔
۳۔ منہاج السنۃ، ج۴، ص۴۸۔

ح: ذہبی لکھتے ہیں: ''اگر علی بن مدینی، ان کے دوست بخاری، ان کے استاد عبدالرزاق اور عثمان بن ابی شیبہ، ابراہیم بن سعد، عفان، ابان العطار، اسرائیل، ازہر سمان، بہز بن اسد، ثابت بنانی اور جریر بن عبدالحمید کی حدیثیں نہ ہوتیں تو در حدیث ہمارے لئے بند ہو جاتا، گفت وشنید کا سلسلہ منقطع ہو جاتا، آثار نبوت مٹ جاتے، زندیق ہم پر غالب ہو جاتے اور دجال ہمارے خلاف قیام کر دیتے''(۱)

نیز وہ لکھتے ہیں: ''ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع بزرگ محدث ہیں جنہوں نے ابن جریج معمر اور ثوری سے روایت کی اور ان سے احمد، اسحاق، رمادی اور زہری نے روایت کی تھی۔ انھوں نے کتابیں لکھتے ہوئے پچاسی سال میں ۲۱۱ھ میں انتقال کیا تھا''(۲)

ط: ابوالوفا ابراہیم بن محمد ''کشف الحثیث'' میں داؤد بن حصین کے شرح حال میں لکھتے ہیں:

''وہ کیسے ثقہ نہ ہوں گے جب کہ ان سے شیخین (بخاری و مسلم) کے علاوہ چھ اماموں نے روایت کی ہے اور مقدسی کے بقول جس سے شیخین روایت کرلیں وہ پلِ تفتیش سے گزر گیا اور اس کے بارے میں چھان بین کی ضرورت نہیں ہے۔(۳)

اس رو سے عبدالرزاق بھی پلِ تفتیش سے گزر گئے اور ان کے بارے میں چھان بین کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان سے بھی ائمہ ستہ (چھ اماموں) نے روایت کی ہے۔ ابوالحسن علی بن عثمان غزنوی ''کشف المحجوب'' میں فضیل بن عیاض کے شرح حال میں لکھتے ہیں کہ مکہ میں حج کے بعد جب ہارون رشید نے مردان خدا سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تو اسے عبدالرزاق صنعانی سے ملایا گیا تھا۔

ی: شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں: ''محدثین نے احادیث نبوی کی جمع آوری میں بہت سعی و کوشش کی تھی۔ بخاری نے سات لاکھ حدیثوں سے انتخاب کر کے اپنی صحیح تالیف کی، ابوداؤد نے پانچ لاکھ حدیثوں سے انتخاب کر کے اپنی سنن تالیف کی اور احمد نے اپنی مسند کو ترازو قرار

۱۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۱۴۰، نمبر۵۸۷۴۔

۲۔ الکاشف عمن روی عنہ فی الصحاح الستۃ، ج۲، نمبر ۳۳۹۹۔ ج۲، ص۱۷۱، نمبر۳۳۱۰۔

۳۔ الکشف الحثیث عمن روی بوضع الحدیث، ص۱۷۱۔

دیا جس پر حدیث کے صحت و سقم کو تولا جاتا ہے اور اس سے حدیث نبویؐ کے صحیح اور ضعیف ہونے کا پتہ ملتا ہے (احمد کے بقول) جو حدیث اس میں نظر آجائے خواہ ایک ہی سلسلہ سے کیوں نہ ہو وہ صحیح اور زبان نبیؐ سے نکلی ہوئی ہے اور اگر کوئی حدیث اس میں نظر نہ آئے تو اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ان محدثین کے راس ورئیس عبدالرحمٰن بن مہدی، یحییٰ قطان، یزید بن ہارون، عبدالرزاق، ابوبکر بن ابی شیبہ، مسدد، ہناد، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، فضل بن دکین، علی بن مدینی اور ان کے ہم طبقہ تھے۔ یہی صف اول کے محدثین ہیں''(۱)

شاہ ولی اللہ دہلوی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ عبدالرزاق محدثین کے راس ورئیس اور پہلے طبقے کے محدثین میں سے ہیں۔ اب جو اتنا عظیم المرتبت محدث ہو اس کی نفس رسولؐ (علیؑ) کی فضیلت میں بیان شدہ حدیث کیوں نہیں مانی جائے گی؟

بلکہ عبدالرزاق وہ ہیں جن کی سچائی کی خود خدا نے تصدیق کی ہے۔ چنانچہ سیوطی نے ''شرح الصدور بشرح حال الموتی و القبور'' اور ''اللآلی المصنوعۃ'' میں خطیب بغدادی کی ''تاریخ بغداد'' سے محمد بن سالم خواص سے نقل کیا ہے کہ قاضی یحییٰ بن اکثم کو خواب میں دیکھا پوچھا خدا نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ جواب دیا مجھے اپنی بارگاہ میں کھڑا کر کے کہا: اے بدکردار بوڑھے اگر تیرا بڑھاپا نہ ہوتا تو یقیناً آگ میں جلا ڈالتا۔ یہ سن کر میرا وہی حال ہوا جو غلام کا اپنے مولا کے سامنے ہوتا ہے اور پھر میں بے ہوش ہو گیا۔ ایسا ہی خدا نے تین مرتبہ کہا اور تینوں مرتبہ میں بے ہوش ہو گیا۔ جب تیسری مرتبہ میں ہوش میں آیا تو میں (یحییٰ بن اکثم) نے کہا: اے پروردگار میں نے تو تیرے بارے میں کچھ اور ہی سنا تھا۔ خدا نے پوچھا کیا سنا تھا۔ میں نے جواب دیا مجھ سے عبدالرزاق بن ہمام نے بیان کیا تھا ان سے معمر بن راشد نے بیان کیا تھا ان سے ابن شہاب زہری نے بیان کیا تھا ان سے انس بن مالک نے بیان کیا تھا ان سے تیرے نبیؐ نے بیان کیا تھا ان سے جبرئیل نے بیان کیا تھا اور ان سے تو نے کہا تھا کہ جو مسلمان میری راہ میں اپنی داڑھی سفید کرے گا اس پر عذاب نازل کرنے میں مجھے شرم آئے گی۔ خدا نے کہا: عبدالرزاق نے سچ کہا تھا، معمر نے سچ کہا تھا، زہری نے سچ کہا تھا، انس نے سچ کہا تھا، نبیؐ نے سچ کہا تھا، جبرئیل نے سچ کہا تھا۔ یہ بات میں نے ہی کہی

۱۔ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، ص۳۶۔

تھی۔اس (یحییٰ) کو جنت میں لے جاؤ۔(۱)

۲۔معمر، احوال و آثار

ا۔سمعانی لکھتے ہیں: ''قدماء (محدثین) میں سے معمر بن راشد بصری مہلبی قبیلہ ازد سے منسوب تھے۔وہ بصرہ کے رہنے والے تھے مگر یمن میں رہتے تھے۔یہ وہی معمر بن ابی عمرو ہیں۔وہ موثق (ثقات) علماء میں تھے۔انھوں نے زہری، قتادہ، یحییٰ بن ابی کثیر، ابی اسحاق ہمدانی اور اعمش سے روایت کی تھی اور ان سے ثوری، شعبہ، ابن ابی عروبہ، ابن عیینہ، ابن مبارک، اسماعیل بن علیہ، مروان فزاری، رباح صنعانی، ہشام بن یوسف، محمد بن ثور اور عبد الرزاق بن ہمام نے روایت کی تھی۔ابن جریج کا کہنا تھا کہ معمر سے وابستہ رہنا کیونکہ اس زمانے میں اس جیسا کوئی اور نہیں بچا ہے۔کسی شئی کی تفسیر کے بارے میں ابن جریج سے جب پوچھا اور انھوں نے جواب دیا تو میں (راوی) نے کہا معمر تو ایسا کہتے ہیں تو ابن جریج نے جواب دیا: معمر علم سے پوری طرح سیر ہو چکا ہے۔معمر کا کہنا ہے کہ میں چودہ سال کی عمر میں قتادہ کی مجلس میں بیٹھتا تھا اور جو حدیث بھی وہ بیان کرتے تھے میرے سینے میں محفوظ ہو جاتی تھی۔جب میں نوجوان تھا تو بچوں کے ہمراہ حسن (بصری) کی تشییع جنازہ میں گیا اور اسی سال سے حصول علم میں مشغول ہو گیا۔علی بن مدینی کا کہنا ہے کہ میں نے اچھی طرح غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ سارے اسناد کی بازگشت چھے کی طرف ہوتی ہے۔بصریوں میں شعبہ، سعید بن ابی عروبہ، حماد بن سلمہ اور معمر بن راشد کی طرف جن کی کنیت ابو عروہ تھی اور قبیلۂ حدان سے اپنے کو وابستہ کر رکھا تھا۔۱۵۴ھ میں یمن میں ان کا انتقال ہوا تھا۔ابو حاتم رازی کا کہنا ہے کہ حدیثوں کے اسناد کی بازگشت چھے کی طرف ہوتی ہے اور ان سب کو معمر نے درک کیا تھا اور ان سے حدیثیں لکھی تھیں۔یہ چیز انھیں سے مخصوص ہے۔وہ چھے یہ ہیں: حجاز کے زہری و عمرو بن دینار، کوفہ کے ابو اسحاق اور اعمش، بصرہ کے قتادہ اور یمامہ کے یحییٰ بن ابی کثیر، احمد بن حنبل کا

ا۔اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۱۳۶۔

کہنا ہے کہ علم میں معمر کا کسی سے موازنہ نہیں کرو گے مگر یہ کہ معمر کا پلہ بھاری نظر آئے گا''۔(۱)

ب: نووی لکھتے ہیں: ''معمر بن راشد امام اور مشہور محدث تھے۔المختصر میں کئی جگہ ان کا ذکر ہوا ہے۔وہ زہری کے دوست اور عبد الرزاق کے استاد تھے۔انھوں نے عمرو بن دینار زہری، ثابت بنائی، سلیمان تیمی، زیاد بن علاقہ، سبیعی، قتادہ، سختیانی، ہمام بن منبہ، محمد بن منکدر، زید بن اسلم، عبید اللہ عمری، عاصم احول، عاصم بن ابی نجونہ، ہشام بن عروہ، منصور بن معتمر، اسماعیل بن امیہ، خالد حذا، سہیل بن ابی صالح اور بہت سارے ائمہ حدیث سے روایت کی ہے اور ان سے عمرو بن دینار، سبیعی، ایوب سختیانی، یحییٰ بن کثیر (یہ سب ان کے استاد تھے) ابن جریج، سعید بن ابی عروبہ، ثوری، ابن عیینہ، شعبہ، حماد بن زید، ابن مبارک، ابن علیہ، مروان بن معاویہ، مہیب بن خالد، یزید بن زریع، عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ، عبد الواحد بن زیاد، غندر، عیسیٰ بن یونس، عبد الرزاق بن ہمام اور بہت سارے ائمہ حدیث نے روایت کی ہے۔معمر کا بیان ہے کہ میں چودہ سال کی عمر میں قتادہ کی مجلس میں بیٹھا اور جب کوئی حدیث سنی تو سینے میں محفوظ ہو گئی۔احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ علم میں معمر سے کوئی بھی بڑھ کر نہیں تھا وہی سب سے پہلے یمن کی طرف گئے تھے۔ابن معین کا بیان ہے کہ زہری کی حدیثوں کو ابن عیینہ سے زیادہ معمر جانتے تھے بلکہ سارے لوگوں میں زہری کی حدیثوں کو سب سے زیادہ، مالک، معمر اور یونس جانتے تھے۔ابن جریج کا کہنا ہے کہ معمر کے پاس بھرپور علم تھا۔احمد بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ معمر نے یمن کے شہر صنعا میں سکونت اختیار کی اور وہیں شادی کر لی۔ان کے پاس سفیان گئے اور ان سے حدیثیں سنیں ان سے انھوں نے بھی حدیثیں سنی تھیں۔ان کے وثاقت و جلالت علمی پر سبھی کا اتفاق ہے۔ان سے بخاری اور مسلم نے روایت کی تھی ۱۵۳ھ یا ۱۵۴ھ میں ۵۸ سال میں انتقال کیا تھا''۔(۲)

ا۔الانساب، ج ۱۱، ص ۵۴۶، مادہ المہلبی۔

۲۔تھذیب الاسماء واللغات، ج ۲، ص ۱۰۷، نمبر ۱۵۵۔

ج: ذہبی لکھتے ہیں: ''معمر بن راشد بصری امام وحجت اور بڑے علماء میں تھے۔ وہ یمن کے عالم تھے اور انھوں نے زہری، قتادہ، عمرو بن دینار، زیاد بن علاقہ، یحییٰ بن ابی کثیر، محمد بن ابی زیاد جمحی اور ان کے ہم طبقوں سے روایت کی ہے اور ان سے دونوں سفیان، ابن مبارک، غندر، ابن علیہ، یزید بن زریع، عبدالاعلی، ہشام بن یوسف اور عبدالرزاق وغیرہ نے روایت کی ہے۔ احمد کا بیان ہے کہ معمر کو جس سے بھی ملایا جائے وہ اس سے افضل نظر آئیں گے۔ یحییٰ بن معین کا کہنا ہے کہ وہ زہری کی حدیثوں کو سب سے زیادہ صحیح طور سے بیان کرتے تھے۔ عبد الرزاق کا بیان ہے کہ میں نے معمر سے دس ہزار حدیثیں لکھی تھیں۔ عبدالواحد بن زیاد کا کہنا ہے کہ میں نے معمر سے پوچھا کہ آپ نے کس طرح ابن شہاب سے حدیثیں سنیں؟ جواب دیا میں طاحیہ کے ایک قبیلہ کا غلام تھا مجھے جامہ بیچنے کے لئے بھیجا گیا۔ جب میں مدینہ پہنچا تو ایک گھر میں ایک شیخ کو دیکھا جس کے سامنے لوگ حدیثیں بیان کر رہے تھے چنانچہ میں نے بھی اپنی حدیثیں ان کو سنائیں۔ معمر کا بیان ہے کہ جس سال حسن بصری کا انتقال ہوا اسی سال سے کسب علم شروع کیا اور چودہ سال کی عمر میں جو بھی قتادہ سے سنا وہ سینے میں محفوظ ہو گیا۔ سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ مجھ سے سعید بن ابی عروبہ نے کہا کہ میں نے تمہارے معمر سے روایتیں کی ہیں انھیں لائق تعظیم پایا تھا۔ ابن جریج کا کہنا ہے کہ معمر کی پیروی کرنا کیونکہ ان کے زمانے میں ان سے بہتر عالم کوئی اور نہیں ہے۔ عبدالرزاق کا بیان ہے کہ معن بن زائدہ نے معمر کے پاس تھوڑا سونا بھیجا مگر اسے انھوں نے پلٹا دیا اور اس بات کو کسی سے نہیں کہا۔ یمن کے یہی وہ پہلے عالم ہیں جنھوں نے کتاب لکھی تھی'' (۱) ذہبی نے اسی سے ملتے جلتے مطالب دوسری کتاب میں بھی لکھے ہیں۔ (۲) اور تقریباً انھیں باتوں کو خطیب تبریزی اور عبدالحق دہلوی نے رجال مشکوۃ میں بیان کئے ہیں کیونکہ دونوں ہی کی کتابیں حدیث کی کتاب مشکوۃ کے راویوں کے بارے میں ہیں۔

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص۱۴۲، نمبر۱۸۴۔
۲۔ الکاشف، ج۳، ص۱۴۶، نمبر۵۶۴۲۔

۳۔ زہری، احوال وآثار

ا۔ ابن حبان لکھتے ہیں: ''ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن حرث بن زہرہ بن کلاب زہری قرشی نے دس اصحاب نبی کا دیدار کیا تھا وہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے حافظ حدیث اور متون حدیث کو سب سے اچھی طرح جانتے تھے۔ وہ فقیہ و فاضل تھے اور ان سے بہت سارے محدثین نے روایت کی ہے۔ ۱۷ ماہ رمضان ۱۲۴ھ کو انتقال ہوا اور حسب وصیت شام کے اطراف میں، بیدا میں دفن کئے گئے'' (۱)

ب: سمعانی لکھتے ہیں: ''زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب سے منسوب ہونے کی وجہ سے ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن شہاب کو زہری کہا جاتا تھا۔ وہ مدینہ کے تابعی تھے جنھوں نے دس اصحاب پیغمبر کا دیدار کیا تھا۔ وہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے حافظ اور متون حدیث کو سب سے زیادہ پہچانتے تھے۔ وہ فقیہ و فاضل تھے جن سے محدثین نے روایت کی ہے۔ سہ شنبہ ۱۷ ماہ رمضان ۱۲۴ھ کو انتقال ہوا اور اطراف شام میں، بیدا میں دفن کئے گئے جن کی زیارت کی جاتی ہے''۔ (۲)

ج: ذہبی لکھتے ہیں: ''ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب زہری بڑے علماء میں تھے۔ انھوں نے ابن عمر، سہل اور ابن مسیب سے روایت کی تھی۔ ان سے مروی ابو ہریرہ کی حدیثیں سنن ترمذی میں اور ان سے مروی رافع بن خدیج کی حدیثیں سنن نسائی میں موجود ہیں۔ ان سے یونس، معمر اور مالک نے روایت کی ہے۔ ابن مدینی کے بقول ان سے دو ہزار حدیثوں کی روایت ہوئی ہے۔ ابوداؤد کا کہنا ہے کہ زہری سے ایک ہزار سے زیادہ حدیثیں اسناد کے ساتھ نقل ہوئی ہیں۔ ان سے دو ہزار ایک سو حدیثیں نقل ہوئی ہیں جن میں آدھی سند کے ساتھ ذکر ہوئی ہیں۔ ماہ رمضان ۱۲۴ھ میں انتقال ہوا تھا''۔ (۳)

۱۔ الاکمال فی اسماء الرجال، ج۳، ص۷۶۵۔
۲۔ الانساب، ج۶، ص۳۲۸، مادہ الزہری۔
۳۔ الکاشف، ج۳، ص۸۵، نمبر۵۲۳۸۔

د: شیخ عبدالحق دہلوی "رجال مشکوۃ" میں ابوابراہیم اشہلی کے حالات میں لکھتے ہیں: "وہیب بن خلد کا کہنا ہے کہ زہری سے زیادہ پڑھا لکھا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ پوچھا گیا حسن بھی ان کے برابر نہیں تھے بولے زہری کے برابر کوئی بھی نہ تھا۔ ابوبکر ذہبی کا بیان ہے کہ میں حسن اور ابن سیرین کی مجلس میں بیٹھا مگر انھیں زہری سے اعلم نہیں پایا۔ معمر کا کہنا ہے کہ نہ حماد بن ابی سلیمان جیسا کوئی ان کے فن میں تھا نہ ہی زہری جیسا ان کے فن میں۔ ابوبکر بن منجویہ کا کہنا ہے کہ زہری نے دس اصحاب نبی کو دیکھا تھا وہ اپنے زمانے کے بہت بڑے حافظ حدیث اور متون حدیث کو سب سے زیادہ پہچانتے تھے۔ وہ فقیہ و فاضل تھے۔ ابن سعد کا بیان ہے زہری ثقہ، بہت زیادہ حدیثوں کی روایت کرنے والے اور فقیہ جامع الشرائط تھے"۔

ھ: یافعی لکھتے ہیں: "اس سال ماہ رمضان ۱۲۴ھ میں امام ابوبکر محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب زہری کا انتقال ہوا جو بہت بڑے فقیہ و محدث اور تابعی تھے، وہ سات فقہاء کا علم رکھے ہوئے تھے۔ انھوں نے دس صحابہ سے روایت کی تھی اور سہل بن سعد اور انس بن مالک وغیرہ سے سمع حدیث کیا تھا اور ان سے مالک بن انس، سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ جیسے ائمہ حدیث نے روایت کی ہے۔ ابن مدینی کے بقول زہری کی دو ہزار حدیثیں ہیں انھوں نے سات فقہاء کا علم محفوظ کر رکھا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز کا کہنا ہے کہ گذشتوں کی سنت زہری سے زیادہ جاننے والا اب کوئی نہیں بچا۔ مکحول کا بھی یہی کہنا ہے۔ لیث نے ابن شہاب سے نقل کیا ہے کہ میں نے جو بھی علم حاصل کیا اس میں سے ذرہ برابر فراموش نہیں کیا۔ دیگر علماء کا کہنا ہے کہ وہ ہشام بن عبدالملک کی نظر میں بہت ہی معزز تھے ایک مرتبہ اس نے انھیں سات ہزار دینار عطا کئے تھے، مگر عمرو بن دینار کا کہنا ہے کہ زہری کی نظر میں سب سے زیادہ ذلیل شئی درہم و دینار تھے۔ درہم و دینار کو وہ جانور کی غلاظت جیسا سمجھتے تھے"(۱)

و: خطیب تبریزی لکھتے ہیں: "زہری، زہرہ بن کلاب بن مرہ سے منسوب ہیں اور اسی نسبت

۱۔ مرأۃ الجنان وقائع ۱۲۴ھ، ج۱، ص۲۰۴۔

سے انھیں شہرت حاصل ہے۔ ان کا نام ابوبکر محمد بن عبداللہ بن شہاب تھا جو فقہاء و محدثین اور مدینہ کے ایک بڑے تابعی علماء میں تھے، انھوں نے چند صحابی سے حدیثیں سنی تھیں اور ان سے قتادہ اور مالک ابن انس جیسے بہت سارے محدثین نے روایت کی ہے۔ عمر بن عبدالعزیز کی نظر میں ان سے زیادہ گذشتوں کی سنت سے کوئی اور واقف نہیں تھا۔ جب مکحول سے اعلم کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے ابن شہاب کا نام لیا تھا۔ ماہ رمضان ۱۲۴ھ میں انتقال ہوا تھا"۔(۱)

ز: ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: "محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن حارث بن زہرہ بن کلاب قرشی زہری کی کنیت ابوبکر ہے۔ وہ فقیہ و حافظ تھے اور ان کی جلالت علمی اور اتقان نظر پر سب کا اتفاق ہے۔ وہ چوتھے طبقہ کے راس و رئیس ہیں۔ ۱۲۵ھ یا اس سے ایک دو سال پہلے یا اس کے بعد انتقال ہوا تھا"۔(۲)

ح: جلال الدین سیوطی "اسعاف المبطا" میں لکھتے ہیں: "ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب مدنی جید علماء میں تھے۔ انھوں نے سہل بن سعد، ابن عمر، جابر اور انس جیسے صحابہ اور ان کے بعد والوں سے روایت کی اور ان سے ابوحنیفہ، مالک، عطا بن ابی رباح، عمر بن عبدالعزیز، عمر بن دینار، ابن عیینہ، اوزاعی، لیث اور ابن جریج جیسے محدثین نے روایت کی ہے۔ ابوبکر بن منجویہ کے بقول انھوں نے دس صحابی نبی کا دیدار کیا تھا، وہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے حافظ اور متون حدیث کو سب سے زیادہ پہچانتے تھے وہ فقیہ و فاضل تھے۔۔ ۱۲۴ھ میں انتقال ہوا تھا"۔(۳)

زہری کے بارے میں مذکورہ ساری باتیں عبدالحق دہلوی نے "رجال مشکوۃ" میں ایک ہی جگہ بیان کی ہیں۔

۱۔ الاکمال فی اسماء الرجال، ج۳، ص۶۵۳۔
۲۔ تقریب التھذیب، ج۲، ص۵۵۲، نمبر ۸۴۵۶۔
۳۔ اسعاف المبطا برجال الموطا، ص۷۔

۴۔سعید بن مسیب، احوال و آثار

ا۔ابن حبان لکھتے ہیں: ''سعید بن مسیب بن حزن بن ابی وہب بن عمرو بن عائشہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن نفطہ مخزومی قرشی کی کنیت ابو محمد تھی جو حضرت عمر کی خلافت کے دوسرے سال پیدا ہوئے تھے۔ان کی ماں عثمان بن حکیم بن امیہ بن حارثہ کی بیٹی تھیں۔وہ فقیہ، دیندار، متقی و پرہیزگار، عالم و فاضل اور جلیل القدر تابعی تھے۔ان کے باپ تیل کی تجارت کرتے تھے۔سعید تابعیوں کے سردار، حجاز کے سب سے بڑے فقیہ اور خوابوں کی سب سے اچھی تعبیر کرتے تھے۔چالیس سال تک مؤذن نے اذان نہیں دی مگر یہ کہ سعید مسجد میں نظر آئے وہ نماز کے انتظار میں رہتے تھے۔بیان کیا جاتا ہے کہ انھیں نے عثمان و علیؑ کے درمیان صلح کرائی تھی۔جب عبدالملک کی بیعت کی گئی اور اس نے بعد میں لوگوں سے ولید اور سلیمان کی بیعت لی تو سعید نے اس بات کو پسند نہیں کیا تھا اور عبدالملک کی بیعت نہیں کی تھی۔ایک مرتبہ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری نے سعید سے کہا تم جس جگہ نماز پڑھتے ہو ہشام بن اسماعیل (والی مدینہ) تمھیں دیکھتا ہے لہذا جگہ بدل دو تا کہ وہ تمھیں نہ دیکھ سکے، سعید نے جواب دیا جس جگہ چالیس سال سے نماز پڑھ رہا ہوں اس کو چھوڑ نہیں سکتا۔پھر وہ عمرہ کے لئے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ میں ہرگز کسی کام کے لئے اپنے بدن کو رنجش میں مبتلا نہیں کر سکتا نہ ہی اس کے لئے مال خرچ کر سکتا ہوں جس میں نیت پاک نہ ہو۔عبدالرحمٰن نے کہا اب تو عبدالملک کی بیعت کر لو۔سعید نے عبدالرحمٰن کو جواب دیا خدا نے جس طرح تجھے آنکھوں کا اندھا کیا ہے اگر دل کا بھی اندھا بنا دیا تو پھر میں کیا کروں گا؟ اور یہ کہہ کر بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ہشام بن اسماعیل نے عبدالملک کو خط کے ذریعے پورے ماجرا سے باخبر کیا۔عبدالملک نے جواب میں لکھا: سعید سے ہم کو خطرہ نہیں ہے اور اگر خطرہ محسوس کرتا تو ہماری بیعت کی دعوت دینا اگر قبول نہ کرے تو تیس تازیانے مارنا، چنانچہ ہشام نے ایسا ہی کیا اور سعید کے انکار کرنے پر تیس تازیانے مارے سنہ ۹۳ھ یا ۹۴ھ میں انتقال ہوا اور بعض کا کہنا ہے ۱۰۵ھ میں انتقال ہوا تھا''۔(۱)

ا۔کتاب الثقات، ج ۲، ص ۱۶۵، نمبر ۱۲۸۹۔

ب: ذہبی لکھتے ہیں: ''ابو محمد سعید بن مسیب مخزومی امام، شیخ الاسلام، فقیہ مدینہ اور جلیل القدر تابعی تھے۔خلافت عمر کے دوسرے سال پیدا ہوئے اور عمر کی کچھ تقریروں کے علاوہ عثمان، زید بن ثابت، عائشہ، سعد اور ابو ہریرہ وغیرہ سے حدیثیں سنی تھیں۔وہ وسیع معلومات والے، معزز و محترم، دیانتدار و حق گو تھے۔اسامہ بن زید نے نافع کے توسط سے ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ سعید بن مسیب مفتی تھے۔احمد بن حنبل وغیرہ کا کہنا ہے کہ سعید کے مرسلات، صحاح کے مانند ہیں۔قتادہ، زہری اور مکحول وغیرہ کا کہنا ہے کہ سعید بن مسیب سے اعلم کسی کو نہیں دیکھا۔علی بن مدینی کا کہنا ہے کہ تابعین میں وسیع علم والا سعید کے علاوہ کوئی نہیں ہے وہ میری نظر میں اجل تابعین میں ہیں۔عجلی وغیرہ کا کہنا ہے کہ سعید حکام کے عطائے قبول نہیں کرتے تھے ان کے پاس چار سو دینار تھے جس سے تیل وغیرہ کی تجارت کرتے تھے۔سعد بن ابراہیم کا بیان ہے کہ میں نے سعید بن مسیب کو کہتے سنا کہ قضاوت رسولؐ خدا و ابوبکر و عمر کو مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔واقدی کا کہنا ہے کہ مجھ سے ہشام سور نے زہری سے نقل کیا کہ سعید نے زید بن ثابت، سعد بن ابی وقاص، ابن عباس اور ابن عمر سے کسب علم کیا اور عثمان و علی و صہیب سے حدیثیں سنیں۔ان کی زیادہ تر حدیثیں ابو ہریرہ کی ہیں کیونکہ وہ ان کے داماد تھے۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قضاوت عمر و عثمان کو ان سے زیادہ کوئی نہیں جانتا تھا اسی بات کا اعتراف معمر نے زہری کے توسط سے کیا ہے۔قتادہ کا بیان ہے حسن بصری کو جب بھی کوئی علمی مشکل پیش آتی تھی تو وہ خط کے ذریعے سعید بن مسیب سے حل کرتے تھے۔حماد بن زید نے یزید بن حازم سے نقل کیا ہے کہ مسیب برابر روزہ رکھتے تھے اور عبدالرحمٰن بن حرملہ نے خود سعید سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے چالیس مرتبہ حج کئے تھے۔مالک نے سعید بن مسیب سے نقل کیا ہے کہ میں (سعید) کئی شب و روز کے بعد صرف ایک حدیث حاصل کر پایا تھا۔ابو یونس قوی کا بیان ہے کہ میں مسجد میں داخل ہوا دیکھا سعید تنہا بیٹھے ہوئے ہیں۔تنہائی کی علت جب پوچھی تو بولے لوگوں کو مجھ سے ملنے سے منع کیا گیا ہے۔اس کے سن وفات میں اختلاف ہے قوی روایت کے مطابق

۹۴ھ میں انتقال ہوا تھا" (۱) نیز وہ لکھتے ہیں: "امام ابو محمد سعید بن مسیب بن حزن مخزومی بہت بڑے عالم اور تابعیوں کے سید و سردار تھے۔ انھوں نے عمر و عثمان و سعد سے اور ان سے زہری، قتادہ اور یحییٰ بن سعید نے روایت کی ہے۔ وہ ثقہ، حجت، فقیہ اور علم و عمل کے لحاظ سے بلند مرتبہ عالم تھے۔ ۷۹ سال کی عمر میں ۹۴ھ میں انتقال ہوا"۔ (۲)

ج: خطیب تبریزی لکھتے ہیں: "ابو محمد سعید بن مسیب قرشی مخزومی مدنی کی ولادت عمر کے خلافت کے دوسرے سال میں ہوئی تھی وہ تابعین کے سردار اور طبقہ اولیٰ میں تھے جن میں فقہ و حدیث اور زہد و عبادت اکٹھا ہو گئے تھے۔ حدیث ابو ہریرہ کو بھی وہ سب سے زیادہ جانتے تھے اور قضایائے عمر سے بھی سب سے زیادہ واقف تھے۔ انھوں نے بہت سارے صحابہ سے ملاقاتیں کر کے ان سے روایتیں کیں اور ان سے زہری جیسے بہت سارے تابعین نے روایت کی ہے۔ مکحول کا بیان ہے کہ حصول علم کی خاطر میں نے بہت خاک چھانی مگر سعید بن مسیب سے زیادہ پڑھا لکھا کسی کو نہ پایا۔ خود سعید نے کہا تھا کہ میں نے چالیس حج کئے تھے ۹۳ھ میں انتقال ہوا تھا" (۳)

د: ابن حجر لکھتے ہیں: "نافع نے ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ سعید، مفتیوں میں سے ایک مفتی ہیں عمرو بن میمون نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ میں نے مدینہ میں آ کر اعلم مدینہ کے بارے میں پوچھا لوگوں نے سعید بن مسیب کی طرف راہنمائی کی۔ ابن شہاب نے عبداللہ بن ثعلبہ سے نقل کیا ہے کہ اگر فقہ چاہئے تو سعید بن مسیب سے حاصل کرو۔ قتادہ کا کہنا ہے کہ سعید سے زیادہ حلال وحرام کو جاننے والا کسی اور کو نہیں دیکھا۔ محمد بن اسحاق نے مکحول سے نقل کیا ہے کہ حصول علم کی خاطر چپہ چپہ گھوما مگر سعید سے زیادہ پڑھا لکھا کسی کو نہیں پایا۔ سلیمان بن موسیٰ کا کہنا ہے کہ وہ تابعین کی فقیہ ترین فرد تھے۔۔۔۔ دوری کے بقول ابن معین نے کہا تھا کہ یہاں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سعید نے علی و عثمان کے درمیان صلح کرائی تھی مگر یہ بات صحیح نہیں ہے۔

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص۴۴، نمبر ۳۸۔ ۲۔ الکاشف، ج۱، ص۲۹۶، نمبر ۱۹۷۹۔
۳۔ الاکمال فی اسماء الرجال، ج۳، ص۷۶۶

دوری کے بقول ابن معین کہتے تھے کہ میرے نزدیک ابن مسیب کی مرسلات، حسن بصری کی مرسلات سے زیادہ محبوب ہیں۔ ابو طالب کا بیان ہے کہ احمد کے سامنے سعید بن مسیب کا نام لیا بولے سعید جیسا کون ہے وہ اہل خیر کے درمیان ثقہ ہے۔ پوچھا سعید سے مروی عمر کی حدیث حجت ہے، جواب دیا ہمارے نزدیک حجت ہے کیونکہ انھوں نے عمر کو دیکھا بھی تھا اور ان سے حدیثیں بھی سنی تھیں۔ اب اگر سعید سے مروی عمر کی حدیث قبول نہ کی جائے تو پھر کس کی حدیث قبول کی جائے گی۔ میمون اور احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ سعید کی مرسلات صحاح کے برابر ہیں ان کی مرسلات سے صحیح تر حدیثیں نہیں دیکھیں۔ عثمان حارثی نے احمد سے نقل کیا ہے کہ تابعین میں افضل سعید بن مسیب ہیں۔ ابن مدینی کا بیان ہے کہ تابعین میں سعید بن مسیب سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے۔ ان کا کسی بات کا کہنا ہی اس کے اعتبار کے لئے کافی ہے وہ میری نظر میں جلیل القدر تابعی ہیں۔ شافعی نے ربیع سے نقل کیا ہے کہ ابن مسیب کی مرسل حدیثیں میری نظر میں حسن ہیں۔ لیث نے یحییٰ بن سعید سے نقل کیا ہے کہ عمر کی حدیثوں کی کثرت روایت کی وجہ سے ابن مسیب کا راوی عمر نام پڑ گیا ہے وہ احکام اور قضاوت عمر کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔ ابراہیم بن سعد نے اپنے باپ سے سعید کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ قضاوت رسول خدا وابوبکر و عمر کو مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا اور ابراہیم نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ میرا خیال ہے کہ عثمان کا بھی ذکر کیا تھا۔ مالک کا کہنا ہے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ عبد اللہ بن عمر کسی کو سعید ابن مسیب کے پاس بھیج کر بعض دستورات عمر کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ مالک ہی کا کہنا ہے کہ سعید نے عمر کو درک نہیں کیا تھا مگر جب وہ بڑے ہوئے تو دستورات عمر کو بیان کرنے لگے۔ قتادہ کا کہنا ہے کہ حسن بصری جب بھی علمی مشکلات سے دوچار ہوتے تھے سعید بن مسیب کے پاس حل مشکل کے لئے خط لکھتے تھے۔ عجلی کا کہنا ہے کہ وہ مرد صالح وفقیہ تھے وہ کسی سے کچھ نہیں لیا کرتے تھے تیل کے کاروبار سے اپنا خرچ چلاتے تھے۔ ابوزرعہ نے انھیں مدنی، قرشی، ثقہ اور امام کہا ہے۔ ابو حاتم کا کہنا ہے کہ تابعین میں ان جیسا کوئی نہیں تھا وہ احادیث ابو ہریرہ کو سب سے اچھی طرح بیان کرتے تھے۔ واقدی کا بیان

ہے کہ ان کا ۹۴ھ میں خلافت ولید میں ۷۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا تھا۔ابو نعیم نے سن وفات ۹۳ھ بتایا ہے۔میں (ابن حجر) کہتا ہوں کہ اگر اس روایت کو صحیح مانیں کہ وہ خلافت عمر کے دوسرے سال پیدا ہوئے تھے تو اس لحاظ سے ان کی عمر ۷۹ سال ہوئی۔ابن حبان نے ان کے فقہ و دینداری و زہد و تقویٰ اور وثاقت کی تعریف و تمجید کی ہے"(۱) ابن حجر نے دوسری کتاب میں بھی ان کے علم و تقویٰ اور وثاقت کی تعریف کی ہے۔(۲)

ھ: سیوطی لکھتے ہیں: "ابو محمد سعید بن مسیب بن حزن بن ابی وہب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم مخزومی مدنی فقہاء تابعین کے سردار تھے انھوں نے اپنے باپ اور عمر سے روایت کی ہے گرچہ عمر سے سمع حدیث میں اختلاف ہے۔نیز عثمان، علی اور ابوموسیٰ سے اور ان سے زہری اور یحییٰ بن سعید وغیرہ نے روایت کی ہے۔قتادہ کا بیان ہے سعید سے زیادہ کسی اور کو حلال و حرام کا جاننے والا نہیں دیکھا۔مکحول کا کہنا ہے کہ ان سے اعلم کسی کو نہیں پایا۔سلیمان نے انھیں افقہ تابعین، احمد نے افضل تابعین، ابن مدینی نے اعلم تابعین اور اجل تابعین اور ابن حبان نے سید التابعین کہا ہے۔شافعی اور احمد وغیرہ کا کہنا ہے کہ ابن مسیب کے مراسیل، صحاح جیسے ہیں ۱۵ھ یا ۱۷ھ یا ۲۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۳ھ یا ۹۴ھ میں انتقال کیا"(۳)

و: عبدالحق دہلوی "رجال مشکوٰۃ" میں لکھتے ہیں: "امام ابو محمد سعید بن مسیب بن حزن قرشی مدنی مدینہ کے سات فقہا میں سے ایک تھے ۱۵ھ یا خلافت عمر کے چوتھے سال پیدا ہوئے تھے۔وہ تابعوں کے سردار تھے جن میں فقہ و حدیث اور زہد و تقویٰ اکٹھا ہو گئے تھے۔وہ ثقہ، حجت، فقیہ اور علم و عمل میں چوٹی کے آدمی تھے۔انھوں نے امام زین العابدین سے روایت کی تھی اور انھوں نے انھیں اعلم الناس میں کہا تھا۔کہا جاتا ہے کہ تابعین میں ان سے زیادہ پڑھا لکھا کوئی اور نہیں تھا۔وہ حدیث ابو ہریرہ اور قضایائے عمر کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔انھوں

۱۔تھذیب التھذیب، ج۴، ص۸۴، نمبر ۱۳۵۔

۲۔تقریب التھذیب، ج۱، ص۳۱۲، نمبر ۲۳۷۰۔

۳۔اسعاف المبطا برجال الموطا، ص۱۷۔

نے کئی صحابہ سے ملاقات کی اور ان سے روایتیں نقل کیں۔انھوں نے عثمان، علی، عائشہ اور ام سلمیٰ سے اور ان سے زہری، قتادہ، یحییٰ بن سعید اور بہت سارے تابعین نے روایت کی ہے۔مکحول اور ابن اسحاق نے اعلم اور زہری اور مکحول نے افقہ کہا ہے۔یحییٰ کے نزدیک ان کی مرسلات، حسن بصری کے مرسلات سے بہتر ہیں۔شافعی صرف مراسیل ابن مسیب کو حجت مانتے تھے کیونکہ ان کی نظر میں مراسیل سعید، مسانید جیسے تھے۔ابن مدینی کا کہنا ہے کہ تابعین کی اعلم فرد سعید بن مسیب کی ہے۔روایت کے مطابق انھوں نے چالیس حج کیے تھے۔اذان سے پہلے مسجد میں پہنچتے تھے اور صف اول میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔۷۹ یا ۸۰ سال کی عمر میں ۹۴ھ میں انتقال ہوا"۔

۵۔ابو ہریرہ، احوال و آثار

اہلسنت کی نظر میں ابو ہریرہ بزرگ صحابی اور بلند مقام امام ہیں جن کی تعدیل و توثیق کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان لوگوں کے بقول قرآن نے سارے صحابہ کی تعریف کی ہے اور پیغمبر اسلام نے سارے صحابہ کی عمومی طور سے اور ابو ہریرہ کی خصوصی طور سے فضیلت بیان کی ہے۔اس کے باوجود ان کے بارے میں چند علماء کے بیانات فائدے سے خالی نہیں ہیں:

۱۔ابن عبدالبر لکھتے ہیں: "ابو ہریرہ دوسی، رسولؐ خدا کے صحابی تھے۔دوس ابن عدنان بن عبد اللہ بن زہران بن کعب بن حرث بن کعب بن مالک بن نصر بن ازد بن غوث سے نسبت ہونے کی وجہ سے انھیں دوسی کہا جاتا تھا۔(ان کے اختلاف اسم کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں) وہ فتح خیبر والے سال میں مسلمان ہوئے اور اس میں آپ کے ساتھ ساتھ رہے وہ شوق علم میں صرف پیٹ بھر جانے پر راضی تھے۔ان کا ہاتھ رسولؐ خدا کے ہاتھ کے ساتھ ساتھ تھا جدھر آنحضرتؐ جاتے تھے وہ ادھر جاتے تھے۔وہ اصحاب نبیؐ کے درمیان سب سے زیادہ حدیثیں حفظ کیے ہوئے تھے۔ابو ہریرہ اسی مجلس میں جاتے تھے جہاں مہاجرین و انصار نہیں جاتے تھے کیونکہ مہاجرین تجارت میں اور انصار باغوں میں لگے رہتے تھے۔خود رسولؐ خدا نے ان کے علم و حدیث سے دلچسپی کی گواہی دی تھی۔ایک مرتبہ ابو ہریرہ نے رسولؐ خدا سے کہا کہ

میں نے آپ سے بہت زیادہ حدیثیں سنی ہیں مگر ڈر ہے کہ کہیں بھول نہ جاؤں۔ حضرتؐ نے فرمایا اپنی ردا پھیلاؤ۔ میں (ابو ہریرہ) نے ردا پھیلائی آپ نے اپنی مٹھی سے کچھ اٹھایا اور اس میں ڈالا اور پھر فرمایا اب اسے سمیٹ لو۔ اس کے بعد تو میں کچھ بھی نہ بھولا۔ (امام) بخاری کا بیان ہے کہ آٹھ سو صحابی اور تابعین نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ ان صحابی میں ابن عباس، ابن عمر، جابر، انس، واثلہ بن اسقع اور عائشہ وغیرہ ہیں۔ عمر بن خطاب نے انھیں بحرین کا گورنر بنایا تھا مگر پھر معزول کر دیا تھا۔ بعد میں کسی اور جگہ کا گورنر بنانا چاہا مگر انھوں نے انکار کر دیا تھا اور مدینہ میں ہی رہ کر اس دنیا کو خیر باد کیا تھا۔ ہم سے ابوشا کر نے بیان کیا انھوں نے ابو محمد اصیلی سے انھوں نے ابوعلی صواف سے بغداد میں انھوں نے عبداللہ بن احمد بن حنبل سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے وکیع سے انھوں نے اعمش سے اور انھوں نے ابو صالح سے روایت کی ہے کہ ابو ہریرہ سارے صحابہ سے زیادہ حدیثیں حفظ کئے ہوئے تھے اور ان سب سے افضل تھے۔ خلیفہ بن خیاط کا کہنا ہے کہ ۷۸ سال کی عمر میں ۵۷ھ میں انتقال ہوا تھا اور ابن نمیر نے سن وفات ۵۹ھ ذکر کیا ہے، ان کی نماز جنازہ ولید بن عتبہ بن ابوسفیان نے پڑھائی تھی جو ان دنوں مروان کے معزول ہونے کی وجہ سے مدینہ کا حاکم تھا"۔(۱)

ب: ابن اثیر لکھتے ہیں: "ابو ہریرہ دوسی، رسولؐ خدا کے صحابی تھے۔ انھوں نے سب سے زیادہ احادیث نبیؐ بیان کی تھی۔ ان کے نام کے بارے میں جتنا اختلاف پایا جاتا ہے اتنا کسی اور کے نام میں اختلاف نظر نہیں آتا۔ کسی نے عبداللہ بن عامر تو کسی نے برید بن عشرقہ، کسی نے سکین بن دومہ تو کسی نے عبداللہ بن عبدشمس، کسی نے عبدشمس تو کسی نے عبدفہم تو کسی نے عبد غنم بتایا ہے۔ البتہ محرر بن ابو ہریرہ نے کہا ہے کہ میرے باپ کا نام عبدعمرو بن عبد غنم ہے۔ مگر اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ اسلام لانے کے بعد ان کا نام بدل گیا ہوگا اس لئے کہ رسولؐ خدا کسی کا بھی عبدشمس یا عبد غنم یا عبدالعزیٰ نام نہیں رکھنے دیتے تھے اسی لئے کہا گیا ہے کہ دور

۱۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج۴، ص۲۰۲، برحاشیہ اصابہ۔

جاہلیت میں ان کا نام عبدشمس تھا مگر اسلام آنے کے بعد ان کا نام عبداللہ یا عبدالرحمٰن ہوگیا تھا۔ خود ابو ہریرہ سے نقل کیا گیا ہے کہ دور جاہلیت میں میرا نام عبدشمس تھا مگر بعد میں رسولؐ خدا نے میرا نام عبدالرحمٰن رکھ دیا اور ابو ہریرہ اس لئے کنیت ہوئی کہ مجھے ایک بلی ملی جسے میں نے آستین میں رکھ لیا جس کو دیکھ کر مجھے کہا گیا تم ابو ہریرہ ہو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسا دیکھ کر خود رسولؐ خدا نے ابو ہریرہ پکارا تھا۔ فتح خیبر والے سال میں اسلام لائے اور اس جنگ میں آنحضرتؐ کے ہمراہ رہے پھر حصول علم کا ایسا شوق پیدا ہوا کہ پھر ہر وقت آنحضرتؐ کے ساتھ رہنے لگے بلکہ آپ نے ان کے لئے دعا بھی کی تھی۔ ہم سے ابراہیم وغیرہ نے ابوعیسیٰ سے انھوں نے ابوموسیٰ سے انھوں نے عثمان بن عمر سے انھوں نے ابن ابی ذئب سے انھوں نے سعید مقبری سے اور انھوں نے ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے کہ میں (ابو ہریرہ) نے رسولؐ خدا سے کہا کہ میں آپ سے جو بھی سنتا ہوں وہ ذہن میں محفوظ نہیں رہ پاتا، حضرتؐ نے فرمایا اپنی ردا بچھاؤ، میں نے ردا بچھائی اور آپ نے بہت زیادہ حدیثیں بیان کیں پھر وہ حدیثیں ذہن سے نہیں نکل پائیں۔ ابن عمر نے ابو ہریرہ سے کہا تھا کہ تم ہی سب سے زیادہ رسولؐ خدا کے ہمراہ رہے اور تم ہی نے آنحضرتؐ کی سب سے زیادہ حدیثیں حفظ کیں۔ زہری نے اعرج سے نقل کیا ہے کہ میں (اعرج) نے ابو ہریرہ کو لوگوں سے کہتے سنا کہ تم لوگ کہتے ہو کہ ابو ہریرہ بہت زیادہ حدیث نبیؐ بیان کرتا ہے اب اگر غلط بیانی سے کام لوں تو خدا اس کی سزا دے گا۔ میں ایک مسکین تھا جو رسولؐ خدا کے دیئے پر پیٹ بھرتا تھا جب کہ مہاجرین بازار کے چکر لگاتے تھے تو انصار مال کی حفاظت میں لگے ہوئے تھے، اور حضرتؐ نے فرمایا تھا کہ جو بھی اپنا لباس (دامن) پھیلائے گا وہ جو بھی مجھ سے سنے گا فراموش نہیں کرے گا چنانچہ میں نے اس پر عمل کیا اور پھر کچھ بھی نہیں بھولا۔ بخاری کے بقول آٹھ سو صحابی و تابعین نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے۔ خلیفہ نے ۵۷ھ اور ہیثم بن عدی نے ۵۸ھ سال وفات بتائی ہے"۔(۱)

۱۔ اسد الغابہ، ج۵، ص۳۲۱، نمبر ۶۳۱۹۔

ج: ذہبی لکھتے ہیں: ''ابو ہریرہ دوسی یمانی حافظ، فقیہ اور صحابیِ نبیؐ تھے۔قول مشہور کے مطابق ان کا نام عبدالرحمٰن تھا جب کہ دور جاہلیت میں عبد شمس سے پکارے جاتے تھے۔جس سال خیبر فتح ہوا اس سال اسلام لائے اور بہت زیادہ احادیث نبیؐ حفظ کیں اور ابوبکر، عمر، ابی بن کعب اور کعب سے روایت کی اور ان (ابو ہریرہ) سے ابومسلم، سعید بن میتب، بشیر بن نہیک، حفص بن عاصم، حمید بن عبدالرحمٰن زہری، حمید بن عبدالرحمٰن حمیری، ابو صالح سمان، خلاس بن عمرو، سالم ابوالغیث، سعید مقبری، ان کے باپ ابوسعید، سعید بن مرجانہ، سلمان اغر، ابوحازم سلمان اشجعی، ابو یونس جبیر، سلیمان بن یسار، شہر بن حوشب، صالح، ضمضم بن جوس، طاؤس، شعبی، ابوادریس خولانی، ابوعثمان نہدی، عبدالرحمٰن اعرج، عراک بن مالک، عکرمہ، عروہ، عطا، مجاہد، ابن سیرین، محمد بن زیاد جمحی، محمد بن موسیٰ بن وردان، نعیم مجمر، نافع غلام ابن عمر اور ہمام بن منبہ جیسے محدثین نے روایت کی تھی۔ وہ علم کا ظرف، بہت بڑے مفتی اور عبادت و تواضع جیسے اوصاف حمیدہ سے متصف تھے بخاری کا کہنا ہے کہ آٹھ سو افراد نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے۔وہ اہل صفہ میں تھے جو تنگ دست تھے اور بھوک کا مزہ چکھے ہوئے تھے۔نبیؐ کے بعد ان کی مالی حالت اچھی ہوگئی تھی اور ثروت مند ہوگئے تھے۔وہ اہل ذکر و اہل عبادت تھے۔انھیں مدینہ کے کئی منصب ملے تھے ایک مرتبہ مدینہ میں مروان کے جانشین بھی بنے تھے وہ شوخ مزاج تھے۔احمد نے اپنی مسند میں ابوکثیر شعمی سے نقل کیا ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: معبودا اپنے اس بندہ، ابو ہریرہ کو اس کی ماں کے ہمراہ مومنین کی نظر میں معزز بنا۔اعمش نے ابوصالح سمان سے نقل کیا ہے کہ اصحاب نبیؐ میں سب سے زیادہ ابو ہریرہ حدیثیں حفظ کئے ہوئے تھے۔بلکہ کہمس کے بقول خود ابو ہریرہ نے یہی ادعا کیا تھا۔ابو داؤد طیالسی کا کہنا ہے کہ عمران قطان نے بکر بن عبداللہ کے توسط سے ابورافع سے نقل کیا ہے کہ ابو ہریرہ نے کعب احبار سے ملاقات کی اور ان سے حدیثیں بیان کیں اور ان سے سوالات کئے بعد میں کعب نے کہا سوائے ابو ہریرہ کے کسی اور کو نہیں دیکھا جو توریت نہ پڑھنے کے باوجود اس کی باتوں سے سب سے زیادہ واقف ہو۔ہیثم نے اپنے اسناد سے نقل کیا ہے کہ ابن

عمر نے کہا اے ابو ہریرہ تم ہی ہم میں سب سے زیادہ رسولؐ خدا کے ساتھ رہے اور ان کی حدیثوں کو سب سے زیادہ جانتے ہو۔ان کی وفات کسی نے ۵۷ھ تو کسی نے ۵۸ھ اور کسی نے ۵۹ھ بتائی ہے''۔(۱)

ایسے راویوں سے مروی حدیث تشبیہ جن سے ارباب صحاح ستہ نے روایت کی ہے اور علماء علم رجال نے ان کی تعریف و توثیق کی ہے، شاہ صاحب (محدث دہلوی) کے دعوے کے جھوٹے ہونے کے لئے کافی نہیں ہے؟

ناقل حدیث پر ایک نظر

عبدالرزاق سے مذکورہ حدیث تشبیہ کو ''معجم الادباء'' میں نقل کرنے والے یاقوت حموی اہلسنت کے بزرگ مصنف اور مشہور ادیب و محقق ہیں بلکہ ابن خلکان کے بقول وہ مخالفین حضرت علیؑ میں ہیں پھر کس طرح ان کی نقل شدہ مذکورہ حدیث تشبیہ کی صحت میں شک کیا جا سکتا ہے۔علماء اہلسنت کی نظر میں جو ان کی عظمت ہے وہ ان کے درجہ ذیل بیانات سے آشکار ہو جائے گی۔

ا۔سمعانی لکھتے ہیں: ''ابوالدر، یاقوت بن عبداللہ رومی، عبداللہ بخاری کے آزاد کردہ اور مشہور تاجروں میں تھے۔انھوں نے یمن، شام اور مصر کا سفر کیا اور ابومحمد عبداللہ بن محمد بن ہزار مرد صریفینی سے حدیث سنی اور بغداد میں ابوطاہر کی، خلاصہ امالی بہ روایت ابن ہزار مردکی، خود ان کے سامنے قرائت کی۔وہ شیخ، وجیہ چہرہ والے اور پرکشش شخصیت کے مالک تھے۔۵۴۳ھ میں (جو کہ غلط ہے) مصر میں انتقال ہوا''(۲)

ب: ابن خلکان لکھتے ہیں: ''ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ رومی حموی کا لقب شہاب الدین تھا جنہیں بچپن میں اسیر کر کے بغداد کے ایک تاجر عسکر بن ابی نصر بن ابراہیم حموی کے ہاتھوں بیچ دیا گیا تھا۔ان کا مالک عسکر سوائے تجارت کے کچھ بھی نہیں جانتا تھا، جب یاقوت بڑے

ا۔تذکرۃ الحفاظ، ج ا، ص ۲۸، نمبر ۱۶۔

۲۔الانساب۔الرومی۔

ہوئے تو نحو ولغت کی کتابیں پڑھیں پھر اپنے مالک کے ساتھ تجارتی کاموں کے لئے کش و عمان وشام جاتے تھے۔ ۵۹۶ھ میں ان میں اور ان کے مالک کے درمیان اختلاف پیدا ہوا جو ان کی آزادی کا باعث بنا اور مالک نے ان کو اپنے سے دور کر دیا اور وہ استنساخ کتاب کے ذریعے کسب معاش کرنے لگے۔ مگر کچھ دنوں کے بعد مالک نے انھیں بلایا اور تجارت کے لئے کچھ مال دیا مگر جب وہ کش کے سفر سے واپس ہوئے تو مالک کا انتقال ہو چکا تھا۔ وہ علی بن ابی طالبؑ کے سخت دشمن تھے کیونکہ انھوں نے خوارج کی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا۔ جنہوں نے ان کے ذہن پر بہت برا اثر چھوڑا تھا۔ ۶۱۳ھ میں وہ دمشق گئے وہاں کے کسی بازار میں رہ کر محبان علیؑ سے مناظرہ کرنے لگے۔ گفتگو کے دوران علی رضی اللہ کی شان میں ایسی گستاخی کی کہ لوگ ان کے دشمن ہو گئے اور قریب تھا کہ وہ انھیں قتل کر دیں مگر کسی طرح ان کی جان بچ گئی۔ جب اس کی خبر حاکم شہر تک پہنچی تو اس نے انھیں بلوایا مگر وہ وہاں سے بھاگ کر حلب پہنچ چکے تھے۔ وہاں سے موصل وہاں سے اربل اور وہاں سے خراسان چلے گئے۔ بغداد جانے سے اس لئے ڈرے کہ دمشق میں ایک بغدادی سے مناظرہ کیا تھا اس لئے خوف تھا کہ کہیں قتل نہ کر دیئے جائیں۔ وہ تاریخی حقائق کے جستجو میں رہتے تھے۔ ارشاد الباء، الی معرفۃ الادباء، معجم البلدان، معجم الادباء، معجم الشعراء (وغیرہ) ان کی تصنیفات ہیں"(۱)

ج: ذہبی لکھتے ہیں: "شہاب الدین یاقوت رومی حموی بغدادی، تاجر، ادیب، مورخ اور کئی کتابوں کے منصف ہیں۔ ان کا ماہ رمضان ۶۲۶ھ میں انتقال ہوا تھا"(۲)

د: یافعی لکھتے ہیں: "شہاب الدین یاقوت رومی حموی بغدادی، تاجر، ادیب اور تاریخ وانساب اور شہروں سے متعلق کتابوں کے مصنف ہیں۔ وہ بچپن میں اسیر کئے گئے اور ایک بغدادی تاجر نے انھیں خریدا جب وہ بڑے ہوئے تو نحو ولغت کی کتابیں پڑھیں۔ ان کا مالک تجارت کے سلسلے میں انھیں اپنے ساتھ لئے رہتا تھا۔ ایک وقت وہ بھی آیا کہ دونوں کے درمیان اختلاف

۱۔ وفیات الاعیان، ج ۳، ص ۲۶۷، نمبر ۷۹۰۔
۲۔ العبر فی خبر من غبر، ج ۲، ص ۲۱۸۔

ہو گیا جس کی وجہ سے مالک نے انھیں آزاد کر کے اپنے سے جدا کر دیا۔ جدا ہونے کے بعد کتابوں کے مطالعہ میں مشغول ہو گئے اور چار جلدوں میں ارشاد الالباء الی معرفۃ الادباء اور قدیم ومتاخر شعراء اور دیگر موضوعات سے متعلق کتابیں لکھیں، علوم ومعارف کے حصول میں ہمیشہ کوشاں رہتے تھے"(۱)

ھ: ابن حجر لکھتے ہیں: "یاقوت رومی کاتب حموی کے بارے میں ابن نجار کا کہنا ہے کہ وہ بڑے ذکی وذہین تھے، انساب کو جاننے کے لئے شام، مصر، بحرین اور خراسان کا سفر کیا اور وہاں کے محدثین سے حدیثیں سنیں اور معجم البلدان، معجم الادباء اور پہاڑوں، نہروں اور اماکن سے متعلق کتاب تصنیف کیں۔ ابن نجار ہی کے بقول وہ صاحب فضل، خوش گفتار، خوش اخلاق اور علم کے عاشق تھے۔ ساٹھ سال سے کم عمر میں ۶۲۶ھ میں حلب میں انتقال ہوا"(۲)

ابن حجر نے یاقوت حموی کی تعریف میں ابن نجار کا جو بیان نقل کیا ہے خود ان (ابن نجار) کی بڑی تعریف و تمجید ہوئی ہے۔ محمد بن شاکر ابن احمد کتبی نے ان کی حافظ کبیر، امام، ثقہ اور حجت جیسے الفاظ سے توصیف کی ہے۔(۳)

یاقوت حموی کی علماء نے جہاں تعریف وتمجید کی ہے وہیں ان کے بیان سے بھی استناد کیا ہے جن میں ایک جلال الدین سیوطی ہیں جنہوں نے متعدد جگہوں پر ان کے اقوال نقل کئے ہیں۔(۴)

۱۔ مرآۃ الجنان وقائع ۶۲۶ھ، ج ۴، ص ۴۸۔
۲۔ لسان المیزان، ج ۶، ص ۲۳۹، نمبر ۸۴۳۔
۳۔ فوات الوفیات، ج ۴، ص ۳۶، نمبر ۴۹۴۔
۴۔ بغیۃ الوعاۃ، ص ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۹۔ ۱۹۸۔

(۲)

روایت احمد بن حنبل

حنبلیوں کے امام، احمد بن حنبل نے حدیث تشبیہ کی بسند صحیح روایت کی ہے۔ چنانچہ ابوجعفر محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی مناقب امیرالمومنین میں لکھتے ہیں:

"احمد بن حنبل نے عبدالرزاق سے انھوں نے معمر سے انھوں نے زہری سے انھوں نے ابن میتب سے اور انھوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے۔ اسی طرح ابن بطہ نے الابانۃ میں اپنے اسناد سے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ دونوں (ابو ہریرہ اور ابن عباس) کا کہنا ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: "من اراد ان ينظر الى آدم فى علمه ،و الى نوح فى فهمه و الىٰ موسىٰ فى مناجاته و الى عيسىٰ فى سمته و الى محمد فى تمامه و كماله و جماله فلينظر الى هذا الرجل المقبل .قال فتطاول الناس اعناقهم فاذا هم بعلى كانما ينقلب فى ضب و ينحل عن جبل .تابعهما انس الا انه قال والى ابراهيم فى خلته و الى يحيىٰ فى زهده و الى موسىٰ فى بطشه فلينظر الى على بن ابى طالب "

جو شخص چاہتا ہے کہ آدم کو ان کے علم کے ساتھ، نوح کو ان کے فہم کے ساتھ، موسیٰ کو ان کے مناجات کے ساتھ، عیسیٰ کو ان کے وقار کے ساتھ اور محمد کو ان کے پورے حسن و جمال کے ساتھ دیکھے تو اسے چاہئے کہ اس آنے والے کو دیکھے۔ اب جو لوگوں نے گردن اٹھا کر دیکھا تو علی تھے جو پہاڑ سے اترنے والے کی طرح آرہے تھے۔ انس نے اس حدیث کو ابو ہریرہ اور ابن عباس ہی کی طرح نقل کیا ہے مگر اس میں اس کا اضافہ ہے:" الى ابراهيم فى خلته ، و الى يحيىٰ فى زهده ، والى موسىٰ فى بطشه ،فلينظر الى على بن ابى طالب "(۱) جو ابراہیم کو ان کی خلت اور خدا سے دوستی کے ساتھ، یحییٰ کو ان کے زہد کے ساتھ اور موسیٰ

۱۔ مناقب ابن شہرآشوب، ج۳، ص۳۰۶۔

کو ان کی ہیبت وصولت کے ساتھ دیکھے وہ علی بن ابی طالبؑ کو دیکھے۔

ناقلِ حدیث، احوال وآثار

احمد بن حنبل کی مذکورہ حدیث کو نقل کرنے والے ابن شہرآشوب کے بارے میں اکابر اہلسنت کے قلم سے نکلے تعریفی اور تحسینی جملے عبقات الانوار کی مجلد غدیر میں نقل کر چکے ہیں، مگر جلدوں کے فاصلے کی وجہ سے ان کی تکرار فائدے سے خالی نہیں ہے۔

الف: صفدی لکھتے ہیں: "ابوجعفر رشیدالدین محمد بن علی بن شہرآشوب شیعہ تھے بلکہ شیعوں کے شیوخ میں سے تھے۔ انھوں نے آٹھ ہی سال میں قرآن کے اکثر حصے حفظ کر لئے تھے۔ وہ اصول تشیع کو بڑی اچھی طرح جانتے تھے۔ ان سے کسب علم کے لئے مختلف شہروں سے لوگ آتے تھے۔ علم قرآن، غرائب القرآن اور نحو میں دوسروں پر سبقت لے گئے تھے۔ بغداد میں زمانہ مقتفی میں منبر سے وعظ کیا تھا جس کو اس نے اتنا پسند کیا کہ انھیں خلعت سے نوازا تھا۔ وہ بڑے حسین وجمیل، سچے، شیریں بیان، علم کثیر کے مالک اور عابد شب زندہ دار تھے۔ وہ ہمیشہ باوضو رہتے تھے۔ ابن ابی طی نے اپنی تاریخ میں ان کی بڑی تعریف کی ہے۔ ۵۸۸ھ میں ان کا انتقال ہوا تھا"(۱)

ب: یعقوب فیروزآبادی لکھتے ہیں: "ابوجعفر رشیدالدین محمد بن علی بن شہرآشوب مازندرانی راسخ العقیدہ شیعہ تھے۔ علم القرآن، لغت اور نحو میں دوسروں پر سبقت لے گئے تھے زمانہ مقتفی میں تقریر وموعظہ کیا تھا جس کو سن کر مقتفی نے خلعت سے نوازا تھا۔ وہ وسیع علم کے مالک، بہت زیادہ عبادت کرنے والے اور ہمیشہ باوضو رہتے تھے۔ الفصول المکنون والمخزون، اسباب نزول القرآن، متشابہ القرآن، الاعلام والطرائق فی الحدود والحقائق اور الجدیدہ ان کی تالیفات ہیں۔ سو سال میں دس مہینے کم عمر پائی اور ۵۸۸ھ میں انتقال ہوا"۔(۲)

۱۔ الوافی بالوفیات، ج۶، ص۲۲۵، نمبر۵۱۵۔

۲۔ البلغۃ فی تراجم ائمۃ النحو واللغۃ، ص۲۴۰، نمبر۳۲۵۔

ج: جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں: ''ابو جعفر رشید الدین محمد بن علی بن شہر آشوب سروی مازندرانی شیعہ عالم تھے۔صفدی کے بقول علم القرآن، غرائب القرآن اور نحو میں دوسروں پر مقدم تھے۔وہ وسیع علم کے مالک اور بہت زیادہ عبادت گزار تھے۔نحو میں الفصول نیز اسباب نزول القرآن، متشابہ القرآن، مناقب علی بن ابی طالب اور المکنون وغیرہ ان کی تالیفات ہیں۔۵۸۸ھ میں انتقال ہوا تھا''۔(۱)

د: شمس الدین داؤدی مالکی لکھتے ہیں: ''ابو جعفر رشید الدین محمد بن علی بن شہر آشوب بن ابی نصر سروری مازندرانی شیوخ شیعہ میں تھے۔حدیثوں پر کام کرنا شروع کیا اور علمائے علم حدیث سے ملاقاتیں کیں، پھر فقہ میں مشغول ہوگئے اور اپنے مذہب کے بہت بڑے فقیہ بن گئے۔ اصول کے بھی چوٹی کے عالم تھے۔علم القرآن، قرائتوں، تفسیر اور نحو میں دوسروں پر سبقت لئے گئے تھے۔وہ اپنے وقت کے امام اور یکتائے زمانہ تھے۔انھوں نے تالیف وتصنیف کا کام بڑے اچھے اسلوب سے انجام دیا ان کی زیادہ کتابیں قرآن وحدیث سے متعلق ہیں۔حدیث ورجال کی تصنیف وتالیف میں ان کو شیعوں میں وہی منزلت حاصل ہے جو اہلسنت میں خطیب بغدادی کو حاصل ہے۔وہ بہت زیادہ علم وفن کے مالک تھے۔شعبان ۵۸۸ھ میں انتقال ہوا۔ ابن ابوطی کا بیان ہے کہ حلب والے ابن بطہ حنبلی اور ابن بطہ شیعی میں فرق نہیں کر پا رہے تھے کہ رشید (ابن شہر آشوب) حلب آئے اور انھوں نے کہا کہ ابن بَطہ (زبر سے) حنبلی تھے اور ابن بُطہ (پیش سے) شیعہ تھے تب لوگ دونوں میں فرق کر پائے''(۲)

اب جب کہ بزرگ علماء اہلسنت کی زبانی ابن شہر آشوب کی عظمت دیکھ لی مثلاً یہ کہ آٹھ سال کی عمر میں قرآن کا اکثر حصہ حفظ کر لئے تھے، صرف سچ بولتے تھے، وسیع علم کے مالک تھے، بہت سارے فنون پر دسترس تھی، بڑے خاشع اور عبادت گزار تھے، علم قرآن وتفسیر وغرائب قرآن ولغت وقرائت ونحو میں سب پر سبقت لئے ہوئے تھے، اپنے وقت کے امام اور یکتائے زمانہ تھے اور علم حدیث میں شیعوں کی نظر میں ان

۱۔بغیۃ الوعاۃ، ص۱۶۵، نمبر۳۰۴۔
۲۔طبقات المفسرین، ج۲، ص۱۹۹، نمبر۵۳۸۔

کو وہی عظمت حاصل ہے جو اہلسنت کی نظر میں خطیب بغدادی کو، تو پھر کس طرح حدیث تشبیہ کی احمد بن حنبل سے ان کے نقل کرنے والی بات غلط ہوسکتی ہے؟

ابن شہر آشوب کے علاوہ خود علماء اہلسنت نے حدیث تشبیہ کو احمد اور بیہقی سے نقل کیا ہے۔چنانچہ ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی ''ہدایۃ السعداء'' کے ہدایۂ اولیٰ کے جلوۂ سابعہ (۷) میں کتاب صحائف سے نقل کرتے ہیں:

''روی احمد و بیھقی فی فضائل الصحابة عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه قال: من اراد ان ینظر الی آدم فی علمه و الی یوشع فی تقواه و الی ابراهیم فی حلمه و الی موسیٰ فی هیبته و الی عیسیٰ فی عبادته فلینظر الی وجه علی''

احمد اور بیہقی نے فضائل صحابہ میں نبیؐ سے روایت کی ہے کہ جو شخص آدم کو ان کے علم کے ساتھ، یوشع کو ان کے تقویٰ کے ساتھ، ابراہیم کو ان کے حلم کے ساتھ، موسیٰ کو ان کے ہیبت کے ساتھ اور عیسیٰ کو ان کی عبادت کے ساتھ دیکھنا چاہے وہ چہرہ علیؑ کو دیکھے۔

صاحب صحائف کا اس حدیث تشبیہ کو نقل کرنے کے بعد اس کو رد نہ کرنا اس حدیث کی صحت کو تسلیم کرنے کے مترادف ہے۔

مزید وضاحت کے لئے ہدایۃ السعداء کی پوری عبارت نقل کر رہے ہیں:

''الصحائف کی تیسری فصل بعد نبیؐ افضلِ فرد کے بارے میں ہے۔ یہاں افضل سے مراد وہ شخص ہے جس کا اجر وثواب خدا کے نزدیک سب سے زیادہ ہے۔اس بارے میں اختلاف ہے کہ نبیؐ کے بعد کون افضل تھا۔اہلسنت اور قدماء معتزلہ کے نزدیک ابوبکر ہیں جب کہ شیعہ اور متاخر معتزلہ کی اکثریت علی کو افضل مانتی ہے۔اہلسنت نے قرآن سے بھی استدلال کیا ہے اور حدیث سے بھی۔قرآن سے ان کی دلیل یہ ہے: **''وسیجنبھا الا تقی ،الذی یوتی ماله یتزکی''** (اور جو بڑا پرہیزگار ہے وہ اس سے بچالیا جائے گا جو اپنا مال (راہ خدا) میں دیتا ہے تا کہ پاک ہوجائے۔سورۂ لیل، آیت ۱۷،۱۸) کہ اس میں ''اتقی'' سے مراد اکثر

مفسرین کی نظر میں ابوبکر ہیں اور اتقیٰ ہی خدا سے نزدیک ہے کیونکہ ارشاد الٰہی ہے:" ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" اتقی (سب سے زیادہ پرہیزگار) ہی خدا کی نظر میں سب سے زیادہ معزز و مکرم ہے۔ اہلسنت کی دوسری دلیل یہ حدیث ہے:"واللہ ما طلعت شمس ولا غربت علی احد بعد النبیین و المرسلین افضل من ابی بکر" خدا کی قسم نبیوں اور رسولوں کے بعد سورج نے کسی پر اپنی کرن نہیں ڈالی جو ابوبکر سے افضل ہو۔

شیعہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس سے ابوبکر کی افضلیت ثابت نہیں ہوتی اس سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر سے کوئی افضل و برتر نہیں ہے۔ شیعہ افضلیت علی کو ثابت کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ فضیلت یا عقلی ہوتی ہے یا نقلی۔ عقلی یا نسبی (رشتہ سے) ہوتی ہے یا حسبی (فضل و شرف سے) اور علی ان سب میں سارے صحابہ سے اکمل تھے لہذا وہی سب سے افضل ہوں گے۔ نسبی لحاظ سے اس لئے سب سے افضل تھے کہ وہی رسولؐ خدا سے سب سے زیادہ قریب تھے، عباس گرچہ آنحضرتؐ کے چچا تھے لیکن وہ عبداللہ (پدر رسولؐ خدا) کے پدری بھائی تھے جب کہ ابوطالب، عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے۔ پھر علی، باپ کی طرف سے بھی ہاشمی تھے اور ماں کی طرف سے بھی، باپ کی طرف سے ان کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے: علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم اور ماں کی طرف سے سلسلۂ نسب یہ ہے: علی بن فاطمہ بنت اسد بن ہاشم۔ اور ہاشمی غیر ہاشمی سے افضل ہے اس لئے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا ہے: خدا نے فرزندان اسماعیل سے قریش کا انتخاب کیا اور قریش سے ہاشم کو منتخب کیا۔ حسبی لحاظ سے اس لئے افضل تھے کہ زہد و علم و شجاعت صفات حمیدہ میں ہیں اور سارے صحابہ کے درمیان علی میں یہ سب بدرجۂ اتم و اکمل پائے جاتے تھے۔ علم میں اس لئے افضل تھے کہ آپ نے ایک خطبہ دیا جس میں اسرار توحید و عدل و نبوت و قضا و قدر و معاد کو بیان کیا جو کسی بھی صحابی کے کلام میں نظر نہیں آتے۔ اسی طرح علم اصول میں سارے فرق اسلامی کی بازگشت آپ ہی کی طرف ہوتی ہے کیونکہ معتزلہ خود آپ سے منسوب کرتے ہیں اور اشعری بھی آپ ہی کی طرف نسبت دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ جبائی کے شاگرد تھے اور جبائی خود کو علی سے منسوب کرتے تھے۔ شیعوں کا علی

سے انتساب تو بالکل واضح ہے اور خوارج باوجودیکہ وہ سب سے زیادہ علی سے دور ہیں مگر ان کے بزرگ علی کے شاگردوں میں تھے۔ مفسروں کے رئیس ابن عباس بھی آپ کے شاگرد تھے ، درس تفسیر کے دوران حکمت، حساب، شعر، نجوم، رمل اور اسرار غیب میں بھی آپ کی شاگردی اختیار کی تھی۔ علم فقہ اور فصاحت میں بھی آپ بلند مقام رکھتے تھے۔ نحو کا وجود بھی آپ ہی سے ہے آپ ہی نے اسود دوئلی کو اس کی تدوین کے لئے کہا تھا۔ سیر و سلوک کے بھی ان راستوں سے واقف تھے جن سے سوائے انبیاء اور اولیاء کے کوئی آگاہ نہیں ہے اسی لئے سارے مشائخ نے سیر و سلوک کو یا آپ سے اخذ کیا یا آپ کی اولاد سے یا آپ کے شاگردوں سے۔ آپ ہی کا یہ بیان نقل کیا گیا ہے کہ اگر مسند بچھا دی جائے تو اہل توریت کا توریت سے، اہل انجیل کا انجیل سے، اہل زبور کا زبور سے اور اہل فرقان کا فرقان (قرآن) سے فیصلہ کروں گا۔ بر و بحر، ہموار زمین اور پہاڑ، زمین و آسمان اور روز و شب میں نازل ہونے والی کوئی بھی آیت ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں میں نہ جانتا ہوں کہ کس پر نازل ہوئی ہے اور کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے (یعنی سب کو جانتا ہوں) آپ کا یہ بھی بیان نقل کیا گیا ہے کہ اگر میرے سامنے سے پردے ہٹا دیئے جائیں تب بھی میرے یقین میں کوئی اضافہ نہ ہوگا۔ حضرتؐ نے آپ کے بارے میں فرمایا تھا: سب سے بہترین قضاوت کرنے والا علی ہے اور ایسی قضاوت کے لئے یقیناً سارے علوم کی ضرورت پڑتی ہے۔ رہا زہد، تو یہ بات تواتر تک پہنچی ہوئی ہے کہ آپ نے ساری دنیاوی لذتیں ترک کر رکھی تھیں اور باوجودیکہ محرمات تک آپ کی پہنچ تھی پھر بھی آخری سانس تک ان سے پرہیز کیا۔ ابوذر و سلمان و ابی درداء جیسے زہاد صحابہ آپ ہی کے شاگرد تھے۔ رہی شجاعت، تو اس بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ نبیؐ نے آپ کے بارے میں فرمایا تھا:" لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار" اور جنگ خندق میں فرمایا تھا: علی کی ضربت ثقلین کی عبادت سے بہتر ہے۔ رہی سخاوت، تو یہ صفت بھی آپ میں انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اور آپ نے افطار کے وقت تین روٹیاں سائل کو دیں پھر نہ خود کے کھانے کو کچھ رہا نہ ہی اولاد کے کھانے کے لئے تب خدا نے یہ آیت نازل

کی:"ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا و یتیما و اسیرا" رہی اولاد، تو آپ کی اولاد سارے صحابہ کی اولاد سے افضل تھی جیسے حسن وحسین، جن کے بارے میں رسولؐ خدا نے فرمایا تھا: دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں پھر اولادِ حسن جیسے حسن مثنیٰ، حسن مثلث، عبداللہ بن مثنیٰ اور نفس ذکیہ، اور اولاد حسین (نو) مشہور امام ہیں۔ ابوحنیفہ اور مالک نے (امام) جعفر صادق ہی سے فقہ حاصل کیا تھا اور بقیہ نے ان دونوں (ابوحنیفہ اور مالک) سے۔ ابویزید بسطامی جو مشائخ اسلام میں سے ہیں (امام) جعفر صادق کے سقا تھے معروف کرخی (امام) علی رضا کے ہاتھوں پر اسلام لائے تھے اور آپ کے خاص دربان تھے نیز بزرگان امت اور علماء کا ان کے شیعہ ہونے پر اجماع، علی کے افضل ہونے کی دلیل ہے۔ اس بارے میں عوام الناس کی بات پر دھیان نہیں دینا چاہئے۔ رہی (حضرت) علی کی حدیث کی رو سے فضیلت، تو اس سلسلے میں آنحضرتؐ کی پہلی حدیث، حدیث طیر ہے جب آپ کے پاس ایک بھنا پرندہ آیا تو حضرتؐ نے فرمایا: معبودا! اپنی محبوب ترین مخلوق کو میرے پاس بھیج تا کہ وہ میرے ساتھ اس پرندہ کا گوشت کھائے، اتنے میں علی آگئے تو حضرتؐ نے آپ کے ساتھ وہ گوشت کھایا۔ دوسری حدیث، حدیث منزلت ہے جس میں حضرتؐ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا: تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے ہارون موسیٰ کے لئے تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، اور یہ حدیث (منزلت) اس حدیث پر بھاری ہے جو ابوبکر کے بارے میں بیان کی جاتی ہے کہ نبی کے بعد ابوبکر سے افضل پر سورج نے اپنی کرن نہیں ڈالی۔ اس لئے کہ یہ (سورج والی) حدیث صرف اتنا بتاتی ہے کہ ابوبکر سے کوئی افضل نہیں ہے (یعنی ہم رتبہ ہے) نہ یہ کہ ابوبکر سب سے افضل ہیں۔ نیز (سورج والی) حدیث بتارہی ہے کہ ماضی میں کوئی ان سے افضل نہیں تھا لہٰذا ہوسکتا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے یہ حدیث بیان کی اس وقت کوئی ابوبکر سے افضل نہیں تھا لیکن بعد میں کوئی ان سے افضل ہو گیا ہوگا۔ نیز حدیث منزلت سے معلوم ہو رہا ہے کہ علی کو انبیاء کا مرتبہ حاصل تھا کیونکہ حضرتؐ نے فرمایا تھا: مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، جب کہ ابوبکر سے متعلق حدیث بتاتی ہے کہ انبیاء کے مرتبہ سے جو نیچے تھے وہ ابوبکر سے افضل نہیں ہیں کیونکہ حضرتؐ

نے فرمایا تھا: نبیوں اور رسولوں کے بعد، لہٰذا اس رو سے علی کو ابوبکر سے افضل مانا جاسکتا ہے۔ تیسری حدیث، حدیث رایت ہے جس کے بارے میں مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے خیبر فتح کرنے کے لئے ابوبکر کو بھیجا مگر وہ شکست کھا کر واپس آگئے پھر عمر کو بھیجا مگر وہ بھی شکست کھا کر واپس آئے۔ حضرتؐ مغموم تھے دوسرے دن آپ علم لے کر لوگوں کی طرف بڑھے اور فرمایا: کل اس کو علم دوں گا جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہوگا اور اس کو خدا اور رسول دوست رکھتے ہوں گے وہ بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والا ہوگا اور بھاگنے کے لئے سوچے گا بھی نہیں۔ یہ سن کر سارے مہاجرین وانصار اس علم کی طرف بڑھے مگر رسولؐ خدا نے فرمایا: علی کہاں ہے۔ بتایا گیا وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں۔ حضرتؐ نے اپنا لعاب علی کے آنکھوں میں لگایا اور علم ان کے حوالے کردیا۔ چوتھی حدیث، حدیث سیادت وسرداری ہے جس کے بارے میں عائشہ کا بیان ہے کہ میں نبیؐ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اتنے میں علی آگئے، حضرتؐ نے انھیں دیکھ کر فرمایا: یہ عرب کا سردار ہے۔ میں (عائشہ) نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا جائیں کیا آپ عرب کے سردار نہیں ہیں؟ فرمایا: میں کائنات کا سردار ہوں اور وہ عرب کا سردار ہے۔ پانچویں حدیث، حدیث موالیٰ ہے جس میں نبیؐ نے فرمایا تھا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ اور احمد اور بیہقی نے فضائل الصحابہ میں روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: جو شخص آدم کو ان کے علم کے ساتھ، یوشع کو ان کے تقویٰ کے ساتھ، ابراہیم کو ان کے حلم کے ساتھ، موسیٰ کو ان کی ہیبت کے ساتھ اور عیسیٰ کو ان کی عبادت کے ساتھ دیکھنا چاہتا ہے وہ چہرۂ علیؑ کو دیکھے۔ چھٹی حدیث، جس کی انس بن مالک سے روایت کی گئی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: میرا بھائی، میرا وزیر، میرے بعد سب میں بہتر، میرے قرض کا ادا کرنے والا اور میرے وعدے کو پورا کرنے والا علی بن ابی طالب ہے۔ ساتویں حدیث جس کی ابن مسعود سے روایت کی گئی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: علی خیر البشر ہے جو اس بات سے انکار کرے وہ کافر ہے۔ آٹھویں حدیث ذی الثدیہ کے بارے میں ہے جو منافق تھا اور اس کے قاتل کو آنحضرتؐ نے ایک روایت کے مطابق خیر الخلق تو دوسری روایت کے مطابق خیر الامۃ کہا تھا، اور چونکہ اس کو علی بن ابی طالب نے قتل کیا تھا لہٰذا وہی خیر

خلق یا خیر امت ہوئے۔ نیز آنحضرتؐ نے فاطمہ سے فرمایا تھا کہ خدا نے اہل دنیا پر نگاہ کی تو ان میں تمہارے باپ کا انتخاب کیا اور اسے نبی بنادیا پھر دوسری مرتبہ نگاہ کی تو ان میں تمہارے شوہر کا انتخاب کیا۔۔۔"۔

آپ نے دیکھا کہ صاحب "صحائف" نے شیعوں کے دلیل کے طور پر احمد اور بیہقی سے حدیث تشبیہ کو نقل کیا اور ذرہ برابر اس کے بارے میں شک وشبہ کا اظہار نہیں کیا جو ان کی نظر میں اس کی صحت کی نشاندہی کرتی ہے اور ملک العلماء، شہاب الدین دولت آبادی نے بھی "ہدایۃ السعداء" میں "الصحائف" سے اس کو نقل کرنے کے بعد اس پر کسی طرح کا تبصرہ نہیں کیا بلکہ اس کو افضلیت علی کی دلیل قرار دیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابن شہر آشوب نے احمد بن حنبل سے جو حدیث تشبیہ کو نقل کی، وہ نقل صحیح ہے اور ان کی طرف ابن شہر آشوب نے غلط نسبت نہیں دی ہے کیونکہ اگر احمد اور بیہقی حدیث تشبیہ کی روایت نہ کیے ہوتے تو پھر صاحب صحائف نے کیسے ان کی طرف اس حدیث کی روایت کرنے کی نسبت دی۔ پھر صاحب صحائف ایک معمولی انسان نہیں تھے جب ہی تو ملک العلماء نے ان پر بھروسہ کرتے ہوئے ان سے یہ روایت نقل کی۔

"الصحائف" کے مصنف شمس الدین محمد بن اشرف حسنی سمرقندی ہیں جن کا ۶۰۰ھ میں انتقال ہوا تھا ان کی اس کتاب کا چلپی نے کشف الظنون میں تذکرہ کیا ہے۔

لہذا احدیث تشبیہ کے روایت اہلسنت ہونے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ انکار اسی وقت ممکن ہے جب کہیں کہ اس کی احمد بن حنبل نے روایت کی ہے جو ائمہ اہلسنت سے تھے لہذا ان کی روایت اہلسنت کی روایت نہیں ہوسکتی۔ مگر اس بات کو سن کر تو ہر شخص ہنس پڑے گا۔ یا یہ کہا جائے کہ چونکہ احمد بن حنبل قائم مقام انبیاء اور خلیفہ اول سے افضل تھے لہذا وہ اہلسنت سے خارج ہوگئے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی روایت، روایت اہلسنت نہیں کہلائے گی۔

احمد بن حنبل، احوال وآثار

احمد بن حنبل اہلسنت کے چار اماموں میں سے ایک ہیں۔ ان کے فضائل ومناقب اور عظمت ومرتبت کو ابن حبان نے الثقات میں، ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں، ابن ماکولا نے الاکمال میں، سمعانی نے الانساب میں، ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں، نووی نے تہذیب الاسماء میں، ابوالفداء نے المختصر فی

اخبار البشر میں، ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ اور عبر فی غبر میں، یافعی نے مرأۃ الجنان میں، ابوالوردی نے تتمۃ المختصر میں، ولی الدین خطیب نے رجال مشکوٰۃ میں۔ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب میں، ابوبکر اسدی نے طبقات شافعیہ میں، محمد بن ابراہیم معروف بہ ابن وزیر یمانی نے روض باسم میں، سیوطی نے طبقات الحفاظ میں، کفوی نے کتائب اعلام الاخبار میں، عبدالرؤف مناوی نے فیض القدیر میں، زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ میں، شیخ عبدالحق دہلوی نے رجال مشکوٰۃ میں، شاہ ولی اللہ دہلوی نے انصاف میں اور حیدر علی فیض آبادی نے منتہی الکلام میں بیان کیے ہیں۔ ان کی مدح میں یہ بھی کہا گیا کہ وہ قائم مقام انبیاء تھے اور خلیفہ اول پر فوقیت رکھتے تھے۔ ان کے بعض فضائل عبقات کی مجلد حدیث غدیر اور حدیث طیر میں بیان کیے ہیں اور بعض کو یہاں بیان کررہے ہیں۔

ا۔ ابن حبان لکھتے ہیں: "احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد بن ادریس بن عبداللہ بن حبان بن عبداللہ بن انس بن عوف بن قاسط بن مازن بن شیبان بن ذہل بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل بن قاسط بن ہنب بن افصی بن دعمی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار بن معد بن عدنان کی کنیت ابوعبداللہ تھی، ان کا اصلی وطن مرو تھا مگر بغداد میں پیدا ہوئے تھے۔ انھوں نے ابن عیینہ، ہشیم اور ابراہیم بن سعد سے روایت کی تھی اور ان سے اہل عراق اور دوسروں نے روایت کی، ۲۴۱ھ میں انتقال ہوا۔ وہ حافظ، متقن، فقیہ، پاک دامن صاحب علم اور کثرت سے عبادت کرنے والے تھے اور یہ وہی ہیں جن کے ذریعہ "یوم المحنۃ" میں خدا نے امت محمد کی مدد کی تھی اور انھوں نے اپنی جان پیش کردی تھی اور ان کو اتنے کوڑے مارے گئے تھے کہ نزدیک تھا کہ مرجائیں مگر خدا نے انھیں کافر ہونے سے بچالیا اور انھیں پرچم ہدایت قرار دیا۔ محمد بن نضر فراء کے بقول احمد نے کہا تھا کہ میں نے سولہ سال کی عمر ہی سے حدیثیں جمع کرنی شروع کردی تھیں"(۱)

ب: ابونعیم اصفہانی لکھتے ہیں: "ابوعبداللہ احمد بن حنبل بزرگ امام تھے، وہ دین اسلام کی پیروی میں ثابت قدم رہے اور ہدایت کی منزل تک پہنچے۔ وہ زاہدوں اور ناقدوں کے پیشوا

۱۔ کتاب الثقات، ج ۵، ص ۱۲، نمبر ۵۰۔

تھے۔سختیوں سے ان کا امتحان لیا گیا جس میں صبر و شکیبائی سے انھوں نے کام لیا۔وہ نعمتوں پر شکر کرتے تھے اور علم وحکمت کے محافظ تھے"۔(۱)

ج:ابن ماکولا لکھتے ہیں:"ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال۔۔۔حدیث کے امام اور زہد وورع کے علم تھے۔صحابہ اور تابعین کے نظریات کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔ان کا وطن تو مرو تھا مگر جب ان کی ماں وہاں سے چلیں تو وہ شکم مادر میں تھے اور جب وہ بغداد پہنچیں تب احمد وہاں پیدا ہوئے۔انھوں نے ابن عیینہ ابن علیہ، ہشیم بن بشیر اور بہت سارے کوفیوں، بصریوں، مکیوں، مدنیوں، یمنیوں اور شامیوں سے روایت کی ہے"۔(۲)

د:نووی لکھتے ہیں:"ابوعبداللہ احمد بن حنبل شیبانی مروزی بغدادی امام تھے،ان کی امامت، جلالت، ورع، زہد، حفظ اور کثرِ علم پر سب کا اتفاق ہے۔وہ شکم مادر میں مرو سے چلے اور بغداد میں جا کے پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے اور وہیں انتقال بھی کئے۔وہ مکہ، مدینہ، شام، یمن ،کوفہ، بصرہ اور جزیرہ گئے تھے اور سفیان بن عُیینہ ،ابراہیم بن سعد، یحییٰ بن سعد، یحییٰ بن قطان ،ہشیم ،وکیع ،ابن علیہ ،ابن مہدی ،عبدالرزاق اور دیگر محدثین سے حدیثیں سنی تھیں اور ان سے ان کے استاد عبدالرزاق ، یحییٰ بن آدم ،ابوالولید ،ابن مہدی ، یزید بن ہارون ،علی بن مدینی ، بخاری ، مسلم ،ابوداؤد ، ذہلی ،ابوزرعہ رازی ، دمشقی ،ابراہیم حربی ،ابوبکر احمد بن محمد بن ہانی طائی اثرم ، بغوی ،ابن ابی الدنیا ، محمد بن اسحاق صاغانی ،ابوحاتم رازی ، احمد بن ابی الحواری ،موسیٰ بن ہارون ، حنبل بن اسحاق ،عثمان بن سعید دارمی ، حجاج بن شاعر ،عبدالملک بن عبد الحمید میمونی ، بقی بن مخلد اندلسی وغیرہ نے روایت کی تھی۔ابراہیم حربی کا بیان ہے کہ تین جیسا کوئی نہیں ہوسکتا ابوعبید قاسم جیسا ، بشر بن حارث جیسا اور احمد بن حنبل جیسا۔احمد میں تو گویا خدا نے اولین کا سارا علم جمع کردیا تھا۔ابومسہر کا کہنا ہے کہ مشرق میں ایک جوان کے سوا کسی کو نہیں پہچانتا جو اس دین کا محافظ ہو اور وہ احمد بن حنبل ہے۔علی بن مدینی کا بیان ہے کہ میرے

۱۔حلیۃ الاولیاء ، ج۹ ص۱۶۱ ، نمبر۴۴۵۔

۲۔الاکمال ، ج۲ ص۵۶۳ ، باب حنبل وحنل وحبیل۔۔۔۔

سید وآقا احمد بن حنبل نے مجھ سے کہا تھا کہ صرف کتاب سے حدیث بیان کیا کرو۔ابراہیم بن جابر نے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے، ہیثم بن جمیل کا بیان ہے کہ میں تو چاہتا تھا کہ مجھ سے میری عمر کم کر کے احمد بن حنبل کی عمر میں اضافہ کردی جاتی۔ابوزرعہ کا کہنا ہے کہ مشائخ میں احمد بن حنبل سے بڑا حافظ حدیث میں نے نہیں دیکھا۔ان کی کتابیں بارہ اونٹوں پر تھیں اور وہ سب ان کے حافظے میں تھیں۔ابن ابی حاتم نے"الجرح والتعدیل" میں مناقب احمد سے متعلق ایک باب قائم کیا ہے جس کی چند باتیں یہ ہیں: عبدالرحمٰن بن مہدی کا بیان ہے کہ سفیان ثوری کی حدیثوں کو سب سے زیادہ جاننے والے احمد بن حنبل ہیں۔ابی عبید کا بیان ہے کہ علم چار پر منتہیٰ ہوا، احمد بن حنبل پر جو افقہ ہیں، علی بن مدینی پر جو اعلم ہیں، یحییٰ بن معین پر جو بہت بڑے اہل قلم ہیں اور ابوبکر بن ابی شیبہ پر جو بہت بڑے حافظ ہیں۔ابوحاتم سے احمد اور ابن مدینی کے بارے میں پوچھا گیا انھوں نے جواب دیا حفظ میں دونوں ہی ایک جیسے تھے مگر احمد افقہ تھے۔

ابوزرعہ کا بیان ہے کہ میں نے احمد بن حنبل جیسی جامع شخصیت نہیں دیکھی، ان میں زہد و فقہ اور دیگر بہت ساری فضیلت اکٹھا ہوگئی تھیں۔قتیبہ کا کہنا ہے کہ احمد دنیا کے امام ہیں۔ہیثم بن جمیل کا بیان ہے کہ اگر یہ جوان یعنی احمد بن حنبل زندہ رہ گیا تو اپنے زمانے کا حجت ہوگا۔ابن مدینی کا کہنا ہے کہ محدثین میں احمد بن حنبل سے بڑا حافظ حدیث کوئی نہیں ہے۔عمرو بن محمد کا کہنا ہے اگر میری احمد نے موافقت کردی تو پھر کسی کی مخالفت کی مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔شافعی کا بیان ہے کہ احمد بن حنبل اور سلیمان بن داؤد ہاشمی سے بڑا عقلمند میں نے نہیں دیکھا۔ابن ابی حاتم کا کہنا ہے کہ صحیح وضعیف حدیث کی احمد کو پوری شناخت تھی۔میمونی کا بیان ہے کہ احمد سے اچھی نماز پڑھنے والا اور اس کی سنتوں پر عمل کرنے والا کوئی اور نظر نہیں آیا۔حسین بن حسن کا کہنا ہے کہ مصر میں ایک دوکاندار سے کچھ چیزیں خریدیں۔اس نے مجھ سے احمد بن حنبل کے بارے میں پوچھا میں نے جواب دیا ان سے میں نے حدیث لکھی ہے اس نے ان چیزوں کی قیمت نہیں لی اور کہا جو احمد بن حنبل کو پہچانتا ہے اس سے پیسہ میں نہیں لیتا۔قتیبہ اور ابوحاتم کا کہنا ہے کہ اگر کسی کو دیکھنا کہ احمد کو دوست رکھ رہا ہے تو سمجھ لینا کہ وہ صاحب سنت ہے ابراہیم بن

حارث کا بیان ہے کہ یوم المحنہ (قرآن کے قدیم وحادث ہونے کے بارے میں اختلاف نظر) میں جب احمد کو تازیانہ مارا گیا تو بشر حافی سے کہا گیا اے کاش تم بھی احمد والی بات (قرآن کے قدیم ہونے کو) کہتے بشر نے جواب دیا میں ایسا نہیں کرسکتا احمد تو اس وقت انبیاء کی جگہ کھڑے ہیں۔ ابن ابی حاتم کا کہنا ہے کہ میں نے ابوزرعہ سے سنا کہ مجھے (ابوزرعہ کو) معلوم ہوا ہے کہ متوکل نے حکم دیا ہے کہ جس جگہ احمد بن حنبل کی نماز جنازہ پڑھائی گئی اس کو مسح کیا جائے چنانچہ پچیس لاکھ لوگوں نے اس جگہ کا مسح کیا۔ ورکانی کا بیان ہے کہ جس دن احمد کی وفات ہوئی اس دن بیس ہزار یہودی، نصرانی اور مجوسی مسلمان ہوئے تھے۔ احمد کے سوگ میں چار دستے بنے تھے مسلمانوں کے، یہودیوں کے، نصرانیوں کے اور مجوسیوں کے۔ حقیقت یہ ہے کہ احمد کے بے شمار مناقب ہیں، اس بارے میں مؤلفین نے مستقل کتابیں لکھیں ہیں۔ یہاں جو ذکر کیا گیا وہ اس کی ایک جھلک تھی۔ ربیع الاول ۱۶۴ھ میں ان کی ولادت ہوئی اور ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ کو ان کا انتقال ہوا"(۱)

ھ: ابن خلکان لکھتے ہیں: "امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال۔۔۔ کا وطن مرو تھا، ان کی ماں جب مرو سے چلیں تو وہ پیٹ میں تھے اور جب وہ بغداد پہنچیں تب احمد وہاں ربیع الاول ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ احمد پیدا تو مرو میں ہوئے تھے مگر ابھی دودھ پی رہے تھے کہ بغداد آگئے۔ وہ محدثوں کے امام تھے اور انھوں نے مسند لکھی جس میں وہ حدیثیں جمع کیں جو دوسروں کے پاس نہیں تھیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کو دس لاکھ حدیثیں حفظ تھیں، وہ یاران وخواص امام شافعی میں تھے۔ جب تک امام شافعی مصر نہیں گئے وہ ان کے ساتھ ساتھ رہے۔ شافعی نے احمد کے بارے میں کہا: میں بغداد سے جب چلا تو احمد سے افقہ اور ان سے زیادہ باتقویٰ کسی کو نہیں چھوڑا۔ انھیں قرآن کے مخلوق ہونے کے نظریئے کو ماننے کی دعوت دی گئی مگر وہ نہیں مانے جس کی وجہ سے انھیں کوڑے بھی مارے گئے اور قید بھی کئے گئے مگر وہ اپنے نظریہ پر اڑے رہے۔ ۲۲۰ھ کے ماہ رمضان کی تیسری دہائی میں انھیں کوڑے

ا۔ تہذیب الاسماء واللغات، ج۱، ص۱۱۰، نمبر ۴۵۔

مارے گئے تھے۔ وہ خوبصورت تھے اور خضاب لگایا کرتے تھے۔ ان سے محمد بن اسماعیل (امام) بخاری اور مسلم بن حجاج نیشاپوری جیسے محدثین نے روایت کی تھی ان کی زندگی کے آخری دور میں علم وورع میں ان کا مثل کوئی نہیں تھا۔ ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ کو بغداد میں انتقال ہوا اور وہیں مقبرۂ باب حرب میں دفن کئے گئے۔ تشیع جنازہ میں آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار عورتیں شریک ہوئی تھیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جس دن احمد کا انتقال ہوا بیس ہزار نصرانی و یہودی و مجوسی مسلمان ہوئے تھے۔ احمد کے دو بیٹے تھے اور دونوں ہی عالم دین تھے صالح اور عبداللہ۔ صالح، اصفہان کے قاضی تھے اور وہیں ۲۶۶ھ میں ان کا انتقال ہوا اور عبداللہ کی وفات ۲۹۰ھ میں ہوئی۔ ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی اور اسی سے احمد کو بھی پکارا جاتا تھا"۔(۱)

و: ذہبی لکھتے ہیں: "ابوعبداللہ واحمد بن حنبل مروزی بغدادی حافظ، حجت، شیخ الاسلام اور سفیان بن عیینہ، عباد بن عباد، یحییٰ بن ابی زائدہ اور ان کے ہم طبقوں سے روایت کی اور ان سے بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابوزرعہ، مطین، عبداللہ بن احمد، ابوالقاسم بغوی اور بہت سارے محدثین نے روایت کی تھی۔ ان کے باپ ایک فوجی تھے جن کا جوانی میں انتقال ہوگیا تھا۔ عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے ابوزرعہ کو کہتے سنا کہ تمہارے باپ (احمد) کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ حنبل کا کہنا ہے کہ میں نے ابوعبداللہ کو کہتے سنا کہ ہشیم سے ان کی زندگی میں جو بھی سنا انھیں حفظ کرلیا۔ ابراہیم حربی کا بیان ہے کہ احمد میں خدا نے اولین وآخرین کا علم جمع کردیا تھا۔ حرملہ کا کہنا ہے کہ میں نے شافعی سے سنا کہ جب میں بغداد سے نکلا تو احمد بن حنبل سے افضل واعلم وافقہ کوئی نہیں تھا۔ علی بن مدینی کا کہنا ہے کہ خدا نے اس دین کی "یوم الردۃ" (یعنی بعد از نبیؐ جب مسلمانوں کی اکثریت مرتد ہوگئی تھی) ابوبکر سے مدد کی اور یوم المحنۃ احمد بن حنبل سے۔ ابوعبید کا بیان ہے کہ علم چار پر منتہی ہوا ان میں افقہ احمد تھے۔ ابن عیاش کے بقول ابن معین نے کہا تھا کہ لوگ چاہ رہے تھے کہ میں احمد کے مانند ہوجاؤں مگر میں ہرگز ان جیسا نہیں ہوسکتا۔ ابوہمام سکونی کے بقول احمد بن حنبل نے اپنے جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔ ابوثور

ا۔ وفیات الاعیان، ج۱، ص۴۰، نمبر ۲۰۔

نے ثوری کے مقابلے احمد کی اعلمیت یا افقہیت کا اعلان کیا تھا۔ میں (ذہبی) کہتا ہوں کہ بیہقی ،ابن جوزی اور شیخ الاسلام انصاری نے احمد بن حنبل کے بارے میں مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ وہ ۷۷ سال کی عمر میں بروز جمعہ ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ کو اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے "(۱)

نیز ذہبی "عبر" میں وقائع ۲۴۱ھ میں لکھتے ہیں: "اسی سال ۱۲ ربیع الاول کو جمعہ کی صبح ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ذہلی شیبانی مروزی بغدادی کا انتقال ہوا جو شیخ الاسلام، اپنے وقت کے عالم اور بغداد کے بڑے علماء میں تھے۔ وہ ۷۷ سال کے تھے، ان کے باپ ایک فوجی تھے جن کا جوانی میں انتقال ہو گیا تھا۔ ۱۷۹ھ میں احمد نے تعلیم کا آغاز کیا اور ہشیم، ابراہیم بن سعد اور ان کے ہم طبقوں سے سمع حدیث کیا۔ ان کے بارے میں ابن جوزی، بیہقی اور شیخ الاسلام ہروی نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ وہ حدیث کے امام تھے، فقہ کے امام تھے، سنت کے امام تھے اور زہد و ورع کے امام تھے"۔ (۲)

ز: سبکی لکھتے ہیں: "ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل جلیل القدر امام، صاحب مذہب، مشکلات میں صبر کرنے والے، سنت کے ناصر و مددگار، جماعت کے شیخ اور گروہ مسلمین کے پیشوا تھے۔ انھیں کے بارے میں شافعی نے کہا تھا کہ جب میں بغداد سے نکلا تو احمد سے افقہ و اورع و ازھد و اعلم کوئی اور نہیں تھا۔ مزنی کا بیان ہے کہ ابوبکر نے ردہ میں عمر نے سقیفہ میں، عثمان نے یوم الدار میں، علی نے صفین میں اور احمد بن حنبل نے یوم المحنۃ میں اسلام کی مدد کی تھی۔ ابو زرعہ نے عبداللہ بن احمد سے کہا تھا کہ تمہارے باپ کو دس لاکھ حدیثیں حفظ تھیں۔ عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے باپ نے کہا کہ وکیع کی جس کتاب سے حدیث بیان کرو، میں اس کا سلسلۂ سند کو بیان کر دوں گا اور اگر سلسلۂ سند بیان کرو گے تو میں حدیث سنا دوں گا۔ ابراہیم حربی کا بیان ہے کہ جب میں نے احمد کو دیکھا تو لگا جیسے خدا نے ان میں اولین و آخرین کا علم جمع کر دیا ہے۔ عبدالرزاق کا کہنا ہے کہ احمد سے بڑا فقیہ اور متقی و پرہیزگار میں نے نہیں دیکھا۔

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ج۲، ص۱۵، نمبر ۴۳۸۔
۲۔ العبر فی خبر من غبر حوادث ۲۴۱ھ، ج۱، ص۲۱۵۔

عبدالرحمٰن بن مہدی کا بیان ہے کہ احمد پر جب بھی نظر پڑی سفیان ثوری یاد آگئے۔ قتیبہ کا کہنا ہے کہ ہمارے زمانے کی بہترین فرد ابن مبارک پھر یہ جوان یعنی احمد بن حنبل ہیں نیز کہا کہ اگر کسی کو دیکھو کہ وہ احمد سے محبت کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ صاحب سنت ہے نیز کہا کہ احمد کو کبار تابعین سے ملانا چاہئے نیز کہا اگر ثوری نہ ہوتے تو زہد و ورع ختم ہو جاتے اور اگر احمد نہ ہوتے تو بدعتیں سر اٹھاتیں نیز کہا احمد دنیا کے امام ہیں نیز کہا: ثوری کے مرنے سے ورع مر گئی، شافعی کے مرنے سے سنن مر گئی اور احمد کی موت سے بدعتیں ظاہر ہوں گی۔ جب ابو مسہر سے پوچھا گیا کیا کسی کو پہچانتے ہیں جو دینی امور کو اس امت کے لئے بچائے ہوئے ہے۔ جواب دیا میں نہیں سمجھتا کہ اس جوان کے سوا کوئی اور ہے جو مشرق میں ہے یعنی احمد بن حنبل۔ اسحاق کا بیان ہے کہ احمد، خدا اور مخلوق خدا کے درمیان حجت ہیں۔ جب ابو ثور سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا تو جواب دیا ابو عبداللہ احمد بن حنبل ہمارے شیخ اور ہمارے امام ہیں" (۱)

تقریباً یہی باتیں ابن حجر عسقلانی (۲)، خطیب تبریزی (۳) محمود کفوی (۴)، عبدالرؤف مناوی (۵)، قسطلانی (۶)، زرقانی (۷)، ولی اللہ دہلوی (۸)، اور حیدر علی فیض آبادی نے منتہی الکلام میں بیان کی ہیں اور ان کی تعریف و تمجید میں کسی طرح کی کمی نہیں کی ہے۔

۱۔ طبقات الشافعیہ، ج۱، ص۱۹۹۔
۲۔ تہذیب التہذیب، ج۱، ص۷۲، نمبر ۱۲۶۔
۳۔ الاکمال فی اسماء الرجال، ج۳، ص۲۹۷۔
۴۔ کتائب اعلام الاخیار۔
۵۔ فیض القدیر، ج۱، ص۲۵، مقدمہ کتاب۔
۶۔ المواہب اللدنیۃ، ج۱، ص۴۸۔
۷۔ شرح المواہب اللدنیۃ، ج۱، ص۳۱۔
۸۔ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، ص۵۴۔

(۳)

روایت ابوحاتم رازی

حدیث تشبیہ کی ابوحاتم محمد بن ادریس حنظلی رازی نے روایت کی ہے جیسا کہ ابومحمد احمد بن محمد عاصمی ''زین الفتیٰ فی شرح سورۂ ھل اتیٰ'' میں لکھتے ہیں:

"اخبرنا الحسين بن محمد البستی قال حدثنا عبد الله بن ابی منصور قال حدثنا محمد بن بشر قال حدثنا محمد بن ادريس حنظلی قال حدثنا محمد بن عبد الله بن مثنیٰ الانصاری قال حدثنی حميد عن انس قال: كنا فی بعض حجرات مكة نتذا كر عليّا فدخل علينا رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال ايها الناس من اراد ان ينظر الی آدم فی علمه و الی نوح فی فهمه و الی ابراهيم فی حلمه و الی موسیٰ فی شدته و الی عيسیٰ فی زهادته و الی محمد و بهائه و الی جبرئيل و امانته و الی الكوكب الدری و الشمس الضحیٰ و القمر المضی فليتطاول و لينظر الی هذا الرجل و اشار الی علی بن ابی طالب "(۱)

ہم سے حسین بن محمد البستی نے بیان کیا انھوں نے عبداللہ بن ابی منصور سے انھوں نے محمد بن بشر سے انھوں نے محمد بن ادریس حنظلی (ابوحاتم رازی) سے انھوں نے محمد بن عبداللہ بن مثنیٰ انصاری سے انھوں نے حمید سے اور انھوں نے انس سے روایت کی ہے کہ ہم مکہ کے ایک گوشہ میں بیٹھے علی کا تذکرہ کررہے تھے کہ رسولؐ خدا آگئے اور فرمایا: اے لوگو! جو آدم کو ان کے علم میں، نوح کو ان کے فہم میں، ابراہیم کو ان کے حلم میں، موسیٰ کو ان کی شدت وسختی میں، عیسیٰ کو ان کے زہد میں، محمد کو اور ان کے صفات عالیہ کو جبرئیل کو اور ان کی امانت کو، درخشندہ ستارے کو، چمکتے سورج اور روشن چاند کو دیکھے تو وہ گردن اٹھا کر اس شخص کو دیکھے اور آپ نے اشارہ علی بن ابی طالبؑ کی طرف کیا۔

۱۔ العسل المصفی من تھذیب زین الفتی، ج۲، ص۳۶۲، حدیث ۳۹۸۔

احوال وآثار

ابوحاتم رازی حافظ، ثقہ اور بزرگ علماء میں تھے۔ سمعانی کی الانساب، ابن اثیر کی تاریخ کامل، ذہبی کی سیر اعلام النبلاء، تذکرۃ الحفاظ، تذھیب التہذیب، عبر فی خبر من غبر، دول الاسلام اور کاشف، سبکی کی طبقات الشافعیہ، یافعی کی مرأۃ الجنان، ابن حجر عسقلانی کی تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب اور جلال الدین سیوطی کی طبقات الحفاظ سے ان کی عظمت وجلالت معلوم ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

الف: سمعانی لکھتے ہیں: ''ابوحاتم محمد بن ادریس بن منذر حنظلی رازی، جز کے رہنے والے تھے وہ خود کہتے تھے کہ اصفہان کا ایک قریہ ہے جز جہاں کے ہم رہنے والے ہیں۔ میرے باپ کی زندگی میں وہاں کے لوگ ہمارے پاس آئے تھے مگر بعد میں انھوں نے آنا بند کردیا۔ ابوحاتم امام، حافظ، فہیم اور نامور علماء میں تھے۔ انھوں نے شام، مصر اور عراق کا سفر کیا تھا۔ ابوعمرو بن حکیم جیسے بے شمار علماء نے ان سے روایت کی ہے۔ ۲۷۷ھ میں انتقال ہوا''۔(۱)

نیز سمعانی لکھتے ہیں: ''شہر رے میں ایک مشہور دروازہ تھا جسے دروازۂ حنظلہ کہتے تھے وہیں ابوحاتم محمد بن ادریس بن منذر بن داؤد بن مہران رازی حنظلی رہتے تھے جو اپنے زمانہ کے امام اور مشکلات حدیث کے حل کے لئے مرجع کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کا ان نامور علماء میں شمار ہوتا ہے جنھوں نے حفظ حدیث کی خاطر سفر کیا اور علماء سے ملاقاتیں کیں اور محمد بن عبداللہ انصاری، ابوزید نحوی، عبیداللہ بن موسیٰ، ہوذہ بن خلیفہ، ابومسہر دمشقی، عثمان بن ہیثم موذن، سعید بن ابی مریم مصری اور ابویمان حمصی جیسے محدثین سے حدیثیں سنیں۔ ۲۰۹ھ میں پہلی مرتبہ حدیث لکھی تھی، اور ان سے یونس بن عبدالاعلیٰ مصری، ربیع بن سلیمان مصری، ابوزرعہ رازی، دمشقی اور محمد بن عوف حمصی جیسے محدثین نے روایت کی ہے۔ ان میں بعض وہ ہیں جو عمر میں بھی ان سے بڑے تھے اور سماع حدیث بھی انھوں نے ان سے پہلے شروع کی تھی۔ خود ابو حاتم کا بیان ہے کہ حصول حدیث کی خاطر جب میں پہلی مرتبہ نکلا تو چند سال پیدل چلتا رہا اور

۱۔ الانساب، ج۳، ص۲۵۲، مادہ الجزی۔

جب مسافت گنی تو ایک ہزار فرسخ سے زیادہ ہو چکے تھے اس کے بعد گننا چھوڑ دیا (فرسخ، تین میل سے زائد کا فاصلہ ہے) ابو حاتم ہی کا کہنا ہے کہ میں نے در ابو ولید طیالسی پر کھڑے ہو کر کہا کہ اگر کوئی بسند صحیح ایسی حدیث بیان کرے جس کو میں نے نہ سنا ہو تو اس کو انعام میں ایک درہم دوں گا۔ ایسا اس لئے کیا کہ اگر کوئی ایسی حدیث مل جاتی جس کو نہ سنا تھا تو خود راوی کے پاس جا کر اس حدیث کو اس سے سن لیتا اور جو حدیث میرے پاس نہیں تھی اس کو لکھ لیتا۔ چنانچہ ابو زرعہ وغیرہ نے حدیثیں سنائیں مگر ان میں کوئی ایسی حدیث نہ تھی جس کو سنا نہ ہو۔ احمد بن سلمہ کا کہنا ہے کہ اسحاق ابن راہویہ اور محمد بن یحییٰ کے بعد کوئی ایسا نہ تھا جو حدیثوں اور ان کے معانی کو ابو حاتم محمد بن ادریس سے زیادہ جانتا ہو۔ ابو حاتم ہی کا بیان ہے کہ ایک دن ہشام بن عمار نے مجھ سے پوچھا کتنے اذواء (پادشاہان یمن جن کا لقب ذو سے شروع ہوتا تھا) تمھیں یاد ہیں؟ میں نے جواب دیا ذوالاصابع، ذوالجوشن، ذوالزوائد، ذوالیدین، ذواللحیۃ کلابی، جب چھے کو بتایا تو وہ ہنسے اور بولے اب تک ان میں میں تین کو جانتا تھا تم نے تین کا اور اضافہ کر دیا۔ ابو حاتم کا ماہ شعبان ۲۷۷ھ میں شہر رے میں انتقال ہوا"۔ (۱)

ب: ابن اثیر اپنی تاریخ میں وقائع ۲۷۷ھ میں لکھتے ہیں "اسی سال ابو حاتم رازی کا انتقال ہوا جن کا نام محمد بن ادریس بن منذر ہے۔ وہ بخاری اور مسلم کے ہم پلہ تھے" (۲)

ج: ذہبی لکھتے ہیں: "امام، حافظ کبیر محمد بن ادریس بن منذر حنظلی بڑے علماء میں تھے ۱۹۵ھ میں ان کی ولادت ہوئی تھی۔ خود ان کے بقول ۲۰۹ھ سے حدیث لکھنی شروع کی اور عبید اللہ بن موسیٰ، محمد بن عبد اللہ انصاری، اصمعی، ابو نعیم، ہوذہ بن خلیفہ، عفان اور ابو مسہر وغیرہ سے حدیثیں سنیں اور ایک زمانہ تک حصول حدیث کی خاطر چپہ چپہ کی خاک چھانتا رہا۔ پہلی مرتبہ سات سال تک سفر میں رہا اور پیدل کتنا سفر کیا نہیں معلوم کیونکہ جب گننا شروع کیا اور ایک ہزار فرسخ تک پہنچا تو پھر گننا چھوڑ دیا تھا۔ بحرین سے مصر پیدل چلا پھر رملہ پیدل چلا اور پھر

۱۔ الانساب، ج۴، ص۲۵۱، مادہ الحنظلی۔
۲۔ تاریخ کامل وقائع ۲۷۷ھ، ج۶، ص۳۶۰۔

طرسوس جب کہ اس وقت میری عمر بیس سال کی تھی۔ ابو حاتم ہی کا کہنا ہے کہ میں نے نفیلی سے چودہ ہزار حدیثیں لکھی ہیں۔ میں (ذہبی) کہتا ہوں کہ ان سے یونس بن عبدالاعلی، محمد بن عون طائی، ابو داؤد، نسائی، ابو عوانہ اسفرائنی، ابوالحسن علی بن ابراہیم قطان، ابو عمر، احمد بن محمد بن حکیم، عبدالرحمٰن بن حمدان حلاب، عبدالمومن بن خلف نسفی اور بہت سارے محدثین نے ان سے روایت کی ہے۔ قاضی موسیٰ بن اسحاق انصاری کا بیان ہے کہ ابو حاتم سے بڑا حافظ حدیث میں نے نہیں دیکھا۔ حافظ محمد بن سلمہ کا بیان ہے کہ محمد بن یحییٰ کے بعد حدیثوں کا سب سے بڑا حافظ اور ان کے معانی کا سب سے زیادہ جاننے والا ابو حاتم کے سوا کسی اور کو نہیں دیکھا۔ نسائی نے ثقہ کہا ہے اور ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا کہ میں نے ولید طیالسی کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا کہ جو ایسی صحیح حدیث سنائے گا جس کو میں نے نہیں سنا ہے تو اس کو ایک درہم انعام دوں گا ایسا اس لئے کیا تھا کہ اگر کوئی نہ سنی حدیث سنتا تو اس کو اس کے راوی سے سن کر اپنی حدیثوں میں اضافہ کر لیتا مگر ایسا دیکھنے کو نہ آیا"۔ (۱)

نیز ذہبی وقائع ۲۷۷ھ میں العبر میں لکھتے ہیں: "اسی سال کے ماہ شعبان میں نوے کی دہائی میں مشرق کے حافظ ابو حاتم محمد بن ادریس حنظلی رازی کا انتقال ہوا تھا۔ وہ حفظ حدیث میں یکتا اور حصول حدیث کی خاطر سب سے زیادہ سفر کرنے والے تھے۔ انھوں نے محمد بن عبداللہ انصاری اور ابو مسہر جیسے بے شمار محدثین سے سمع حدیث کیا تھا۔ وہ بخاری اور ابو زرعہ رازی کے ہم ردیف تھے" (۲)

ذہبی ہی لکھتے ہیں: "۲۷۷ھ میں اپنے زمانہ کے حافظ حدیث ابو حاتم محمد بن ادریس حنظلی رازی کا نوے کی دہائی میں انتقال ہوا تھا۔ وہ مرتبہ میں بخاری اور ابو زرعہ کے برابر تھے" (۳)

ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں بھی ابو حاتم رازی کے بارے میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ج۲، ص۱۱۲، نمبر۵۹۲۔
۲۔ العبر وقائع ۲۷۷ھ، ج۱، ص۳۴۹۔
۳۔ دول الاسلام وقائع ۲۷۷ھ، نمبر۵۳۶۔

د: سبکی لکھتے ہیں: ’’ابو حاتم محمد بن ادریس بن منذر بن داؤد بن مہران غطفانی حنظلی رازی بڑے ائمہ حدیث میں سے ایک ہیں۔ ۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں عبید اللہ بن موسیٰ، ابو نعیم اور ان دونوں کے ہم طبقوں سے۔ بغداد میں عفان، ہوذہ بن خلیفہ اور ان کے ہم طبقوں سے۔ دمشق میں ابو مسہر، ابا الجماہر محمد بن عثمان اور ان کے ہم طبقوں سے۔ حمص میں ابا الیمان، یحییٰ وحاظی اور ان کے ہم طبقوں سے۔ مصر میں سعید بن ابی مریم اور ان کے ہم طبقوں اور سفر میں بے شمار افراد سے حدیثیں سنی تھیں۔ ابو حاتم کے بیٹے کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے باپ کو کہتے سنا کہ جب میں حصول حدیث کی خاطر پہلی مرتبہ گھر سے نکلا تو سات سال تک چپہ چپہ کی خاک چھانتا رہا۔ مسافت کو جو گننا شروع کیا تو ہزار فرسخ تک پہنچنے کے بعد گننا چھوڑ دیا۔ بحرین سے مصر پیدل گیا پھر رملہ پھر دمشق پھر انطاکیہ پھر طرسوس پھر حمص پلٹا وہاں سے رقہ کی راہ لی اور پھر وہاں سے عراق کا رخ کیا، اس وقت میری عمر بیس سال کی تھی۔ ان سے ان کے اساتذہ یعنی صفار، یونس بن عبد الاعلی، عبدہ بن سلیمان مروزی اور ربیع بن سلیمان مرادی نے اور ان کے ہم ردیف یعنی ابو زرعہ رازی، دمشقی، ابو داؤد اور نسائی نے روایت کی ہے اور کہا جاتا ہے کہ بخاری اور ابن ماجہ نے بھی ان سے روایت کی تھی مگر یہ بات ثابت نہیں ہو پائی، نیز ابو حاتم سے ابو بکر بن ابی الدنیا، ابن صاعد، ابو عوانہ، قاضی محاملی، ابو الحسن علی بن ابراہیم قطان اور بہت ساروں نے روایت کی ہے۔ عبد الرحمٰن کے بقول قاضی موسیٰ بن اسحاق نے کہا کہ ابو حاتم سے بڑا میں نے حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ حافظ احمد بن سلمہ کا بیان ہے کہ اسحاق ابن راہویہ اور محمد بن یحییٰ کے بعد حدیثوں کا سب سے بڑا حافظ اور ان کے معانی کا سب سے زیادہ جاننے والا ابو حاتم کے سوا کسی کو نہیں دیکھا۔ ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے یونس بن عبد الاعلیٰ کو کہتے سنا کہ ابو زرعہ اور ابو حاتم دونوں خراسان کے امام ہیں۔ ان کا وجود مسلمانوں کے لئے غنیمت ہے۔۔۔‘‘(۱)

۱۔ طبقات الشافعیہ، ج۱، ص۲۹۹۔

ھ: یافعی لکھتے ہیں: ’’شعبان ۲۷۷ھ میں حافظ مشرق ابو حاتم محمد بن ادریس حنظلی رازی کا انتقال ہوا۔ وہ حفظ میں منفرد، حصول حدیث کی خاطر کثرت سے سفر کرنے والے، علم کا گنجینہ اور بخاری اور ابو زرعہ کے ہم پلہ تھے‘‘۔(۱)

و: ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ’’ابو حاتم محمد بن ادریس بن منذر حنظلی رازی گیارہویں طبقے کے حفاظ میں سے ہیں۔ ۲۷۷ھ میں انتقال ہوا تھا‘‘۔(۲)

ز: سیوطی لکھتے ہیں: ’’ابو حاتم محمد بن ادریس بن منذر بن داؤد حنظلی رازی ائمہ حفاظ میں سے ہیں۔ انھوں نے احمد، آدم بن ابی ایاس، ابی خیثمہ، قتیبہ اور بہت سارے محدثین سے روایت کی ہے اور ان سے ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دیگر محدثین نے روایت کی ہے۔ خطیب کا بیان ہے کہ یہ ان ائمہ حفاظ میں سے ہیں جو کتابت حدیث میں بڑی دقت کرتے تھے۔ ان کے علم کی شہرت تھی اور ان کے فضل و شرف کا چرچا تھا۔ نسائی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے ۲۷۵ھ یا ۲۷۷ھ میں شہر رے میں ان کا انتقال ہوا تھا‘‘(۳)

۱۔ مرآۃ الجنان وقائع ۲۷۷ھ، ج۲، ص۱۴۳۔
۲۔ تقریب التہذیب، ج۲، ص۵۰۰، نمبر ۵۹۲۰۔
۳۔ طبقات الحفاظ، ص۲۷۸، نمبر ۵۷۵۔

(۴)

روایت ابن شاہین

ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان شاہینی معروف بہ ابن شاہین نے اپنی کتاب "السنۃ" میں حدیث تشبیہ کی روایت کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"ثنا محمد بن الحسین بن حمید بن ربیع، ثنا محمد بن عمران بن حجاج، ثنا عبید اللہ بن موسیٰ عن ابی راشد یعنی الحبرانی عن ابی ہارون العبدی عن ابی سعید الخدری قال کنا حول النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل علی بن ابی طالب فادام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النظر الیہ ثم قال من اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ و الی نوح فی حکمہ و الی ابراہیم فی حلمہ فلینظر الی ھذا...."

یعنی ہم سے محمد بن حسین بن حمید بن ربیع نے بیان کیا انھوں نے محمد بن عمران بن حجاج سے انھوں نے عبیداللہ بن موسیٰ سے انھوں نے ابی راشد یعنی حبرانی سے انھوں نے ابوہارون سے اور انھوں نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے۔ خدری کا بیان ہے کہ ہم نبیؐ کے پاس تھے کہ علی بن ابی طالب آگئے۔ رسولؐ خدا نے انھیں دیکھ کر فرمایا: جو آدم کو ان کے علم میں، نوح کو ان کی حکمت میں اور ابراہیم کو ان کے حلم میں دیکھنا چاہے وہ اس شخص (علیؑ) کو دیکھے۔

احوال وآثار

ابن شاہین اہلسنت کے اجلہ اساطین، اکابر ثقات محدثین اور اعاظم مفسرین میں سے ہیں۔ ان کی عظمت و جلالت سمعانی کی الانساب، ابن اثیر کی تاریخ کامل، خوارزمی کی اسماء رجال مسند ابی حنیفہ، جزری کی طبقات القراء، ذہبی کی عبر، یافعی کی مرآۃ الجنان، سیوطی کی طبقات الحفاظ اور منتہی العقول، داؤدی کی طبقات المفسرین، دیار بکری کی تاریخ خمیس، زرقانی کی شرح المواہب وغیرہ سے معلوم ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

الف: ابن اثیر وقائع ۳۸۵ھ میں لکھتے ہیں: "اسی سال کے ماہ ذی الحجہ میں ابوحفص عمر بن احمد بن محمد بن ایوب معروف بہ ابن شاہین واعظ کا انتقال ہوا جن کی ولادت صفر ۲۹۷ھ میں ہوئی تھی۔ وہ بہت زیادہ حدیثوں کو نقل کرنے والے اور فرد ثقہ ہیں"۔(۱)

ب: یافعی وقائع ۳۸۵ھ میں لکھتے ہیں: "اسی سال حافظ، مفسر، واعظ اور متعدد کتابوں کے مصنف ابوحفص بن شاہین عمر بن احمد بغدادی کا انتقال ہوا۔ حسین بن مھتدی باللہ کا بیان ہے کہ ابن شاہین نے کہا میں نے تین سو تین کتابیں تصنیف کیں جن میں ہزار جزء پر مشتمل "التفسیر الکبیر" ایک ہزار تین سو جزء پر مشتمل "المسند" اور ایک سو پچاس جزء پر مشتمل "التاریخ" ہیں۔ ابن ابی الفوارس کا کہنا ہے کہ ابن شاہین، ثقہ، امین اور ایسی کتابوں کے مصنف ہیں جن جیسی کسی نے تصنیف نہیں کیں"۔(۲)

ج: جزری لکھتے ہیں: "ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن شاہین بغدادی واعظ، حافظ اور مفسر تھے۔ وہ ۲۹۷ھ میں پیدا ہوئے تھے اور حروف کی انھوں نے ابوبکر بن ابی داؤد، ابوبکر بن مجاہد، ابوبکر نقاش اور احمد بن مسعود زہری سے روایت کی ہے اور ان سے حسین بن علی طناجیری نے قرائت کی روایت کی ہے۔ وہ امام کبیر اور مشہور ثقہ ہیں۔ ان کی سنت وغیرہ سے متعلق مفید تالیفات ہیں۔ ۱۱ ذی الحجہ ۳۸۵ھ کو انتقال ہوا تھا"۔(۳)

ھ: خوارزمی لکھتے ہیں: "ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب واعظ معروف بہ ابن شاہین کے بارے میں خطیب بغدادی کا کہنا ہے کہ انھوں نے شعیب بن محمد زرّاع، ابوجندب برلی اور محمد بن محمد بن مفلس سے سمع حدیث کیا تھا اور ان سے عتیقی، تنوخی، جوہری اور بہت سارے افراد نے روایت کی ہے خود ابن شاہین کا کہنا ہے کہ میں ۲۹۷ھ میں پیدا ہوا اور ۳۰۸ھ میں سب سے پہلی مرتبہ حدیث لکھی اور (تین سو) تیس کتابیں تصنیف کیں

۱۔ تاریخ کامل حوادث ۳۸۵ھ، ج۷، ص۴۷۵۔
۲۔ مرآۃ الجنان وقائع ۳۸۵ھ، ج۲، ص۳۲۰۔
۳۔ طبقات القراء، ج۱، ص۵۸۸۔

جن میں ایک ہزار جز کی تفسیر اور ڈیڑھ ہزار جز کی مسند ہیں۔ قاضی ابن ساجی کا بیان ہے کہ میں نے ابن شاہین سے سنا کہ اس وقت تک میں سات سو درہم کی روشنائی خرید چکا ہوں۔ ۳۸۵ھ میں انتقال ہوا''۔(۱)

و: سیوطی ''منتہی العقول'' میں لکھتے ہیں: ''آخری امت، امت محمدی ہے۔ اس امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہیں اور ان علماء کے لئے باعث فخر خلفاء اربعہ اور ائمہ اربعہ ہیں جنھوں نے مختلف علوم وفنون کو وجود عطا کیا جیسے علم نحو علی کے ذریعے، عروض خلیل کے توسط سے اصول فقہ شافعی کے ذریعے اور معانی و بیان جرجانی کے توسط سے وجود میں آئے۔ ابن جریر طبری نے تفسیری حدیثوں کو اکٹھا کر کے علم تفسیر کو عروج پر پہنچا دیا۔ جن کتابوں کو اسی اونٹ اٹھائے ہوئے تھے انھیں وہ حفظ کئے ہوئے تھے۔ ابن انباری ہر جمعہ کو کتابوں کی ہزار فصلیں یاد کیا کرتے تھے اور انھیں قواعد نحو کے استشہاد پر تین لاکھ شعر یاد تھے۔ شافعی جس متن کو ایک مرتبہ پڑھ لیتے تھے یاد کیھ لیتے تھے تو وہ ان کے حافظے میں محفوظ ہو جاتی تھی۔ حکیم بوعلی سینا نے ایک رات میں پورا قرآن حفظ کر لیا تھا۔ ابوزرعہ دس لاکھ حدیثیں حفظ کئے ہوئے تھے جب کہ احمد بن حنبل کے حفظ کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ بخاری کو ایک لاکھ حدیثیں حفظ تھیں۔ خلاصہ یہ کہ ابن شاہین کی بہت ساری کتابیں ہیں جن کی تعداد تین سو تیس بتائی جاتی ہے۔ ان میں ہزار جز میں تفسیر ہے، ایک ہزار پچاس جز میں مسند ہے اور ڈیڑھ سو جلد میں تاریخ ہے۔ ان نوشتہ جات کی روشنائی کا وزن ایک ہزار ستائیس قنطار رہتا ہے۔ یہ کرامت ایسی ہی ہے جیسے طی الارض کی کرامت''۔

ز: دیار بکری لکھتے ہیں: ''ابوحفص عمر بن احمد بن شاہین بغدادی حافظ، مفسر اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں کہ انھیں میں تفسیر ایک ہزار جز میں اور مسند تیرہ سو جز میں ہیں''۔(۲)

۱۔ جامع المسانید، ابی حنیفہ، ج۲، ص۵۳۰۔
۲۔ تاریخ الخمیس، حوادث ۳۸۵ھ، ج۲، ص۳۵۶۔

ح: زرقانی ایک جگہ لکھتے ہیں: ''اس حدیث کو حافظ کبیر، امام مفید ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بغدادی معروف بہ ابن شاہین نے نقل کیا ہے جو ثقہ اور امین ہیں اور ان کی تین سو تیس کتابیں ہیں کہ انھیں میں تفسیر کبیر ہے جو ہزار جز کی ہے اور مسند ہے کہ اس کے بھی ہزار جز ہیں۔ ذی الحجہ ۳۸۵ھ میں ان کا انتقال ہوا''۔(۱)

ط: صدیق حسن خان قنوجی ''الجنة فی الاسوة الحسنة بالسنة'' میں لکھتے ہیں: ''بہت سارے مجتہدین گزرے ہیں جنھوں نے ڈر کے مارے اپنے اجتہاد کا اعلان نہیں کیا مگر کچھ ایسے بھی گزرے ہیں جنھوں نے ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پرواہ کئے بغیر اپنے اجتہاد کا دعویٰ اور اعلان کر دیا مثلاً ابوثور، محمد بن اسماعیل (امام) بخاری، داؤد ظاہری، ابن منذر، حسن بن سعد، عبداللہ بن وہب فہری، بقی بن مخلد قرطبی، قاسم بن محمد بن سیار، ابوجعفر محمد بن جریر طبری اور امام مفید کبیر، محدث عراق ابوحفص عمر بن احمد بغدادی واعظ معروف بہ ابن شاہین جن کو ابن ماکولا وغیرہ نے ثقہ وامین کہا ہے اور ان کی تین سو تصنیفات ہیں۔ فقہ ائمہ اربعہ کے بارے میں کچھ نہیں بتاتے تھے اور جب ان سے ان کے مذہب کے بارے میں پوچھا جاتا تھا تو کہتے تھے میں محمدی مذہب والا ہوں۔ ۳۸۵ھ میں ان کا انتقال ہوا'' گویا ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے بلکہ خود صاحب رائے تھے کیونکہ محدث کبیر اور بے نظیر کتابوں کے مصنف تھے۔۔۔۔

ی: سمعانی لکھتے ہیں: ''ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان واعظ شاہینی معروف بہ ابن شاہین کا اصلی وطن مروالروز تھا اور ان کے نانا احمد بن محمد بن یوسف بن شاہین شیبانی بغدادی کی وجہ سے انھیں ابن شاہین کہا جاتا تھا۔ وہ ثقہ، صدوق اور بہت زیادہ حدیثوں کی روایت کرنے والے تھے۔ انھوں نے بصرہ، کوفہ اور حجاز کا سفر کیا تھا اور ابوالقاسم بغوی ابوحبیب نبرنی، ابوبکر (ابوذر) بن باغندی، ابوبکر بن ابی داؤد، ابا عبداللہ بن عقر اور ان کے ہم طبقوں سے حدیثیں

۱۔ شرح المواهب اللدنیة، ج۱، ص۱۲۶۔

سنی تھیں اوران سے ان کے بیٹے عبیداللہ، ہلال بن محمد حفاد، ابوبکر برقانی، ابوالقاسم ازہری، ابو محمد خلال، عبدالعزیز ازجی، ابوالقاسم تنوخی، ابومحمد جوہری اور قاضی ابوالحسین بن مھتدی باللہ ہاشمی نے روایت کی ہے۔ ابن شاہین کے بقول گیارہ سال کی عمر میں حدیث لکھی تھی۔ وہ ماہ صفر ۲۹۷ھ میں پیدا ہوئے تھے اور ۳۰۸ھ میں سب سے پہلی مرتبہ سمع حدیث کیا تھا اور تین سو تیس کتابیں تصنیف کی تھیں۔ تفسیر کبیر ہزار جز میں، مسند پندرہ سو جز میں، تاریخ ڈیڑھ سو جز میں اور زہد سو جز میں تھیں۔ وہ فقہ نہیں جانتے تھے۔ ذی الحجہ ۳۸۵ھ میں انتقال ہوا تھا۔"(۱)

ابن شاہین کے بارے میں جو کئی ایک نے لکھا ہے کہ وہ فقہ نہیں جانتے تھے اس سے ان کی مراد ائمہ اربعہ یعنی ابوحنیفہ و مالک و شافعی و احمد کی فقہ ہے نہ یہ کہ ان کو فقہی معلومات نہیں تھی۔ کیسے ابن شاہین کے بارے میں تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ فقہ سے واقف نہیں تھے جب کہ وہ محدث کبیر تھے اور ایسی کتابیں لکھی تھیں کہ ان جیسی ان کے پہلے نہیں لکھی گئی تھیں۔ غلط اعراب میں اس لئے بولتے تھے کہ وہی رائج تھا اور رائج کو صحیح پر ترجیح دیا جاتا ہے۔

ای: ذہبی لکھتے ہیں: "ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان معروف بہ ابن شاہین بغدادی واعظ، مفسر، حافظ، بہت ساری کتابوں کے مصنف اور علم کا گنجینہ تھے۔ دارقطنی کے ایک مہینہ کے بعد ان کا انتقال ہوا تھا جب کہ دارقطنی سے نو سال بڑے تھے۔ باغندی اور محمد بن محمدود سے سمع حدیث اور حصول حدیث کی خاطر شام و بصرہ و فارس کا سفر کیا تھا۔ ابوالحسین بن مھتدی باللہ کا بیان ہے کہ ہم سے ابن شاہین نے کہا تھا کہ میں نے تین سو تیس کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں ہزار جز میں التفسیر الکبیر، تیرہ سو جز میں المسند اور ڈیڑھ سو جز میں تاریخ ہے۔ ابن ابی الفوارس کا کہنا ہے کہ ابن شاہین ثقہ اور امین ہیں انھوں نے ایسی کتابیں لکھیں جن جیسی کسی اور نے نہیں لکھی تھیں۔ محمد بن عمر داؤدی کا کہنا ہے کہ وہ ثقہ تھے البتہ اعراب میں غلطی کرتے تھے وہ (ائمہ اربعہ کی) فقہ نہیں جانتے تھے اور جب ان سے ان کی مذہب کے بارے میں پوچھا جاتا تھا تو وہ

۱۔ الانساب، ج۷، ص۲۷۰، مادہ الشاہینی۔

کہتے تھے کہ میں محمدی مذہب کا ہوں"(۱)

ب ی: سیوطی لکھتے ہیں: "ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان معروف بہ ابن شاہین بغدادی حافظ، امام کبیر اور عراق کے محدث تھے۔ الترغیب، التفسیر الکبیر، المسند، التاریخ، الزھد وغیرہ ان کی تالیفات ہیں۔ انھوں نے باغندی اور بغوی سے سمع حدیث کیا تھا اوران سے مالینی اور برقانی نے اور تین سو تیس کتابیں تصنیف کی تھیں۔ ابن ماکولا نے ثقہ، امین اور بے نظیر کتابوں کا مصنف بتایا ہے۔ ذی الحجہ ۳۸۵ھ میں انتقال ہوتھا"۔(۲)

ج ی: داؤدی لکھتے ہیں: "ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن شاہین بغدادی امام، حافظ، واعظ اور محدث عراق تھے۔ الترغیب، التفسیر الکبیر، المسند، التاریخ، الزھد وغیرہ ان کی تالیفات ہیں۔ ۲۷۷ھ (صحیح ۲۹۷ھ ہے) میں پیدا ہوئے تھے۔ حروف کی انھوں نے ابی بکر بن ابی داؤد، ابی بکر بن مجاہد، ابی بکر نقاش اور احمد بن مسعود زہری سے روایت کی، باغندی اور بغوی سے سمع حدیث کیا اوران سے مالینی اور برقانی نے حدیثیں سنی تھیں۔ تین سو تیس کتابوں کے مصنف ہیں ابن ماکولا وغیرہ نے توثیق و تمجید کی ہے۔ ذی الحجہ ۳۷۵ھ میں وفات پائے تھے"۔(۳)

۱۔ العبر فی خبر من غبر حوادث ۳۸۵ھ، ج۱، ص۳۹۰۔
۲۔ طبقات الحفاظ، ص۴۰۹، نمبر ۸۹۳۔
۳۔ طبقات المفسرین، ج۲، ص۲، نمبر ۳۸۳۔

(۵)

روایت ابن بطہ عکبری

حافظ گنجی لکھتے ہیں:" الباب الثالث والعشرون فی تشبیه النبی صلی اللّه علیه وسلم علی بن ابی طالب بآدم علیه السلام فی علمه و انه مثّله بنوح فی حکمته و مثّله بابراهیم خلیل الرحمن فی حلمه :اخبرنا ابو الحسن بن المقیّر البغدادی بدمشق سنة اربع و ثلاثین و ستمائة ،عن المبارک بن الحسن الشهر زوری ،اخبرنا ابو القاسم بن البسری ،اخبرنا ابو عبد اللّه العکبری،اخبرنا ابو ذر احمد بن محمد الباغندی ، حدثنا ابی عن مسعر بن یحییٰ النهدی،حدثنا شریک عن ابن اسحاق عن ابیه، عن ابن عباس قال بینما رسول اللّه صلی اللّه علیه وسلم جالس فی جماعة من اصحابه ، اذا قبل علی ،فلما بصربه رسول اللّه صلی اللّه علیه وسلم قال: من اراد ان ینظر الی آدم فی علمه ، والی نوح فی حکمته ، و الی ابراهیم فی حلمه،فلینظر الی علی بن ابی طالب "(۱)

تیسواں باب نبی کا علیؑ کو علمِ آدم ،حکمتِ نوح اور حلم ابراہیم سے تشبیہ دینے کے بارے میں ہے۔ہم سے ۶۳۴ھ میں دمشق میں ابوالحسن بن مقیر بغدادی نے بتایا انھوں نے مبارک بن حسن شہرزوری سے انھوں نے ابوالقاسم بن بسری سے انھوں نے ابوعبداللہ عکبری سے انھوں نے ابوذر احمد بن محمد باغندی سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے مسعر بن یحییٰ نہدی سے انھوں نے شریک سے انھوں نے ابن اسحاق سے انھوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا اصحاب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں علیؑ آگئے۔ جب رسولؐ خدا کی علیؑ پر نظر پڑی تو فرمایا: جو چاہتا ہے کہ آدم کو ان کے علم میں، نوح کو ان کی حکمت میں اور ابراہیم کو ان کے حلم میں دیکھے وہ علی بن ابی طالب کی طرف نظر کرے۔

۱۔کفایۃ الطالب، ص۱۲۲۔۱۲۱۔

احوال وآثار

ابن بطہ اکابر محدثین واجلہ فقہاء میں سے ہیں۔انھیں مستجاب الدعوۃ (۱) مانا گیا ہے۔ملاحظہ فرمایئے:

الف:سمعانی لکھتے ہیں:" ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد بن محمد بن حمدان بن بطہ عکبری بطی عکبرا (بغداد کے نزدیک) کے رہنے والے تھے۔وہ امام، فاضل اور حدیث کے عالم تھے۔البتہ ان کی فقہی خدمات حدیث سے زیادہ ہیں۔انھوں نے اہل عراق کی ایک جماعت سے سمع حدیث کیا تھا۔وہ حنبلی فقہاء میں تھے اور بڑی مفید کتابیں تصنیف کی ہیں۔انھوں نے ابو القاسم بغوی، ابومحمد بن صاعد، ابوبکر عبداللہ بن زیاد نیشاپوری، حافظ ابوطالب احمد بن نصر، ابوذر بن باغندی، عراقیوں کی بہت ساری جماعتوں اور کئی مسافروں سے روایت کی ہے اور شام وبصرہ وغیرہ بارہا سفر کیا تھا اور ان سے حافظ ابوالفتح محمد بن ابی الفوارس، ابوعلی حسن بن شہاب عکبری، عبدالعزیز بن علی ازجی اور ابراہیم بن عمر برمکی وغیرہ نے روایت کی ہے۔بیان کیا جاتا ہے کہ ابن بطہ جب سفر سے واپس ہوئے تو چالیس سال تک خانہ نشین رہے اور سوائے عید فطر اور بقرعید کے کسی نے ان کو بازار میں نہیں دیکھا۔وہ سال بھر روزہ رکھتے تھے اور لوگوں کو کار خیر کی دعوت دیتے رہتے تھے اور جب ناگوار خبر سنتے تھے تو کبیدہ خاطر ہو جاتے تھے۔ماہ محرم ۳۸۷ھ میں عکبرا میں ان کا انتقال ہوا اور عاشور کے دن وہیں دفن کئے گئے، میں نے ان کی قبر کی زیارت کی ہے"۔(۲)

نیز سمعانی لکھتے ہیں:"حنبلی فرقہ کے جن علماء کو شہرت حاصل ہے ان میں ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد بن محمد بن حمدان بن بطہ عکبری ہیں جو عکبرا کے رہنے والے تھے اور انھوں نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔وہ فاضل وزاہد تھے اور ابوالقاسم بغوی اور ابوبکر بن ابی داؤد سے حدیث نقل کی ہے اور ان سے ابومحمد حسن بن علی جوہری اور ابواسحاق ابراہیم بن احمد برمکی وغیرہ نے روایت کی ہے"۔(۳)

۱۔العبر فی خبر من غبر، ج۱،ص۳۹۳۔

۲۔الانساب، ج۲،ص۲۴۳،مادہ البطی۔

۳۔الانساب، ج۴،ص۲۳۸،مادہ الحنبلی۔

ب: میرزا محمد بن معتمد خان بدخشانی نے ''تراجم الحفاظ'' حرف عین میں تقریباً سمعانی ہی کی مذکورہ بالا عبارتوں میں ابن بطہ عکبری کی تعریف وتمجید کی ہے۔

ابن بطہ کی اس روایت کا اعتبار اس لئے بھی بڑھ جاتا ہے کہ ابن بطہ شاہ عبدالعزیز دہلوی (مؤلف تحفہ) کے مشائخ اجازہ میں سے ہیں۔ کیونکہ ابن بطہ، جلال الدین سیوطی کے مشائخ اجازہ میں سے ہیں جیسا کہ سیوطی نے ''زادالمسیر فی فہرست الصغیر'' میں اس بات کی تصریح کی ہے اور اپنے مشائخ میں ابن بطہ کا نام لیا ہے اور سیوطی، شاہ ولی اللہ دہلوی پدر شاہ عبدالعزیز دہلوی کے مشائخ اجازہ میں سے ہیں جیسا کہ انھوں نے ''الارشاد فی مھمات الاسناد'' میں لکھا ہے اور شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ عبدالعزیز دہلوی کے مشائخ میں سے ہیں جیسا کہ انھوں نے اپنے رسالہ ''اصول الحدیث'' میں لکھا ہے وہ اس بارے میں لکھتے ہیں:

''اس فقیر نے اس علم (حدیث) اور دیگر سارے علوم کو صرف والد ماجد سے حاصل کیا اور بعض کتب حدیث جیسے مصابیح، مشکوٰۃ، مسوّی شرح موطا کہ یہ انھی کی تالیف ہے اور حصن حصین اور شمائل ترمذی کی انھی کے سامنے قرائت کی اور انھی سے انھیں سنا اور ان کے بارے میں تحقیق وتفتیش کی اور تھوڑا سا صحیح بخاری کے شروع کا از لحاظ درایت ان سے سنا اور صحیح مسلم اور دیگر صحاح ستہ کا سماع اس طرح کیا کہ طلاب آپ (والد) سے وہ کتابیں پڑھتے تھے اور یہ فقیر بھی وہاں حاضر رہتا تھا اور آپ کے علمی بیانات کو سنتا تھا یہاں تک کہ فہم معانی احادیث اور ادراک حقائق اسانید کا ملکہ پیدا ہوگیا''۔

ان اعترافات کے مطابق شاہ عبدالعزیز دہلوی (مؤلف تحفہ) کے مشائخ میں سے ان کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی ہیں اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے مشائخ میں سے سیوطی ہیں اور سیوطی کے مشائخ میں سے ابن بطہ ہیں۔ گویا ابن بطہ، شاہ عبدالعزیز دہلوی (مؤلف تحفہ) کے مشائخ میں سے ہوئے پھر کس طرح حدیث تشبیہ کی صحت میں وہ چون وچرا کر سکتے ہیں؟ تعجب ہوتا ہے کہ فہم معانی احادیث اور ادراک حقائق اسانید کا ملکہ پیدا ہونے کے باوجود حدیث تشبیہ، حدیث مدینہ، حدیث طیر اور حدیث ولایت جیسی حدیثوں کی کیسی رکیک انھوں نے تاویلیں کیں۔ لہذا یا ان کا ادعا غلط ہے یا یہ رکیک تاویلیں صحیح نہیں ہیں۔

(۶)

روایت حاکم نیشاپوری

ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم ضبی طہمانی معروف بہ حاکم نیشاپوری نے حدیث تشبیہ کی روایت ہے۔ چنانچہ خطیب خوارزمی ایک حدیث کو درجہ ذیل سند سے نقل کرتے ہیں:

"اخبرنا الشیخ الزاھد الحافظ ابو الحسن علی بن احمد العاصمی الخوارزمی قال اخبرنا شیخ القضاۃ اسماعیل بن احمد الواعظ قال اخبرنا احمد بن حسین البیھقی (اس کے بعد لکھتے ہیں) و بھذا الاسناد عن احمد بن الحسین ھذا، اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ (الحاکم) فی التاریخ، حدثنا ابو جعفر محمد بن سعید، حدثنا محمد بن مسلم بن وارۃ، حدثنا عبد اللہ بن موسیٰ العبسی، حدثنا ابو عمر الازدی، عن ابی راشد الحبرانی، عن ابی الحمراء قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ، و الی نوح فی فھمہ، والی یحییٰ بن زکریا فی زھدہ، و الی موسیٰ بن عمران فی بطشہ، فلینظر الی علی بن ابی طالب. قال احمد بن الحسین البیھقی: لم اکتبہ الا بھذا الاسناد. واللہ اعلم "(۱)

اس حدیث کو ہم سے شیخ، زاہد، حافظ ابوالحسن علی بن احمد عاصمی خوارزمی نے بتایا انھوں نے شیخ القضاۃ اسماعیل بن احمد واعظ سے اور انھوں نے احمد بن حسین بیہقی سے نقل کیا ہے (اس کے بعد لکھتے ہیں) انھیں اسناد سے احمد بن حسین بیہقی سے نقل کیا گیا ہے انھوں نے کہا ہم سے ابوعبداللہ حافظ (حاکم) نے تاریخ نیشاپور سے بیان کیا انھوں نے ابوجعفر محمد بن سعید سے انھوں نے محمد بن مسلم بن وارہ سے انھوں نے عبید اللہ بن موسیٰ عبسی سے انھوں نے ابوعمر ازدی سے انھوں نے ابی راشد حبرانی سے اور انھوں نے ابی الحمراء سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو چاہتا ہے کہ آدم کو ان کے علم کے ساتھ، نوح کو ان کے فہم کے

۱۔ مناقب خوارزمی، ص۸۳، حدیث۷۰۔

ساتھ، یحییٰ بن زکریا کو ان کے زہد کے ساتھ، موسیٰ بن عمران کو ان کی ہیبت وصولت کے ساتھ دیکھے وہ علی بن ابی طالبؑ کی طرف نگاہ کرے۔ احمد بن حسین بیہقی کا بیان ہے کہ اس حدیث کو صرف انھیں اسناد سے لکھا ہے۔ واللہ اعلم

احوال وآثار

الف: ابن خلکان لکھتے ہیں: "حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم ضبی طہمانی معروف بہ حاکم نیشاپوری وابن البیع اپنے زمانہ کے اہل حدیث کے امام تھے انھوں نے ایسی کتابیں لکھیں جن جیسی ان سے پہلے لکھی نہیں گئی تھیں۔ وہ عالم، عارف اور وسیع معلومات کے حامل تھے۔ فقیہ شافعی ابوسہل محمد بن سلیمان صعلوکی سے فقہ پڑھی پھر عراق گئے اور وہاں ابوعلی بن ابوہریرہ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا اور پھر حصول حدیث میں مشغول ہو گئے اور اس میں شہرت پا گئے۔ انھوں نے بے شمار افراد سے حدیثیں سنی تھیں، ان کے مشائخ (جن سے حدیث سنی) کی تعداد ایک ہزار بتائی جاتی ہے۔ بلکہ انھوں نے ان سے بھی روایت کی ہے جو ان کے بعد بھی زندہ رہے ایسا اس لئے کیا تا کہ روایتوں کی بھی تعداد بڑھ جائے اور مشائخ کی بھی۔ ڈیڑھ ہزار جز میں مختلف علوم میں انھوں نے کتابیں لکھیں جن میں الصحیحان، العلل، الامالی، فوائد الشیوخ، امالی العشیات اور تراجم الشیوخ ہیں مگر وہ کتابیں جن میں انھیں انفرادیت حاصل ہے یہ ہیں: معرفۃ علوم الحدیث، تاریخ علماء نیشاپور، المدخل الی علم الصحیح، المستدرک علی الصحیحین، ماتفرد بہ کل واحد من الامامین اور فضائل للامام الشافعی۔ حاکم نے دو مرتبہ عراق وحجاز کا سفر کیا تھا۔ دوسری مرتبہ ۳۶۰ھ میں گئے تھے اور وہاں متعدد حافظوں سے مناظرہ کیا تھا اور مختلف مشائخ سے گفتگو کی تھی اور ان سے حدیثیں بھی لکھی تھیں اور دارقطنی سے بحث کر کے انھیں اپنا ہم خیال بنالیا تھا۔ ۳۵۹ھ میں حکومت سامانی میں نیشاپور کے قاضی ہوئے تھے مگر جب گرگان کا قاضی بنایا جانے لگا تو اس کو قبول نہیں کیا۔ وہ ربیع الاول ۳۲۱ھ میں نیشاپور میں پیدا ہوئے تھے اور ۳ صفر ۴۰۵ھ کو رخت سفر باندھا تھا۔ ارشاد میں سال وفات ۴۰۳ھ بتائی گئی ہے۔ ۳۳۰ھ میں حدیث سنی شروع کی تھی۔ ۳۵۵ھ میں ماوراء النہر میں اور

۳۶۷ھ میں عراق میں حدیث کا املا کرایا تھا۔ دارقطنی ان کے ہمراہ رہتے تھے۔ دارقطنی اور ابوبکر قفال شاشی جیسوں نے ان سے حدیث سنی تھی"(۱)

ب: ابوالفداء ۴۰۵ھ کے وقائع میں لکھتے ہیں: "اس سال حافظ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم ضبی طہمانی معروف بہ ابن حاکم نیشاپوری کا انتقال ہوا جو اپنے زمانہ میں اہل حدیث کے امام اور ایسی کتابوں کے مؤلف تھے جن جیسی اس وقت تک لکھی نہیں گئی تھیں، حصول حدیث کی خاطر سفر کیا اور تقریباً دو ہزار شیوخ سے حدیثیں لیں اور کئی کتابیں تصنیف کیں"۔(۲)

ج: ابن وردی وقائع ۴۰۳ھ میں لکھتے ہیں: "حافظ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم ضبی طہمانی معروف بہ ابن حاکم نیشاپوری کا اسی سال انتقال ہوا تھا۔ وہ اپنے زمانہ کے اہل حدیث کے امام تھے، انھوں نے ایسی کتابیں لکھیں جن جیسی اس سے پہلے نہیں لکھی گئی تھیں۔ اخذ حدیث کی خاطر سفر کیا تھا اور دو ہزار حدیث کے اساتذہ سے مل کر حدیثیں لکھی تھیں۔ الصحیحان، الامالی اور فضائل شافعی وغیرہ ان کی تالیفات ہیں۔ ان کے باپ کو حاکم اس لئے کہا گیا کہ وہ نیشاپور کے قاضی تھے"۔(۳)

د: یافعی وقائع ۴۰۵ھ میں لکھتے ہیں: "اس سال امام کبیر، حافظ شہیر ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ معروف بہ حاکم ابن البیع نیشاپوری کا انتقال ہوا تھا، وہ اپنے وقت کے اہل حدیث کے امام تھے اور دو ہزار مشائخ سے حدیثیں لکھ کر معرفت حدیث کی ممتاز شخصیت بن گئے تھے۔ انھوں نے کئی کتابیں تصنیف کیں اور شافعی فقیہ امام ابوسہل صعلوکی سے فقہ کی کتابیں پڑھیں۔ دارقطنی ہمیشہ ان کے ساتھ رہتے تھے اور امام ابوبکر قفال ششی جیسے ائمہ حدیث نے ان سے حدیثیں سنی تھیں"۔(۴)

۱۔ وفیات الاعیان، ج۲، ص۶۴-۳۶۳، نمبر۶۱۵۔
۲۔ المختصر فی احوال البشر، وقائع ۴۰۵ھ، ج۱، ص۴۹۲۔
۳۔ تتمۃ المختصر فی احوال البشر، وقائع ۴۰۳ھ، ج۱، ص۳۱۶۔
۴۔ مرآۃ الجنان وقائع ۴۰۵ھ، ج۳، ص۱۲۔

ھ: عبدالغافر فارسی، حاکم کی بڑی تعریف وتمجید کے بعد لکھتے ہیں: ''۸ صفر ۴۰۵ھ کو رحمت الٰہی سے ملے اور اپنے بعد اپنا جیسا نہیں چھوڑا''۔ (۱)

و: زرقانی لکھتے ہیں: ''حاکم، امام، حافظ کبیر ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ضبی نیشاپوری ثقہ اور کتابت حدیث میں بڑی دقت کرتے تھے۔ ان کی صداقت ومعرفت حدیث پر سب کا اتفاق ہے۔

حصول حدیث کے لئے بہت زیادہ سفر کیا اور مشائخ سے حدیثیں سنیں۔ نیشاپور میں ایک ہزار مشائخ سے اور دوسری جگہوں پر ان سے زیادہ مشائخ سے حدیثیں سنی تھیں۔ ۳۲۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۰۵ھ میں نیشاپور میں انتقال کیا۔ ذہبی کے بقول پانچ سو کتابیں، عبدالغافر فارسی کے بقول ہزار کتابیں اور دوسروں کے بقول پندرہ سو کتابیں لکھی تھیں۔ خود حاکم کا کہنا ہے کہ میں نے آب زمزم پینے کے بعد خدا سے بہترین کتابوں کے تالیف کرنے کی دعا مانگی تھی''۔ (۲)

ز: شیخ عبدالحق دہلوی ''رجال مشکوۃ'' میں لکھتے ہیں: ''حاکم وہی ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدون بن نعیم بن حکم ضبی نیشاپوری معروف بہ ابن البیع ہیں جو صاحب فضل اور مختلف علوم کے جاننے والے تھے۔ وہ اپنے زمانہ کے فرد فرید اور یکتائے وقت تھے خاص طور سے علوم حدیث میں جن میں انھوں نے عجیب وغریب بڑی بڑی کتابیں لکھیں''۔

ح: ابن اثیر حاکم نیشاپوری کی حدیثی معلومات کے بارے میں لکھتے ہیں: ''وہ اس فن کے عالم، اس کی گہرائی سے آگاہ اور اس کے اسرار ورموز سے آشنا تھے'' (۳)

ط: فخر الدین رازی لکھتے ہیں: ''متاخر محدثین میں علم حدیث میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور اس میں تحقیق کے لحاظ سے سب سے زیادہ قوی یہ افراد ہیں: ابوالحسن دارقطنی، حافظ

۱۔ السیاق فی تاریخ نیشاپور، ص ۵-۶۔

۲۔ شرح المواہب اللدنیہ، ج ۱، ص ۲۳۔

۳۔ جامع الاصول، ج ۱، ص ۹۲۔

ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری، شیخ ابونعیم اصفہانی، حافظ ابوبکر بیہقی، امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن زکریا جوزقی صاحب کتاب المتفق، امام خطیب بغدادی صاحب تاریخ بغداد، امام ابوسلیمان خطابی۔۔۔ یہی محدثین بخاری ومسلم کے بعد علم حدیث کی تابناک شخصیتیں ہیں'' (۱)

ی: نووی ایک جگہ لکھتے ہیں: ''میں نے ان سب کے حالات ائمہ حفاظ اور مشہور اماموں کی مستند کتابوں سے نقل کئے ہیں جیسے تاریخ بخاری، تاریخ ابن ابی خیثمہ، تاریخ خلیفہ بن خیاط معروف بہ سنان، طبقات صغیر وطبقات کبیر محمد بن سعد واقدی، الجرح والتعدیل ابن ابی حاتم، ثقات ابی حاتم، تاریخ نیشاپور ابوعبداللہ حاکم (نیشاپوری)، تاریخ بغداد خطیب، تاریخ ہمدان، تاریخ دمشق ابن عساکر اور دیگر بڑی کتابیں ہیں جن سے میں نے مدد لی ہے'' (۲) انھوں نے دوسری جگہوں پر بھی حاکم نیشاپوری کی امام، حافظ، حاکم وغیرہ سے توصیف وتمجید کی ہے۔ (۳)

ای: خطیب تبریزی لکھتے ہیں: ''ابوبکر احمد بن حسین بیہقی حدیث وفقہ میں یگانہ عصر اور ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری کے اہم شاگردوں میں تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سات حفاظ نے بہترین کتابیں لکھیں اور لوگوں نے ان سے خوب فائدے اٹھائے ایک ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی اور دوسرے ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری۔۔۔'' (۴)

ب ی: عبدالوہاب سبکی نے حفاظ ومحدثین کی طبقہ بندی کرتے وقت، حاکم نیشاپوری کو جس طبقہ میں رکھا ہے اس طبقہ کے افراد اہلسنت کی نظر میں اساطین دین، ائمہ متقدین اور مشائخ مقبولین میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: ''اس طبقہ میں ابوعبدہ بن مندہ، ابوعبداللہ حسین بن احمد بن بکیر، ابوعبداللہ حاکم (نیشاپوری)، عبدالغنی بن سعید ازدی، ابوبکر بن مردویہ، ابوعبداللہ

۱۔ فضائل شافعی۔

۲۔ تہذیب الاسماء واللغات، ج ۱، ص ۶، مقدمہ کتاب۔

۳۔ تہذیب الاسماء واللغات، ج ۱، ص ۷۱۔۷۲۔۷۶۔

۴۔ الاکمال فی اسماء الرجال، ج ۳، ص ۸۰۶۔

محمد بن احمد غنجار، ابوبکر برقانی، ابوحازم عبدوی، حمزہ سہمی اور ابونعیم اصفہانی ہیں"۔(۱)

ج ی: اسنوی نے حاکم کو کبار ائمہ حدیث میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: "کبار ائمہ حدیث یا ان (شافعی) کے شاگرد تھے اور بلا واسطہ ان سے حدیثیں لکھتے تھے یا ان کے پیروں سے اخذ حدیث کرتے تھے جیسے امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن منذر، ابن حبان، ابن خزیمہ، بیہقی، حاکم، خطابی، خطیب اور ابونعیم وغیرہ"۔(۲)

دی: بدخشانی "تراجم الحفاظ" میں لکھتے ہیں: "اہل حدیث کے ایک گروہ نے ان کو حاکم کا لقب دیا اور بعض نے دنیاوی منصب (قضاوت) کی وجہ سے انھیں حاکم کہا جیسے حاکم شہید ابوالفضل محمد بن محمد مروزی جو بخارا کے قاضی تھے تو بعض نے حدیث کی ریاست ملنے کی وجہ سے انھیں حاکم سے ملقب کیا۔ اپنے زمانہ میں حدیث میں برتری کی وجہ سے دو اس لقب سے ملقب ہوئے ایک حاکم ابواحمد محمد بن احمد بن اسحاق نیشاپوری اور دوسرے حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد بن حمدویہ نیشاپوری صاحب المستدرک علی الصحیحین و تاریخ نیشاپوری وغیرہ، مگر اس لقب سے انھیں کو شہرت ملی"۔

ان کے علاوہ صدیق حسن خان نے "اتحاف النبلاء" میں حاکم نیشاپوری کے بارے میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے اور جو مطالب دوسروں نے متفرق طور سے بیان کئے ہیں ان سب کو انھوں نے یکجا ذکر کیا ہے۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی (مؤلف تحفہ) کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی نے "قرۃ العینین" میں حاکم کو چوتھی صدی ہجری کا احیاء دین کرنے والا اور "فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن" کے مقدمہ میں تفسیر بخاری و تفسیر مسلم و تفسیر ترمذی کی طرح تفسیر حاکم کو بھی اصح تفاسیر میں شمار کیا ہے۔ خود شاہ عبدالعزیز دہلوی نے تحفہ اثناعشریہ میں متعدد جگہوں پر حاکم پر بھروسہ کرتے ہوئے ان کی روایتیں نقل کی ہیں اور ان سے استدلال کیا ہے مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں: "اہلسنت دشمنان اہلبیت کو کیسے دوست رکھ سکتے ہیں جب کہ ان کی حدیث کی کتابوں میں یہ

۱۔ طبقات الشافعیہ، ج۴، ص۱۵۵۔

۲۔ طبقات الشافعیہ، مقدمہ کتاب، ص۵۔

حدیث موجود ہے کہ جو شخص بغض اہلبیت لے کر مر جائے وہ جہنم میں جائے گا خواہ وہ نمازی اور روزہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی طبرانی اور حاکم نے روایت کی ہے"۔(۱) جب ایسا ہے تو پھر شاہ صاحب نے کیوں ان حدیثوں کی صحت میں شک و شبہ کا اظہار کیا جنھیں محدثین اہلسنت از جملہ حاکم نیشاپوری نے نقل کیا ہے مثلاً حدیث تشبیہ، حدیث ولایت، حدیث طیر اور حدیث مدینہ وغیرہ؟

جس طرح حاکم نیشاپوری کی شخصیت بڑی بھاری بھرکم تھی اسی طرح ان کی "تاریخ نیشاپور" جس سے حدیث تشبیہ نقل کی گئی ہے بڑی معتبر کتاب بلکہ سید التواریخ مانی گئی ہے۔ اس بات کا اعتراف نووی (۲)، سبکی (۳) اور چلپی (۴) وغیرہ نے کیا ہے۔

۱۔ تحفہ اثناعشریہ، ص۲۸۲۔

۲۔ تہذیب الاسماء واللغات، ج۱، ص۶، مقدمۂ کتاب۔

۳۔ طبقات الشافعیہ، ج۱، ص۳۲۴، شافعی در نیشاپور۔

۴۔ کشف الظنون، ج۱، ص۳۰۸۔

(۷)

روایت ابن مردویہ

موفق بن احمد خوارزمی لکھتے ہیں: ہم سے شہردار نے اجازۃً بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے ابوالفتح عبدوس بن عبداللہ بن عبدوس ہمدانی نے اجازۃً بیان کیا انھوں نے شریف ابوطالب مفضل بن محمد بن طاہر جعفری سے اصفہان میں، انھوں نے حافظ ابوبکر احمد بن موسیٰ ابن مردویہ بن فورک اصفہانی سے انھوں نے محمد بن احمد بن ابراہیم سے انھوں نے حسین بن علی بن حسین سکونی سے انھوں نے سوید بن مسعر بن یحییٰ بن حجاج نہدی سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے شریک سے انھوں نے ابواسحاق سے اور انھوں نے حامل پرچم علی بن ابی طالب، حارث سے روایت کی ہے کہ:

"بلغنا ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان فی جمع من اصحابه ،فقال: اریکم آدم فی علمه و نوحاً فی فهمه و ابراهیم فی حکمته ، فلم یکن باسرع من ان طلع علّی .فقال ابو بکر : یا رسول اللّٰه ،اقست رجلاً بثلاثة من الرسل ،بخ بخ بهذا الرجل ، من هو یا رسول اللّٰه ؟قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الا تعرفه یا ابا بکر؟ قال: اللّٰه و رسوله اعلم . قال: ابو الحسن علی بن ابی طالب . قال ابو بکر :بخ بخ لک یا ابا الحسن ، و این مثلک یا ابا الحسن "(۱)

ہمیں خبر ملی کہ نبیؐ نے صحابہ کی ایک جماعت سے فرمایا: تمھیں آدم کا علم، نوح کا فہم اور ابراہیم کی حکمت دکھانا چاہتا ہوں۔ دیر نہ ہوئی تھی کہ علی سامنے آگئے۔ ابوبکر نے کہا اے رسولؐ خدا آپ نے اس شخص کا تین رسولوں سے مقائسہ کیا ہے۔ مبارک ہو اس شخص کو یہ شرف مگر اے رسولؐ خدا وہ ہے کون؟ نبیؐ نے فرمایا: اے ابوبکر کیا تم اسے نہیں پہچانتے؟ ابوبکر نے جواب دیا: خدا اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا: وہ ابوالحسن علی بن ابی طالب ہے۔ ابوبکر نے کہا: مبارک ہو اے ابوالحسن، تم جیسا کون ہوگا اے ابوالحسن۔

۱۔ مناقب خوارزمی، ص ۸۹، حدیث ۷۹۔

احوال و آثار

الف: ذہبی لکھتے ہیں: "علامہ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصفہانی حافظ، نقل روایت میں پوری دقت کرنے والے اور تفسیر و تاریخ وغیرہ میں لکھی کتابوں کے مصنف ہیں۔ انھوں نے ابو سہل بن زیاد قطان، میمون بن اسحاق خراسانی، محمد بن عبداللہ بن علم صفار، اسماعیل خطبی، محمد بن علی بن دحیم شیبانی، احمد بن عبداللہ بن دلیل، اسحاق بن محمد بن علی کوفی، محمد بن احمد بن علی اسواری، احمد بن عیسیٰ خفاف، احمد بن محمد بن عاصم کرانی اور ان کے ہم طبقوں سے روایت کی اور ان سے ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن مندہ، عبدالوہاب، ابوالخیر محمد بن احمد، ابومنصور محمد بن سکرویہ، ابوبکر محمد بن حسن بن محمد بن سلیم، ابوعبداللہ ثقفی رئیس، ابومطیع محمد بن عبدالواحد مصری اور بہت سارے افراد نے روایت کی ہے۔ "المستخرج علی صحیح البخاری" انھیں کا کارنامہ ہے۔ ان کو اس فن کی پوری شناخت تھی، راویان حدیث کو اچھی طرح پہچانتے تھے اور ان کی بڑی پیاری تصنیفات ہیں۔ ۳۲۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴ ماہ رمضان ۴۱۰ھ کو انتقال کیا۔ الثقفیات وغیرہ میں ان کی عالی اسناد سے مروی حدیثیں موجود ہیں"(۱)

ب: ابن قیم ایک حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "اس حدیث کو ائمہ سنت نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور کسی نے نہ اس حدیث کے متن کی تضعیف کی نہ ہی اس کے راویوں کی اور وہ یہ ہیں: (چند ناموں کو بتانے کے بعد) اور اس کی حافظ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ نے بھی روایت کی ہے"(۲)

ج: عبدالوہاب سبکی نے حفاظ و محدثین کی جو طبقہ بندی کی تو ابن مردویہ کو حاکم نیشاپوری اور ابونعیم اصفہانی جیسے اہلسنت کے اساطین دین اور مشائخ مقبولین کے طبقہ میں قرار دیا۔(۳)

د: سیوطی لکھتے ہیں: "حافظ کبیر علامہ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصفہانی مفسر، مورخ اور

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۳، ص ۱۶۹۔

۲۔ زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، مجلد ۲، ج ۳، ص ۵۶۔

۳۔ طبقات الشافعیہ، ج ۴، ص ۱۵۵۔

المستخرج علی البخاری کے مؤلف ہیں۔ انھوں نے ابوسہل بن زیاد قطان جیسوں سے سماع حدیث کیا۔ وہ فن حدیث کے ماہر، راویوں کی بصیرت رکھنے والے اور اچھی کتابوں کے مؤلف ہیں۔ ۳۲۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴ ماہ رمضان ۴۱۰ھ کو انتقال کیا"۔(۱)

ھ: زرقانی لکھتے ہیں: "علامہ حافظ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصفہانی کی ولادت ۳۲۳ھ میں ہوئی۔ تاریخ، تفسیر، مسند اور المستخرج علی البخاری ان کی تالیفات ہیں۔ وہ نقل روایت میں بڑی دقت کرتے تھے۔ حدیث کی انھیں پوری شناخت تھی، راویوں سے انھیں پوری آشنائی تھی اور تالیف میں بڑے اچھے مؤلف تھے"۔(۲)

ان کے علاوہ سمعانی نے "الانساب" میں حمزہ بن حسین مؤدب اصفہانی کی حالات میں، ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں حدیث طیر کی بحث میں اور چلپی نے "کشف الظنون" میں ابن مردویہ کو حافظ کے لقب سے یاد کیا ہے۔

حافظ کسے کہتے ہیں؟

ابن مردویہ اور ان جیسے نہ جانے کتنے افراد ہیں جنہیں حافظ کہا جاتا ہے۔ اہمیت کے پیش نظر مناسب سمجھا کہ اس اصطلاح (حافظ) کی تعریف کردوں تاکہ جنہیں اس لقب سے ملقب کیا گیا ان کی عظمت و جلالت معلوم ہوجائے۔ نورالدین علی بن سلطان محمد قاری "مجمع الوسائل فی شرح الشمائل" میں لکھتے ہیں:

"میرک کے بقول حافظ سے مراد حافظ حدیث ہے نہ کہ حافظ قرآن گرچہ ممکن ہے کہ مراد حافظ کتاب وسنت ہو۔ محدثین کی اصطلاح میں حافظ اس کو کہتے ہیں جس کو ایک لاکھ حدیثیں متن و سند (عبارت حدیث اور راویوں کے نام) کے ساتھ یاد ہوں۔ مبتدی اور مشتاق حدیث کو "طالب" کہتے ہیں، "محدث"، "شیخ" اور "امام" استاد کامل کو کہتے ہیں، تین لاکھ حدیثوں کو ان کی عبارت، ان کے راویوں کے نام اور جرح و تعدیل کے ساتھ راویوں کے حالات کے جاننے والے کو "حجت" کہتے ہیں اور "حاکم" اس کو کہتے ہیں جسے ساری حدیثیں مذکورہ ساری چیزوں کے ساتھ یاد ہوں"۔

۱۔ طبقات الحفاظ، ص ۴۲۹، نمبر ۹۳۲ ۲۔ شرح المواہب اللدنیہ، ج ۱، ص ۱۸۲۔

شعرانی "لواقح الانوار فی طبقات السادۃ الاخیار" میں سیوطی کے حالات میں لکھتے ہیں: "حافظ ابن حجر کا کہنا ہے کہ جس کو طلب حدیث، بلاواسطہ راویوں سے اخذ حدیث، راویوں کے جرح و تعدیل سے آشنائی، حدیث صحیح و غیر صحیح کی شناخت اور بے شمار متون حدیث کے حفظ میں شہرت حاصل ہو اس کو حافظ کہتے ہیں"۔

بدخشانی "تراجم الحفاظ" میں لکھتے ہیں: "فن حدیث میں ماہر کو حافظ کہتے ہیں"۔

(۸)

روایت ابونعیم اصفہانی

محمد صدر عالم "معارج العلیٰ فی مناقب المرتضیٰ" میں لکھتے ہیں:

"اخرج ابو نعیم فی فضائل الصحابه مرفوعا: ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: من سره ان ینظر الی آدم فی علمه و الی نوح فی فهمه و الی ابراهیم فی خلته، فلینظر الی علی بن ابی طالب".

ابونعیم نے "فضائل الصحابہ" میں روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: جو چاہتا ہے کہ آدم کو ان کے علم میں، نوح کو ان کے فہم میں اور ابراہیم کو ان کی صفت خلیل اللہی میں دیکھے وہ علی بن ابی طالب کی طرف دیکھے۔

احوال وآثار

اہلسنت کی نظر میں ابونعیم اصفہانی کا جو مرتبہ ہے وہ بیان سے بالاتر ہے۔ رازی کی "فضائل الشافعی"، ابن خلکان کی "وفیات الاعیان"، ابن تیمیہ کی "منہاج السنۃ"، ابن قیم کی "زادالمعاد"، محمد بن خوارزمی کی "اسماء رجال جامع مسانید ابی حنیفہ"، ذہبی کی "العبر فی خبر من غبر"، سبکی کی "طبقات الشافعیۃ"، صفدی کی "وافی بالوفیات"، یافعی کی "مرآۃ الجنان"، اسنوی کی "طبقات الشافعیۃ"، خطیب تبریزی کی "اسماء رجال مشکوٰۃ"، اسدی کی "طبقات الشافعیۃ"، سیوطی کی "طبقات الحفاظ"، شعرانی کی "لواقح الانوار"، دیار بکری کی "تاریخ الخمیس"، ثعالبی کی "مقالید الاسانید"، خود شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) کی "بستان المحدثین" اور حسن

زمان کی ''قول محسن'' سے ان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

الف: فخر الدین رازی لکھتے ہیں: ''متاخر محدثین میں علم حدیث میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور اس میں تحقیق میں سب سے زیادہ قوی یہ افراد ہیں: ابوالحسن دارقطنی، حافظ ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری، شیخ ابونعیم اصفہانی ۔۔۔ بخاری و مسلم کے بعد علم حدیث کی یہی تابناک شخصیتیں ہیں''(۱)

ب: ابن خلکان لکھتے ہیں: ''حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصفہانی مشہور حافظ اور کتاب حلیۃ الاولیاء کے مؤلف ہیں۔ وہ بڑے محدثین اور اکابر حفاظ ثقات میں تھے انھوں نے صاحبان فضل سے اخذ حدیث کیا اور ان سے صاحبان فضل نے روایت کی۔ حلیۃ الاولیاء ان کی بہترین کتاب ہے۔ تاریخ اصفہان انھیں کی تالیف ہے۔ ۳۳۶ھ یا ۳۳۴ھ میں پیدا ہوئے اور صفر یا ۲۱ محرم ۴۳۰ھ کو انتقال ہوا''(۲)

ج: ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ''ہر علم کی کچھ مایہ ناز شخصیتیں ہوتی ہیں اور حدیث کے علماء ان سب سے اجل و اعلیٰ ہوتے ہیں کیونکہ وہ سب سے زیادہ راستگو، امانتدار اور جن کا ذکر کرتے تھے ان سے اچھی طرح واقف ہوتے تھے۔ جیسے مالک، شعبہ، سفیان ثوری ۔۔۔ کچھ نے اخبار سے متعلق کتابیں لکھیں جیسے طبقات ابن سعد، تاریخ بخاری ۔۔۔ اسی طرح حدیث میں بعض نے مسانید کے عنوان سے کتاب لکھی جیسے مسند احمد، مسند اسحاق، مسند طیالسی ۔۔۔ بعض نے باب کے لحاظ سے حدیثیں پیش کیں ان میں بعض کا مقصد صحیح حدیثوں کی جمع آوری تھی جیسے بخاری، مسلم، ابن خزیمہ وغیرہ۔ اور بعض وہ ہیں جن کا مقصد ضوابط وشرائط صحیحین کے مطابق نقل حدیث تھا جیسے اسماعیلی برقانی اور ابونعیم وغیرہ ۔۔۔''(۳)

د: ابن قیم ایک حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''اس حدیث کو ائمہ سنت نے نقل کیا ہے

۱۔ مناقب شافعی، ص ۲۲۵، باب ۳، فصل ۱، ط قاہرہ۔
۲۔ وفیات الاعیان، ج ۱، ص ۵۴، نمبر ۳۲۔
۳۔ منہاج السنۃ، ج ۷، ص ۳۶۔۳۵۔

اور کسی نے نہ اس حدیث کی عبارت پر اعتراض کیا ہے نہ ہی اس کے راویوں پر (ناقلین حدیث کے چند ناموں کو پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں) اس کی اپنے زمانے کے حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن اسحاق اصفہانی نے روایت کی ہے''(۱) گویا ابونعیم کبار ائمہ سنت میں ہیں۔

ھ: ابوالمؤید خوارزمی لکھتے ہیں: ''حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصفہانی صاحب ''المسند الرابع'' کے بارے میں حافظ ابوعبداللہ نجار نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ابونعیم محدثوں کے تاج، بہت بڑے عالم اور ان افراد میں تھے جن میں علوّ اسناد، حفظ وفہم و درایات حدیث جمع ہو گئے تھے۔ ان سے اخذ حدیث کے لئے بہت زیادہ افراد جاتے تھے۔ انھوں نے حدیث میں ایسی کتاب لکھی جو سارے شہروں میں پھیل گئی اور لوگوں نے اس سے خوب فائدہ اٹھایا۔ ان سے ائمہ اعلام نے روایت کی ہے اور جب ان سے ان کی ولادت کے بارے میں پوچھا گیا تو بولے رجب ۳۳۶ھ میں پیدا ہوا تھا۔ انھوں نے محرم ۴۳۶ھ (۴۳۰ھ) میں ۹۳ سال کی عمر میں انتقال کیا''۔(۲)

و: ذہبی وقائع ۴۳۰ھ میں لکھتے ہیں: ''اس سال حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی کا ۹۴ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ وہ علو اسناد اور حفظ و تبحر حدیث میں یگانۂ روزگار تھے۔ عراق وحجاز و خراسان میں ابن فارس، عسال، احمد بن سعید سمسار، ابوعلی بن صواف، ابوبکر بن خلاد اور ان کے ہم طبقوں سے روایت کی اور ایسی کتابیں لکھیں جنھیں دنیا کے گوشہ وکنار میں شہرت حاصل ہوئی''۔(۳)

ز: صفدی ''الوافی بالوفیات'' میں لکھتے ہیں: ''حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصفہانی جو محمد بن یوسف بن بنا کے نواسے تھے تاج المحدثین اور اعلام دین میں تھے۔ جن میں علو اسناد، حفظ وفہم و درایات حدیث اکٹھا ہو گئے تھے۔ لوگ ان کے پاس

۱۔ زاد المعاد، مجلد ۲، ج ۳، ص ۵۶۔
۲۔ جامع مسانید ابی حنیفہ، ج ۲، ص ۳۹۱۔
۳۔ العبر وقائع ۴۳۰ھ، ج ۱، ص ۴۴۷۔

آتے تھے اور وہ انھیں حدیثیں لکھواتے تھے۔ ابونعیم علم و زہد و دیانتداری میں امام تھے۔ انھوں نے بہت ساری کتابیں لکھیں کہ انھیں میں حلیۃ الاولیاء، المستخرج علی الصحیحین، دلائل النبوۃ، معرفۃ الصحابۃ، تاریخ اصفہان، فضائل الجنۃ اور صفۃ الجنۃ وغیرہ ہیں'' (۱)

ح: یافعی وقائع ۴۳۰ھ میں لکھتے ہیں: ''اس سال امام حافظ شیخ عارف ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی صوفی صاحب کتاب حلیۃ الاولیاء کا انتقال ہوا جو بڑے محدثین اور اکابر حفاظ میں تھے۔ انھوں نے افاضل سے حدیثیں لیں اور ان سے افاضل نے اخذ حدیث کیا۔ حلیۃ الاولیاء کا شمار بہترین کتابوں میں ہوتا ہے۔ علو اسناد میں ان کا کوئی نظیر نہیں تھا۔ عراق و حجاز و خراسان کے مشائخ سے روایت کی اور ایسی کتابیں لکھیں جن کا ہر طرف چرچا ہو گیا'' (۲)

ط: اسنوی لکھتے ہیں: ''حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی حلیۃ الاولیاء وغیرہ کے مصنف اور فقہ و حدیث و تصوف کی جامع شخصیت تھے۔ خطیب کا بیان ہے کہ اپنے مشائخ میں ابونعیم اور ابوحازم اعرج سے بڑے حافظ سے ملاقات نہیں کی۔ رجب ۳۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور یکشنبہ ۲۱ محرم ۴۳۰ھ کو انتقال کیا'' (۳)

ی: خطیب تبریزی لکھتے ہیں: ''ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی صاحب حلیۃ الاولیاء ان ثقہ مشائخ حدیث میں سے ہیں جن کی حدیثوں پر عمل کیا جاتا ہے اور ان کے بیان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ وہ بڑی عظمت کے حامل ہیں۔ ۳۳۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۳۴ھ (۴۳۰ھ) میں انتقال ہوا اس وقت ان کی عمر ۹۶ سال تھی'' (۴)

ای: اسدی ''طبقات الشافعیۃ'' میں لکھتے ہیں: ''حافظ کبیر ابونعیم اصفہانی فقہ و تصوف و حدیث کی جامع شخصیت تھی۔ ان کی تصنیفات بڑی مشہور ہیں کہ انھیں میں ایک حلیۃ الاولیاء ہے'' (۵)

۱۔ الوافی بالوفیات، ج۷، ص۸۱، نمبر ۳۰۲۴۔
۲۔ مرآۃ الجنان، وقائع ۴۳۰ھ، ج۳، ص۴۱۔
۳۔ طبقات الشافعیہ، ص۴۰۶، نمبر ۱۱۵۹۔
۴۔ الاکمال فی اسماء الرجال، ج۳، ص۸۰۵۔
۵۔ طبقات الشافعیہ، ج۱، ص۱۷۹، نمبر ۱۶۳۔

ب ی: سیوطی لکھتے ہیں: ''حافظ کبیر، محدث عصر ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد اصفہانی صوفی، زاہد محمد بن یوسف بنا کے نواسے تھے۔ وہ ۳۳۵ھ میں پیدا ہوئے تھے اور مشائخ جہان نے انھیں اجازے دیئے تھے اس میں وہ منفرد تھے۔ ان سے کسب علم اور اخذ حدیث کے لئے حفاظ ان کے دروازے پر آتے تھے۔ خطیب بغدادی کے بقول حافظ صرف ابونعیم اور ابوحازم پر اچھا لگتا ہے۔ ابن مردویہ کے بقول آفاق میں ان سے بڑا حافظ کوئی نہیں ہے۔ حلیۃ الاولیاء، المستخرج علی البخاری، المستخرج علی مسلم، دلائل النبوۃ، معرفۃ الصحابۃ، تاریخ اصفہان، فضائل الصحابۃ اور صفۃ الجنۃ وغیرہ ان کی تصنیفات ہیں۔ محرم ۴۳۰ھ میں انتقال ہوا''۔ (۱)

ان کے علاوہ شعرانی نے ''لواقح'' میں، حسین دیار بکری نے ''تاریخ الخمیس'' میں، ابومہدی عیسیٰ بن محمد ثعالبی نے ''مقالید الاسانید'' میں، ترکمانی نے ''قول مستحسن'' میں اور خود شاہ صاحب نے ''بستان المحدثین'' میں ان کے حالات لکھے ہیں اور انھیں حافظ اور امام کبیر جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ ابونعیم کی عظمت کے لئے یہی بس کہ وہ ابوالمعالی، امام الحرمین جوینی کے استاد تھے۔ (۲)

(۹)

روایت بیہقی

احمد بن حسین بیہقی نے حدیث تشبیہ کی روایت کی ہے۔ اور ان سے سمرقندی نے ''الصحائف'' میں اور ''الصحائف'' سے ھدایۃ السعداء میں نقل کی گئی ہے۔ خوارزمی مکی نے کتاب ''المناقب'' میں بیہقی سے حدیث تشبیہ کو نقل کیا ہے اس میں بیہقی نے حاکم سے اس کی روایت کی ہے۔ ان کے علاوہ ابن طلحہ شافعی نے ''مطالب السؤل'' میں، ابن صباغ مالکی نے ''الفصول المھمۃ'' میں، حسین میبدی نے ''الفواتح بشرح دیوان امیر المومنین'' میں نیز بدخشانی اور عجیلی شافعی نے حدیث تشبیہ کو بیہقی سے نقل کیا ہے۔ بیہقی کا اس حدیث کی روایت کر دینا ہی اس کے معتبر ہونے کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ بیہقی ان میں ہیں جن

۱۔ طبقات الحفاظ، ص۴۴۰، نمبر ۹۶۰۔
۲۔ وفیات الاعیان، ج۲، ص۸۰، نمبر ۳۷۸۔

کے بارے میں صاحب ''مشکوٰۃ'' نے کہا ہے کہ: جب بھی میں ان کی طرف کسی حدیث کی نسبت دوں، گویا اس حدیث کی نبیؐ کی طرف نسبت دی۔(۱) اس لئے بھی نقل بیہقی روایت کے معتبر ہونے کے لئے کافی ہے کہ سیوطی کے بقول بیہقی نے عہد کیا تھا کہ کوئی بھی ساختگی حدیث نقل نہیں کریں گے۔(۲) شیخ رحمۃ اللہ سندھی نے بھی ''مختصر تنزیہ الشریعۃ'' میں یہی بات کہی ہے۔

احوال وآثار

بیہقی کے بھی فضائل ومناقب شمار سے بالاتر ہیں۔حموی (۳)، سمعانی (۴)، ابن اثیر (۵)، ابن خلکان (۶)، ابوالفداء (۷)، خطیب تبریزی (۸)، ابن وردی (۹)، یافعی (۱۰)، سبکی (۱۱)، اسنوی (۱۲)، سیوطی (۱۳)، قاری (۱۴)، ذہبی (۱۵)، شاہ ولی اللہ دہلوی نے قرۃ العینین میں اور خود شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) نے بستان المحدثین میں ان کے بعض کمالات ذکر کیے ہیں۔

۱۔مشکوٰۃ، ج۱، مقدمہ کتاب المرقاۃ فی شرح المشکوٰۃ، ج۱، ص۳۰۔
۲۔اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۱۲، کتاب التوحید۔
۳۔معجم البلدان، ج۱، ص۶۳۹، نمبر ۲۳۹۶۔
۴۔الانساب، ج۲، ص۳۸۱، مادہ البیہقی۔
۵۔تاریخ کامل، ج۸، ص۳۷۷۔
۶۔وفیات الاعیان، ج۱، ص۳۶، نمبر ۲۸۔
۷۔المختصر فی اخبار البشر، ج۱، ص۵۴۳۔
۸۔الاکمال فی اسماء الرجال۔
۹۔تتمۃ المختصر فی اخبار البشر، ج۱، ص۳۶۰۔
۱۰۔مرأۃ الجنان وقائع ۴۵۸ھ، ج۳، ص۶۳۔
۱۱۔طبقات الشافعیۃ، ج۴، ص۸، نمبر ۲۵۰۔
۱۲۔طبقات الشافعیۃ، ص۶۶، نمبر ۱۷۲۔
۱۳۔طبقات الحفاظ، ص۴۵۲، نمبر ۹۸۱۔
۱۴۔المرقاۃ شرح المشکوٰۃ، ج۱، ص۲۶۔
۱۵۔تذکرۃ الحفاظ، ج۳، ص۲۱۹۔

(۱۰)

روایت ابن مغازلی

ابوالحسن ابن مغازلی لکھتے ہیں:

''اخبرنا احمد بن محمد بن عبد الوهاب، نا الحسين بن محمد بن الحسين العدل العلوى الواسطى، ثنا محمد بن محمود، ثنا ابراهيم بن مهدى الايلى (ثنا ابراهيم بن سليمان بن رشيد، حدثنا زيد بن عطيه، حدثنا) ثنا ابان بن فيروز، عن انس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: من اراد ان ينظر الى علم آدم و فقه نوح، فلينظر الى على بن ابى طالب''(۱)

ہم سے احمد بن محمد بن عبدالوھاب نے بیان کیا انھوں نے حسین بن محمد بن حسین عدل علوی واسطی سے انھوں نے محمد بن محمود سے انھوں نے ابراہیم بن مہدی ایلی سے (انھوں نے ابراہیم بن سلیمان بن رشید سے انھوں نے زید بن عطیہ سے) انھوں نے ابان بن فیروز سے اور انھوں نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو علمِ آدم اور فقہ نوح کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن ابی طالب کو دیکھے۔

احوال وآثار

ابن مغازلی اکابر محدثین، اجلہ عارفین اور اعاظم مصنفین میں سے تھے۔سمعانی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''جُلّابی، جلاب سے منسوب ہے اور اس (جلابی) سے ابوالحسن علی بن محمد بن طیب جُلّابی معروف بہ ابن مغازلی مشہور ہیں۔وہ عراق کے شہر واسط کے رہنے والے تھے جو مرد فاضل اور واسط کے راویوں اور ان کی حدیثوں کو اچھی طرح پہچانتے تھے۔وہ سماع واخذ حدیث کے شیفتہ تھے۔میں نے ان کی ''ذیل التاریخ الواسط'' دیکھی، اس کا مطالعہ کیا اور اس سے بعض

۱۔مناقب ابن مغازلی، ص۱۴۷، حدیث ۲۵۶۔

مطالب کا انتخاب کیا۔ انھوں نے ابوالحسن علی بن عبدالہاشمی، ابوبکر احمد بن محمد خطیب اور ابو الحسن احمد بن مظفر عطار وغیرہ سے سمع حدیث کیا اور ان کی حدیثوں کی ہم سے ان کے بیٹے نے واسط میں اور ابوالقاسم علی بن طراد وزیر نے بغداد میں روایت کی۔ صفر ۴۸۳ھ میں دریائے دجلہ بغداد میں ڈوبے اور ان کے جنازہ کو وہاں سے لاکر شہر واسط میں دفن کیا گیا۔ ان کے بیٹے ابوعبداللہ محمد بن علی بن محمد جلابی، ابوالعباس احمد بن بختیار مندائی کی نیابت میں واسط کے قاضی و حاکم تھے۔ وہ شیخ و عالم و فاضل تھے۔ انھوں نے اپنے باپ (ابن مغازلی)، ابوالحسن محمد بن محمد بن مخلد ازدی اور قاضی ابوعلی اسماعیل بن احمد بن کماری وغیرہ سے حدیثوں کی سماعت کی تھی۔ میں نے شہر واسط میں ان سے دو نوبتوں میں بہت زیادہ حدیثیں سنی تھیں اور ایک مدت تک شہر واسط میں ان کے ساتھ رہا تھا اور بہت ساری ان حدیثوں کی ان کے سامنے قرائت کی جنھیں ابو غالب محمد بن احمد بن بشران نحوی واسطی نے بطور اجازہ انھیں دی تھیں"۔(۱)

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ابن مغازلی، عالم و فاضل اور واسط کی حدیثوں اور ان کے راویوں سے اچھی طرح واقف اور سمع و اخذ حدیث کے شیفتہ تھے۔ سمعانی نے ان کی کتاب کا مطالعہ کیا اور اعتماد کرتے ہوئے اس سے مطالب کا انتخاب کیا۔ نیز معلوم ہوا کہ سمعانی ایک واسطہ (ابن مغازلی کے بیٹے کے واسطہ) سے ابن مغازلی کے شاگرد تھے جب کہ وہ ابن مغازلی کے بیٹے کے بلاواسطہ شاگرد تھے اور سمعانی نے انھیں شیخ و عالم و فاضل کہا اور ان (فرزند ابن مغازلی) سے بہت زیادہ حدیثیں سنیں بلکہ انھیں کے ساتھ ساتھ رہے۔ سمعانی نے ابن مغازلی کی جس کتاب سے مطالب کا انتخاب کیا تھا اس کا چلپی نے کشف الظنون میں تذکرہ کیا ہے۔

حافظ خمیس جوزی بھی ابن مغازلی کے شاگرد تھے۔ چنانچہ انھوں نے ایک واقعہ کے بارے میں کہا کہ "حدثنی ذالک شیخنا ابو الحسن المغازلی" اس کو ہمارے استاد ابوالحسن مغازلی نے مجھ سے بیان کیا تھا۔(۲)

۱۔ الانساب، ج۳، ص۴۰۰، مادہ الجلابی۔
۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ج۳، ص۱۱۷۰، نمبر ۹۰۶۔

راویانِ حدیث ابن مغازلی (سمعانی وخمیس) پر ایک نظر

۱۔ سمعانی

الف: ابن خلکان ان کے بارے میں لکھتے ہیں: "تاج الاسلام ابوسعید عبدالکریم بن ابی بکر محمد بن ابی المظفر منصور بن محمد سمعانی مروزی، شافعی فقیہ، حافظ اور قوام الدین سے ملقب تھے۔ حصول علم اور اخذ حدیث کی خاطر شرق و غرب اور شمال و جنوب کی طرف گئے اور کئی بار بلاد خراسان اور بہت سارے شہروں کا سفر کیا جن کا ذکر طوالت کا باعث بنے گا اور وہاں کے علماء سے مل کر ان سے حدیثیں لیں ان کے شیوخ کی تعداد چار ہزار بتائی جاتی ہے۔ تذییل تاریخ بغداد، تاریخ مرو اور الانساب ان کی تالیفات ہیں۔ ان کے باپ محمد امام، فاضل، مناظر، محدث اور شافعی فقیہ تھے اور ان کے دادا منصور کے بھی امام عصر ہونے کے سبھی معترف ہیں۔ وہ حنفی المسلک تھے مگر ۴۶۲ھ میں جب حج کے لئے گئے اور وہاں ایک واقعہ پیش آیا تو اس کی وجہ سے شافعی المسلک ہو گئے تھے"(۱)

ب: ابن اثیر وقائع ۵۶۳ھ میں لکھتے ہیں: "اس سال شافعی فقیہ عبدالکریم بن محمد بن منصور سمعانی مروزی کا انتقال ہوا۔ انھوں نے بہت زیادہ حدیثیں سنی تھیں اور اس کے لئے سفر کیا تھا اور ایسی حدیثیں سنیں جن کی سوائے ان کے کسی نے نہیں سنی تھیں۔۔۔۔"(۲)

ج: ابوالفداء لکھتے ہیں: "اس سال عبدالکریم ابوسعید بن محمد بن منصور سمعانی مروزی کا انتقال ہوا۔ وہ شافعی فقیہ تھے جنھوں نے بہت زیادہ حدیثوں کا سماع کیا تھا اور اس کے حصول کے لئے ماوراء النہر سفر کیا اور وہاں ایسی حدیثیں سنیں جن کو سوائے ان کے کوئی نہ سن سکا۔ ان کی بڑی بہترین اور مشہور تصنیفیں ہیں جن میں ذیل تاریخ بغداد، تاریخ مدینہ مرو اور کتاب الانساب ہے اسی کتاب الانساب کی ابن اثیر نے (آٹھ جلد سے) تین جلدوں میں تلخیص کی

۱۔ وفیات الاعیان، ج۲، ص۱۰۰، نمبر ۳۹۵۔
۲۔ تاریخ کامل وقائع ۵۶۳ھ، ج۱۰، ص۹۔

جولوگوں کے ہاتھوں میں ہے، اصل کتاب بہت کم ہے۔ان کے چار ہزار سے زیادہ مشائخ تھے"(۱)

د: ابن وردی لکھتے ہیں: "۵۶۲ھ میں عبدالکریم سمعانی کی وفات ہوئی جو شافعی فقیہ تھے۔ انھوں نے کثرت سے سماع حدیث کیا اوراس کے لئے بے شمار شہروں کا سفر کیا۔ان کے چار ہزار سے زیادہ مشائخ الحدیث ہیں۔ابن جوزی نے جوان میں کیڑہ نکالا ہے وہ صرف اس لئے کہ وہ شافعی تھے۔حنبلی، اور حنبلیوں کے سوا کوئی بھی ابن جوزی کے تیر ستم سے نہیں بچ پایا ورنہ سمعانی امام ابن امام ابن امام اور ابوامام ہیں کیونکہ ان کے بیٹے ابوالمظفر عبدالرحیم نے بھی اخذ حدیث کے لئے سفر کئے تھے"(۲)

ھ: ذہبی لکھتے ہیں: "الحافظ البارع العلامة تاج الاسلام ابوسعید عبدالکریم بن الحافظ تاج الاسلام معین الدین ابی بکر محمد بن بکر محمد بن العلامة المجتهد ابی المظفر منصور بن محمد بن عبدالجبار بن محمد بن احمد بن جعفر تیمی سمعانی مروزی کئی کتابوں کے منصف ہیں۔۔۔وہ ثقہ، حافظ اور حجت تھے اور اخذ حدیث کے لئے بہت زیادہ سفر کیا تھا۔ابن نجار کا بیان ہے کہ میں نے ایک سے سنا کہ سمعانی کے مشائخ سات ہزار تھے۔مشائخ کی یہ تعداد اتنی ہے جتنی کسی اور کے یہاں نظر نہیں آتی۔۔۔"(۳) دوسری جگہ وہ لکھتے ہیں:" حافظ، تاج الاسلام عبدالکریم سمعانی مشرق کے محدث اور بہت ساری کتابوں کے مصنف ہیں۔انھوں نے اخذ حدیث کے لئے بہت زیادہ سفر کیا تھا اور چھپن سال عمر پائی تھی۔وہ حافظ، ثقہ، بہت زیادہ حدیثوں کی روایت کرنے والے، وسیع علم والے اور بہت سارے فضائل وکمالات کے حامل تھے"۔(۴)
نیز وہ لکھتے ہیں:"۵۶۲ھ میں خراسان کے حافظ عبدالکریم بن محمد بن منصور سمعانی کا انتقال ہوا ان کی عمر ۵۶ سال تھی"۔(۵)

۱۔المختصر فی احوال البشر، ج۲،ص۱۱۹، وقائع ۵۶۲ھ۔ ۲۔تتمۃ المختصر فی اخبار البشر، ج۲،ص۱۷، وقائع ۵۶۳ھ۔
۳۔تذکرۃ الحفاظ، ج۴،ص۷۵، نمبر۱۰۹۰۔ ۴۔العبر فی خبر من غبر، ج۲،ص۱۱۵۔
۵۔دول الاسلام، وقائع ۵۶۲ھ، نمبر۵۹۔

و: یافعی لکھتے ہیں: "۵۶۲ھ میں امام تاج الاسلام ابوسعد عبدالکریم بن ابی بکر محمد بن ابوالمظفر منصور بن محمد بن تمیمی سمعانی مروزی فقیہ شافعی کا انتقال ہوا۔وہ حافظ، ثقہ، کثرت سے حدیث بیان کرنے والے، وسیع علم والے اور کثیر الفضائل وکثیر التصنیف تھے۔ان کے والد بھی امام، فاضل، مناظر، فقیہ، محدث، حافظ اور شافعی المسلک تھے"۔(۱)
ز: اسنوی لکھتے ہیں:"ابوسعد عبدالکریم بن ابی بکر محمد بن ابی المظفر منصور سمعانی کا لقب تاج الاسلام تھا۔وہ امام، عالم، فقیہ، محدث اور اچھے کردار کے مالک تھے ابن نجار کا کہنا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ سنا کہ ان (سمعانی) کے سات ہزار مشائخ ہیں یہ تعداد ایسی ہے جو کسی کے یہاں نظر نہیں آتی۔انھوں نے کم عمر میں زیادہ کتابیں لکھی ہیں"۔(۲)
ح: سبکی لکھتے ہیں:"عبدالکریم بن محمد بن منصور بن محمد بن عبدالجبار حافظ ابوسعد بن امام ابی بکر بن امام ابی المظفر بن امام ابی منصور بن سمعانی تاج الاسلام بن تاج الاسلام محدث مشرق اور مفید کتابوں کے مصنف ہیں۔محمود خوارزمی کا بیان ہے کہ سمعانی کا گھرانہ بلاد اسلامی کا ارفع و اعلیٰ گھرانہ ہے۔علوم شرعیہ اور امور دینیہ میں اس کو تقدم حاصل ہے۔اس گھرانہ کے اسلاف و اخلاف علماء کے لئے نمونہ اور فضلاء کے لئے اسوہ تھے۔ان کو علم وفضل کی بنیاد پر ریاست ملی تھی نہ کہ مال کے عطاو بخشش کی بنیاد پر"(۳)
ط: تقی الدین ابوبکر بن احمد بن قاضی شہبہ ان کے اوران کے آباء واجداد کے بارے میں اس طرح لکھتے ہیں:"عبد الکریم بن محمد بن منصور بن محمد بن عبد الجبار بن احمد بن محمد بن جعفر الحافظ الکبیر الامام الشهیر احد الاعلام من الشافعیه و المحدثین تاج الاسلام ابو سعد بن الامام تاج الاسلام معین الدین ابی بکر بن الامام المجتهد ابی المظفر التمیمی السمعانی المروزی صاحب التصانیف الکثیره و الفوائد الغزیره ..."(۴)

۱۔مرآۃ الجنان وقائع ۵۶۲ھ، ج۳،ص۲۷۹۔ ۲۔طبقات الشافعیہ، ص۲۲۷، نمبر۶۴۰۔
۳۔طبقات الشافعیہ، ج۷،ص۱۸۰، نمبر۸۸۸۔ ۴۔طبقات الشافعیہ، ج۲،ص۱۲، نمبر۳۱۰۔

ان کے علاوہ سیوطی نے "طبقات الحفاظ" میں، ازنیقی نے "مدینۃ العلوم" میں اور بدخشانی نے "تراجم الحفاظ" میں سمعانی کی بڑی تعریف وتوصیف کی ہے۔

۲۔ خمیس

سمعانی کی طرح احادیث ابن مغازلی کے یہ بھی راوی ہیں، اس فرق کے ساتھ کہ سمعانی نے ایک واسطہ (فرزند ابن مغازلی کے واسطہ) سے ابن مغازلی کی حدیثوں کی روایت کی تھی جب کہ خمیس نے خود ابن مغازلی سے سن کر حدیثوں کی روایت کی تھی۔ اور ایک جگہ خمیس نے کہا تھا کہ: "حدثنی ذالک شیخنا ابو الحسن المغازلی" (۱) یہ بات مجھ سے ہمارے شیخ واستاد ابوالحسن مغازلی نے بیان کی تھی۔ سمعانی کی طرح خمیس بھی بڑی عظمتوں کے حامل تھے ملاحظہ فرمائیے:

الف: ذہبی لکھتے ہیں: "حافظ، امام، محدث واسط ابوالکرم خمیس بن علی بن احمد واسطی نے علی بن محمد ندیم، ابوالقاسم بن بسریٰ، ابونصر زینبی، ھبۃ اللہ بن جلجہ اور ان کے واسط وبغداد کے ہم طبقوں سے سمع حدیث کیا اور ان سے ابوالحوا ابن سعد بن عبدالکریم، احمد بن سالم مقری، عبد الوھاب بن حسن فرضی، ابوطاہر سلفی اور ابوبکر عبداللہ بن عمران باقلانی مقری وغیرہ سے روایت کی۔ سلفی ان کی بہت زیادہ تعریف وتمجید کرتے تھے اور کہتے تھے وہ عالم، ثقہ اور ہر سوال کا جواب دینے والے تھے۔ شعبان ۴۴۲ھ میں پیدا ہوئے اور شعبان ۵۱۰ھ میں وفات پائی"

(۲) نیز ذہبی لکھتے ہیں: "۵۱۰ھ میں حافظ ابوالکرم خمیس بن علی واسطی جوزی کا انتقال ہوا۔ انھوں نے حصول حدیث کی خاطر سفر کیا تھا اور بغداد میں ابوالقاسم بن بسریٰ اور ان کے ہم طبقہ سے سمع حدیث کیا تھا۔ وہ عالم وفاضل تھے" (۳)

ب: یافعی لکھتے ہیں: "۵۱۰ھ میں حافظ ابوالکرم خمیس بن علی واسطی جوزی کا انتقال ہوا۔ وہ عالم وحافظ وشاعر تھے" (۴)

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۳، ص ۱۱۷، نمبر ۹۰۶۔
۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۴، ص ۴۰، نمبر ۱۰۶۵۔
۳۔ العبر فی خبر من غبر وقائع ۵۱۰ھ، ج ۲، ص ۴۷۔
۴۔ مرآۃ الجنان وقائع ۵۱۰ھ، ج ۳، ص ۱۵۲۔

ج: سیوطی لکھتے ہیں: "ابوالکرم خمیس بن علی بن احمد بن علی احمد واسطی جعدی حافظ اور واسط کے محدث تھے۔ انھوں نے ابن بسریٰ، ابونصر زینبی اور ان کے ہم طبقہ سے سمع حدیث کیا اور ان سے سلفی اور دوسرے بہت سارے افراد نے۔ وہ عالم، ثقہ اور حدیث وادب، جمع روایات اور جرح وتعدیل سے آشنا تھے۔ ۴۴۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۱۰ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوئے" (۱)

حفاظ ومحدثین کا ابن مغازلی پر اعتماد

ابن مغازلی کی عظمت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ علماء ومحدثین نے ان کو لائق اطمینان سمجھا اور ان کے نام سے مطالب نقل کئے۔ ملاحظہ فرمائیے:

الف: ذہبی لکھتے ہیں: "علی بن محمد بن طیب جلابی (ابن مغازلی) نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ابن سقا ائمہ واسطیین وحفاظ متقنین میں سے ہیں" (۲)

ب: سمہودی آل محمدؐ پر صلواۃ کے وجوب کے بارے میں اختلاف کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "حافظ ابوعبداللہ محمد نے کتاب درر السمطین میں (امام) جعفر بن محمد سے انھوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے علی بن ابی طالبؑ سے فرمایا: جب بھی کوئی مشکل پیش آئے تو کہنا: "اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد. اللھم انی اسئلک بحق محمد و آل محمد ان تکفینی ما اخاف واحذر" (معبود محمد وآل محمد پر درود بھیج، معبود میں تجھ سے محمد وآل محمد کا واسطہ دے کر تقاضا کرتا ہوں کہ جس چیز کا مجھے خوف ہے اس سے امن وامان میں رکھ) مگر حافظ ابوعبداللہ نے کہاں سے اس کو نقل کیا نہیں ذکر کیا۔ مسند فردوس میں بغیر سند لکھا ہے کہ علی سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: "من صلی علی محمد و علی آل محمد مئة حاجة قضی اللہ له مئة حاجة" (جس نے سو مرتبہ محمد وآل محمد پر صلواۃ بھیجی اس کی سو حاجتیں خدا پوری کرے گا) لیکن

۱۔ طبقات الحفاظ، ص ۴۸۰، نمبر ۱۰۳۲۔
۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۳، ص ۱۱۶، نمبر ۹۰۶۔

فقیہ ابوالحسن بن مغازلی نے علی بن یونس عطار کے طریق سے محمد بن علی کندی سے انھوں نے محمد بن مسلم سے انھوں نے (امام) جعفر بن محمد صادق سے انھوں نے اپنے باپ (محمد باقرؑ) سے انھوں نے اپنے باپ (زین العابدینؑ) سے اور انھوں نے علی بن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا...."(۱)

سمہودی ہی لکھتے ہیں:

"ابوالحسن بن مغازلی نے موسیٰ بن قاسم کے طریق سے علی بن جعفر سے روایت کی ہے کہ میں نے حسن سے (سورۂ نور کی آیہ ۳۵) "کمشکاۃ فیھا مصباح" کے بارے میں پوچھا۔ جواب دیا مشکاۃ فاطمہ ہیں۔اور "الشجرۃ المبارکۃ" ابراہیم ہیں۔ "لا شرقیۃ و لا غربیۃ" سے مراد یہ ہے کہ نہ یہودی نہ نصرانی۔ "یکاد زیتھا یضئی و لو لم تمسہ نار نور علی نور" میں نور علی نور سے مراد وہ امام ہیں جو ایک دوسرے کے بعد آئیں گے۔اور "یھدی اللہ لنورہ من یشاء" سے مراد یہ ہے کہ خدا جس کی چاہتا ہے ہماری ولایت کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔اور ایک امام کے بعد دوسرے امام سے مراد وہ ائمہ ہیں جن کی دینی امور میں پیروی کی جائے، جن کے دامن سے وابستہ ہوا جائے اور جن کی طرف رجوع کیا جائے"(۲)

نیز سمہودی لکھتے ہیں:

"ابوالحسن ابن مغازلی نے عبداللہ بن مثنیٰ کے طریق سے ان کے چچا ثمامہ بن عبداللہ بن انس سے اور انھوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:" اذا کان یوم القیامۃ و نصب الصراط علی شفیر جھنم لم یجز علیہ الا من معہ کتاب ولایۃ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ" (۳) جب قیامت کے دن جہنم پر پل بنایا جائے گا اور اس سے وہی گزرے گا جس کے پاس ولایت علی بن ابی رضی اللہ عنہ کا پروانہ ہوگا۔

۱۔ جواہر العقدین، ج ۲، ص ۶۵۔
۲۔ جواہر العقدین، ج ۲، ص ۹۴۔
۳۔ جواہر العقدین، ج ۲، ص ۱۰۹۔

سمہودی ہی لکھتے ہیں:

"ابن مغازلی نے ابی جعفر (امام محمد) باقر سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ "ام یحسدون الناس علی ما اتاھم اللہ من فضلہ" میں "الناس" سے مراد ہم اہلبیت ہیں"۔(۱)

نیز سمہودی لکھتے ہیں:

"ابویعلی نے ابوطفیل کے توسط سے ابوذر رضی اللہ عنہ سے (حدیث سفینہ کی) اس لفظ میں روایت کی ہے:"ان مثل اھل بیتی فیکم کمثل سفینۃ نوح من رکب فیھا نجیٰ و من تخلف عنھا غرق،و ان مثل اھل بیتی فیکم مثل باب حطۃ" اس کی بزار نے سعید بن مسیب کے طریق سے ابوذر سے اور اسی کی فقیہ ابوالحسن بن مغازلی نے بھی روایت کی ہے"(۲) کچھ اور جگہوں پر بھی سمہودی نے ابن مغازلی سے نقل کیا ہے۔(۳)

ج: ابن حجر مکی لکھتے ہیں:

"چھٹی آیت:"ام یحسدون الناس علی ما آتاھم اللہ من فضلہ" ہے۔اس کے بارے میں ابوالحسن بن مغازلی نے (امام محمد) باقر رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ جن (الناس) سے حسد کرتے ہیں وہ بخدا ہم ہی ہیں"(۴) جہرمی نے براہین قاطعہ ترجمہ صواعق محرقہ میں اس روایت کا ترجمہ کرنے کے ساتھ ساتھ بعض مطالب کا اضافہ بھی کیا ہے۔

د: سید محمود بن محمد بن علی شیخانی قادری "صراط سوی" میں لکھتے ہیں:"ابوالحسن بن مغازلی نے عبداللہ بن مثنیٰ کے طریق سے ان کے چچا ثمامہ بن عبداللہ بن انس سے اور انھوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن جہنم پر ایک پل بنایا جائے گا جس سے کوئی بھی نہیں گزر پائے گا سوائے اس کے جس کے پاس ولایت علی بن ابی طالبؑ کا پروانہ ہوگا"۔

۱۔ جواہر العقدین، ج ۲، ص ۹۶۔
۲۔ جواہر العقدین، ج ۲، ص ۱۳۱۔
۳۔ جواہر العقدین، ج ۲، ص ۱۶۸۔۲۱۳۔
۴۔ الصواعق المحرقۃ، ص ۱۵۲۔

نیز شیخانی لکھتے ہیں:

"ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے سنا کہ تم میں میرے اہلبیت کی مثال قوم نوح میں سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے روگردانی کی غرق ہوگیا یا ان کی مثال بنی اسرائیل میں باب حطہ جیسی ہے۔ اس کی حاکم نے روایت کی ہے اور ابوالحسن بن مغازلی نے بھی اس کی اس اضافہ کے ساتھ روایت کی ہے کہ جس نے آخری زمانے میں ہمارے لئے جنگ کی اس نے دجال سے جنگ کی"۔

ھ: احمد بن فضل بن محمد باکثیر نے "وسیلۃ المآل فی مناقب الآل" میں سمہودی کی مذکورہ "کمشکاۃ فیھا مصباح" والی ابن مغازلی سے منقول روایت کو نقل کیا ہے۔ نیز باکثیر نے "وسیلہ" ہی میں ابن مغازلی سے پروانۂ ولایت علی والی مذکورہ روایت کو بھی نقل کیا ہے۔

و: ولی اللہ بن حبیب اللہ نے "مرآۃ المومنین" میں ابن مغازلی سے آیہ "ام یحسدون" سے متعلق امام محمد باقرؑ سے مروی حدیث کی روایت کی ہے۔

مناقب ابن مغازلی پر ایک نظر

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ابن مغازلی مستند علماء اہلسنت میں ہیں جس کا اعتراف جہاں دیگر علماء نے کیا وہیں شاہ عبدالعزیز دہلوی (مولف تحفہ) نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ وہ "تحفہ اثناعشریہ" کے گیارہویں باب کے تیرہویں تعصب کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

"ابن یونس نے جو شیعوں کے بڑے مجتہدوں میں ہیں "صراط مستقیم" میں لکھا ہے: ابن جریر نے کتاب "الغدیر" ابن شاہین نے کتاب "المناقب" ابن ابی شیبہ نے کتاب "اخبار وفضائل علی" ابونعیم اصفہانی نے کتاب "منقبۃ المطہرین" اور "ما نزل من القرآن فی فضل امیرالمومنین" ابوالمحاسن رویانی شافعی نے کتاب "الجعفریات" موفق مکی نے کتاب "الاربعین فی فضائل امیرالمومنین" ابن مردویہ نے کتاب "رد الشمس فی فضل علی" شیرازی نے "نزول القرآن فی شان امیرالمومنین" امام احمد بن حنبل نے کتاب "مناقب اہل البیت" نسائی نے کتاب "مناقب امیرالمومنین" نطنزی نے کتاب "الخصائص العلویہ" ابن مغازلی شافعی نے کتاب "مناقب امیرالمومنین" کہ اسی کو کتاب "المراتب" بھی کہتے ہیں، بصری نے کتاب "درجات

امیرالمومنین" اور خطیب نے کتاب "الحدائق" لکھی ہیں۔ اور سید مرتضیٰ کا بیان ہے کہ میں نے عمر بن شاہین کو کہتے سنا کہ میں نے فضائل علی کو ایک ہزار جز میں جمع کیا ہے۔ انصاف سے بتائیے کہ فضائل امیرالمومنین واہل بیت میں مذکورہ کتابوں کی طرح شیعوں کی کوئی کتاب ہے؟ جو کوئی بھی شیعوں کی کتابوں کا مطالعہ کرے گا وہ اس نتیجہ پر پہونچے گا کہ شیعہ فضائل ومناقب امیرالمومنین وزہرا وحسنین علیہم السلام کو نقل کرنے میں اہلسنت کے خوشہ چین ہیں اور وہ انھیں کتابوں سے نقل کرتے ہیں اس پر دلیل کتاب "کشف الغمہ" اور کتاب "الفصول المھمۃ" وغیرہ ہیں"۔

شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) کی عبارت سے معلوم ہوا کہ فضائل امیرالمومنین واہلبیت سے متعلق مذکورہ بالا کتابیں شیعوں کی نہیں ہیں علماء اہلسنت کی تصنیفیں ہیں اور انھوں نے نقل فضائل میں شیعوں کو اہلسنت کا خوشہ چین کہا ہے اور مذکورہ بالا کتابوں کے اہلسنت کی کتاب ہونے پر فخر کیا ہے کہ انھیں کتابوں میں مناقب ابن مغازلی اور موفق اخطب خوارزم کی الاربعین ہیں لہذا شاہ صاحب کے بیان کے مطابق دونوں کے مؤلفین یعنی ابن مغازلی اور موفق اخطب خوارزم (خطیب خوارزمی) اہلسنت ہیں۔ پھر کس طرح ان کی نقل شدہ حدیثوں میں شاہ صاحب پس وپیش کرتے ہیں اور جواب میں شیعوں کی جانب سے پیش کردہ ان کی حدیثوں کو تسلیم نہیں کرتے؟

شاہ صاحب کا الفصول المھمۃ کو شیعوں کی کتاب کہنا تو بالکل غلط ہے جیسا کہ آئندہ ان کی بیان شدہ حدیث کے ذیل میں ثابت کریں گے کہ وہ سنی عالم تھے بلکہ ابن صباغ مالکی کا سنی عالم ہونا بالکل واضح ہے۔ رہی کشف الغمہ میں موجود اہلسنت کی کتابوں سے منقول حدیثیں، تو یہ بعنوان "الزام" کے نقل کی گئی ہیں تاکہ مخالف کو مطمئن کیا جاسکے، ورنہ ہماری کتابوں میں حدیثوں کی کمی نہیں ہے جسے یقین نہ آئے وہ "غایۃ المرام" اور "بحارالانوار" جیسی کتابوں کا مطالعہ کرلے۔

(۱۱)

روایت شیرویہ دیلمی

ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو دیلمی ہمدانی نے حدیث تشبیہ کی ''فردوس الاخبار(۱)'' میں روایت کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"ابو الحمراء : من اراد ان ینظر الی آدم فی وقاره و الی نوح فی فهمه و الی موسیٰ فی شدة بطشه و الی عیسیٰ فی زهده فلینظر الی علی بن ابی طالب "۔

ابوالحمراء سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو شخص وقار آدم، فہم نوح، ہیبت وصولت موسیٰ اور زہد عیسیٰ کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن ابی طالبؑ کو دیکھے۔

احوال وآثار

الف: رافعی لکھتے ہیں: ''حافظ ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو دیلمی ہمدانی مشہور ومتاخر محدثین وحافظین میں سے ہیں۔ اراضی واملاک سے جو نصیب ہو جاتا تھا اس پر قناعت کرتے تھے۔ انھوں نے سمع حدیث کیا اور حصول حدیث کی خاطر مختلف شہروں کا سفر کیا۔ ان کے بارے میں سمعانی کا کہنا ہے کہ حدیث کو حاصل کرنے کے لئے مشقتیں برداشت کیں اور الفردوس اور طبقات الھمد انیین جیسی کتابیں لکھیں''۔(۲)

ب: ذہبی لکھتے ہیں: ''شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو دیلمی، ہمدان کے محدث وحافظ اور تاریخ ہمدان اور کتاب الفردوس کے مصنف ہیں۔ انھوں نے یوسف بن محمد بن یوسف، سفیان بن حسین، عبدالحمید بن حسن قضاعی، ابوالفضل محمد بن عثمان قومسانی، ابوالفرج علی بن محمد جریری، احمد بن عیسیٰ دینوری اور ہمدان واصفہان وبغداد وقزوین کے دیگر افراد سے سمع

۱۔ میر حامد حسین کے پاس اس کے قلمی نسخہ میں یہ حدیث تھی جیسا کہ وہ لکھتے ہیں: در فردوس الاخبار کہ نسخہ مستکتبہ آن پیش فقیر کثیر العیار بعنایت پروردگار حاضر ست گفتہ....

۲۔ التدوین فی ذکر علماء قزوین، ج۳، ص۸۵۔

حدیث کیا اور ان سے ان کے بیٹے شہردار، محمد بن فضل اسفرائنی، محمد بن قسم بسری، حافظ ابو العلاء احمد بن محمد بن فضل، حافظ ابوالعلاء احمد بن حسن عطار، حافظ ابوموسیٰ مدینی اور دوسروں نے روایت کی ہے۔ ۱۹ رجب ۵۰۹ھ کو انتقال ہوا''(۱)

نیز ذہبی لکھتے ہیں: ''ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو دیلمی ہمدانی محدث، عالم، حافظ، مورخ اور کتاب الفردوس اور تاریخ ہمدان کے مؤلف ہیں۔ ۴۴۵ھ میں پیدا ہوئے اور اخذ حدیث کی خاطر سفر کیا اور محمد بن عثمان قوسانی، یوسف بن محمد بن یوسف...... سے سمع حدیث کیا اور ان سے ان کے بیٹے شہردار، محمد بن فضل عطار..... نے روایت کی۔ چوسٹھ سال کی عمر میں ۱۹ رجب ۵۰۹ھ کو انتقال ہوا''(۲)

ذہبی ہی لکھتے ہیں: ''۵۰۹ھ میں ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی ہمدانی کا انتقال ہوا، وہ حافظ اور کتاب الفردوس اور تاریخ ہمدان وغیرہ کے مؤلف ہیں''(۳)

ج: یافعی مرآۃ الجنان میں وقائع ۵۰۹ھ میں لکھتے ہیں: ''اسی سال حافظ ابوشجاع دیلمی ھمدانی صاحب کتاب الفردوس وتاریخ ھمدان کا انتقال ہوا''(۴)

د: سبکی طبقات الشافعیہ میں لکھتے ہیں: ''حافظ ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو ہمدان کے مؤرخ اور کتاب الفردوس کے مصنف ہیں۔ ۴۴۵ھ میں پیدا ہوئے اور ابوالفضل محمد بن عثمان قومسانی.... سے حدیثیں سنیں اور ان سے ان کے بیٹے شہردار، حافظ محمد بن فضل اور ابوموسیٰ مدینی وغیرہ نے روایت کی۔ ان کا لقب ''کیا'' تھا، انھوں نے ۹ رجب ۵۰۹ھ کو دار فانی کو وداع کہا''(۵)

ھ: اسنوی لکھتے ہیں: ''ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی کے بارے میں ابن صلاح کا کہنا ہے کہ وہ محدث، اخذ حدیث کی خاطر کثرت سے سفر کرنے والے، اچھے خلق وخو کے

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ج۴، ص۴۸، نمبر۱۰۶۳۔

۲۔ سیر اعلام النبلاء، ج۱۹، ص۲۹۴، نمبر۱۸۶۔

۳۔ العبر فی خبر من غبر وقائع ۵۰۹ھ، ج۲، ص۳۶۔

۴۔ مرآۃ الجنان وقائع ۵۰۹ھ، ج۳، ص۱۵۱۔

۵۔ طبقات الشافعیہ، ج۷، ص۱۱۱، نمبر۸۰۳۔

مالک، ذکی، سنت پر عمل میں سخت اور کم گو تھے۔ انھوں نے کتابیں لکھیں جو ہر طرف پھیل گئیں جن میں کتاب الفردوس اور تاریخ ھمدان ہیں۔ ۴۴۵ھ میں پیدا ہوئے اور رجب ۵۰۹ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوئے'' (۱)

و: قاضی شہبہ نے ''طبقات الشافعیہ'' میں ان کی تعریف میں (اسنوی کے مذکورہ) ابن صلاح کے بیانات نقل کئے ہیں۔ (۲)

ز: علی بن شہاب الدین ہمدانی ''روضۃ الفردوس'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: ''جب میں نے کتاب الفردوس کا مطالعہ کیا جو شیخ، امام، علامہ، قدوۃ المحققین، حجۃ المحدثین، شجاع الملۃ و الدین، ناصر السنۃ ابی المحامد شیرویہ بن شہردار ہمدانی کی تصنیف ہے...''۔

ح: سیوطی لکھتے ہیں: ''شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ ہمدان کے حافظ و محدث اور تاریخ ھمدان اور کتاب الفردوس کے مصنف ہیں۔ انھوں نے عبدالوھاب بن مندہ، ابن بسریٰ اور ان کے ہم طبقہ سے سمع حدیث کیا اور ان سے ان کے بیٹے، حافظ ابوموسیٰ مدینی، ابوالفتح طائی اور ابو العلاء عطار نے روایت کی ہے۔ ۹ رجب ۵۰۹ھ کو انتقال ہوا'' (۳)

ط: مناوی لکھتے ہیں: ''الفردوس، امام، عماد الاسلام ابوشجاع کی کتاب ہے جس کو انھوں نے حفظ میں آسانی کی خاطر حذف اسناد اور حروف تہجی کے مطابق تالیف کیا تھا، بعد میں ان کے بیٹے نے اسناد کا اضافہ کر کے مسند الفردوس نامی کتاب لکھی تھی'' (۴)

ی: شیخ ابومہدی عیسیٰ بن محمد نے ''مقالید الاسانید'' میں ذہبی سے نقل کیا ہے کہ شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ امام، محدث اور حافظ تھے۔

عظمت فردوس الاخبار

دیلمی کے بارے میں علماء کے بیانات سے جہاں ان کی شخصیت آشکار ہوئی وہیں ان کی کتاب الفردوس کی بھی عظمت معلوم ہوئی۔ کتاب سے متعلق چند اور کے بیانات نقل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ طبقات الشافعیہ، ص ۲۲۸، نمبر ۶۹۹۔
۲۔ طبقات الشافعیہ، ج ۱، ص ۲۸۵، نمبر ۲۵۳۔
۳۔ طبقات الحفاظ، ص ۴۷۹، نمبر ۱۰۳۰۔
۴۔ فیض القدیر، ج ۱، ص ۲۸، مقدمہ کتاب۔

الف: علی بن شہاب الدین ہمدانی ''روضۃ الفردوس'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: ''جب میں نے کتاب الفردوس کا مطالعہ کیا تو اسے فوائد کا دریا اور لطائف و اہم نکات کا خزانہ پایا جو بیانات نبویؐ سے پُر تھا''۔

ب: ابومہدی عیسیٰ بن محمد ثعالبی ''مقالید الاسانید'' میں لکھتے ہیں: ''فردوس دیلمی کی حرف لام تک کی شیخ نورالدین علی بن محمد بن عبدالرحمٰن اجھوری نے اسی طرح مجھ سے روایت کی جس طرح شاگرد، استاد کے سامنے قرائت کرتا ہے''۔

ج: مصطفی چلپی لکھتے ہیں: ''فردوس الاخبار بماثور الخطاب، شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ ہمدانی دیلمی کی تالیف ہے جس میں (تقریبا) دس ہزار حدیثیں حروف تہجی کے مطابق ہیں۔ سیوطی نے الجامع الصغیر لکھنے میں انھیں کی پیروی کی ہے'' (۱)

ابوالفضل ادفوی (۲) جیسے اکابر ائمہ اہلسنت نے فردوس الاخبار کی حدیثوں سے احتجاج و استدلال کیا ہے، بلکہ خود شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) نے دیلمی کی کتاب میں موجود ایک جعلی روایت سے استناد کیا ہے اور باب مطاعن میں ایک خواب کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ابوشجاع شیرویہ دیلمی نے جو مشاہیر محدثین میں سے ہیں اور شیعہ بھی انھیں معتبر مانتے ہیں اپنی کتاب ''المنتقی'' میں اس خواب کو ابن عباس سے نقل کیا ہے۔

مگر تعجب ہوتا ہے کہ حدیث تشبیہ جو دیلمی کی کتاب الفردوس میں ہے اور دوسرے بزرگ حافظان و محدثانِ اہلسنت نے بھی اس کو نقل کیا ہے، شاہ صاحب اس حدیث کو اہلسنت کی حدیث نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ حدیث تشبیہ اہلسنت کی کسی کتاب میں نظر نہیں آتی۔ کیا کتاب الفردوس سنی کتاب نہیں ہے؟ اور کیا دیلمی سنی عالم نہیں ہیں؟ جب ایسا ہے تو پھر کیسے حدیث تشبیہ کے سنی حدیث ہونے سے انکار کر رہے ہیں؟ شاہ صاحب نے ایسا صرف حدیث تشبیہ کے ساتھ نہیں کیا، حدیث ولایت کے بارے میں بھی یہی رویہ اختیار کیا جب کہ دیلمی نے اس کو دو طریق سے اور بہت سارے اساطین محدثین اور ارباب صحاح و مجامع و مسانید نے اس کو نقل کیا ہے بلکہ اس کو نقل کرنے والوں میں خود شاہ صاحب اور ان کے والد بھی ہیں۔

۱۔ کشف الظنون، ج ۲، ص ۱۲۵۴۔
۲۔ الامتاع باحکام السماع بحث حرمت غنا۔

(۱۲)

روایت عاصمی

ابومحمد احمد بن محمد بن علی عاصمی نے ''زین الفتیٰ فی شرح سورۂ ھل اتی'' میں حدیث تشبیہ کی متعدد اسناد اور مختلف الفاظ میں روایت کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: میں نے وعدہ کیا تھا کہ (علی) مرتضیٰ رضوان اللہ علیہ کے انبیاء سے مشابہ ہونے کو بیان کروں گا جن میں سب سے پہلے آدم، پھر نوح اور پھر ابراہیم خلیل، یوسف صدیق، موسیٰ کلیم، داؤد توانمند، سلیمان شاکر، ایوب صابر، یحییٰ بن زکریا، عیسیٰ روح اللہ اور پھر محمد مصطفیٰ ہیں۔ میں ان میں سے ہر نبی سے علی کے مشابہ ہونے کو ایک خاص فصل میں بیان کروں گا تا کہ صاحبان عقل اس کو دیکھیں اور ان میں پوشیدہ شباہتوں کے بارے میں غور و فکر کریں۔

انبیاء سے علی کے مشابہ ہونے کو بیان کرنے کا میں نے اس لئے ارادہ کیا کہ میرے سامنے ایک حدیث (تشبیہ) ہے جس کو مجھ سے میرے دادا احمد بن مہاجر رحمہ اللہ نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے ابوجعفر رازی مستملی ابی یحییٰ بزار نے بیان کیا، انھوں نے مسلم سے انھوں نے عبیداللہ بن موسیٰ عبسی سے انھوں نے ابوعمرازدی سے انھوں نے ابی راشد حمرانی سے اور انھوں نے ابی حمراء سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا:

''من اراد ان ینظر الی آدم فی علمه ، و الی نوح فی فهمه ، و الی ابراهیم فی حلمه ، و الی موسیٰ فی بطشه ، فلینظر الی علی بن ابی طالب''

جو شخص چاہتا ہے کہ آدم کو ان کے علم میں، نوح کو ان کے فہم میں، ابراہیم کو ان کے حلم میں اور موسیٰ کو ان کی ہیبت وصولت میں دیکھے تو وہ علی بن ابی طالب کو دیکھے۔

ب: ہم سے محمد بن ابی زکریا ثقہ نے بیان کیا انھوں نے ابوالحسین محمد بن احمد بن جعفر خوری سے انھوں نے ابوجعفر محمد بن احمد بن سعید رازی سے انھوں نے احمد بن محمد سے انھوں نے ابواحمد ابراہیم بن علی ہمدانی سے انھوں نے ابوجعفر رازی سے انھوں نے ابوعبداللہ محمد بن مسلم سے انھوں نے عبیداللہ بن موسیٰ عبسی سے انھوں نے ابوعمرازدی سے انھوں نے ابی راشد حمرانی سے اور انھوں نے ابی حمراء سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا:

''من اراد این ینظر الی آدم فی علمه ،و الی نوح فی فهمه ،والی ابراهیم فی حلمه ، و الی یحییٰ بن زکریا فی زهده ، و الی موسیٰ بن عمران فی بطشه ، فلینظر الی علی بن ابی طالب''

جو علم آدم، فہم نوح، حلم ابراہیم، زہد یحییٰ بن زکریا اور ہیبت وصولت موسیٰ بن عمران کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن ابی طالب کی طرف نگاہ کرے۔

ج: ہم سے محمد بن یحییٰ ثقہ نے بیان کیا، انھوں نے ابوسہل عصامی سے بلخ میں انھوں نے ابوبکر ابن طرخان سے انھوں نے محمد بن مالک بن ہانی سے انھوں نے احمد بن اسد سے انھوں نے عبیداللہ بن موسیٰ سے انھوں نے ابی عمرازدی سے انھوں نے ابی راشد حمرانی سے اور انھوں نے ابوالحمراء سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے:

''کنا جلوساً مع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فاقبل علی بن ابی طالب فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: من سره ان ینظر الی آدم فی علمه ، والی نوح فی فهمه ، والی ابراهیم فی حلمه ،فلینظر الی علی بن ابی طالب''

ہم بزم پیغمبرؐ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں علی بن ابی طالبؑ آگئے نبیؐ نے دیکھتے ہی فرمایا: جو چاہتا ہے کہ آدم کو ان کے علم میں، نوح کو ان کی فہم میں اور ابراہیم کو ان کے حلم میں دیکھے وہ نظر کرے علی بن ابی طالب کی طرف۔

د: مجھ سے میرے جد احمد بن مہاجر رحمہ اللہ نے بیان کیا انھوں نے ابوعلی ہروی سے انھوں نے ابی عروہ سے انھوں نے حسن بن عرفہ عبدی سے انھوں نے عمر یعنی ابوحفص ابار سے انھوں نے حکم بن عبدالملک سے انھوں نے حارث بن حصیرہ سے انھوں نے ابوطارق سے انھوں نے ابوربیعہ بن ناقد سے اور انھوں نے علی بن ابی طالب سے روایت کی ہے۔ علی کا بیان ہے کہ رسولؐ خدا نے مجھ سے فرمایا:

''فیک مثل عیسیٰ بن مریم،الغضته یهود حتی بهتوا امه و احبّته النصاریٰ حتی انزلوه باالمنزل الذی لیس به ،ثم قال علی بن ابی طالب یهلک فیّ رجلا ن محب مفرط یعرّفنی بما لیس فیّ و مبغض مفتریحمله شنآنی علی

ان یبھتنی "

تمہاری مثال عیسیٰ بن مریم جیسی ہے ان سے یہودیوں کی دشمنی اتنی بڑھی کہ ان کی ماں پر تہمت باندھ دی اور نصرانی (عیسائی) محبت میں اتنا بڑھ گئے کہ جس مقام کے وہ سزاوار نہیں تھے اس مقام تک انھیں پہنچادیا۔ اس کے بعد علی بن ابی طالب نے کہا: میرے بارے میں دو طرح کے لوگ ہلاک ہوں گے میری حد سے زیادہ تعریف کرنے والے نیز اس چیز سے مجھے پہچوانے والے جو مجھ میں نہیں ہے اور کینہ توز دشمن جو کینے کی وجہ سے مجھ پر تہمت باندھتا ہے۔

یہ تو شیعہ ہی ہیں جنھوں نے حضرت علیؑ کے بارے میں نہ تو افراط سے کام لیا نہ ہی تفریط سے اور جس طرح آنحضرتؐ نے تشبیہ دی اسی طرح ہم بھی تشبیہ دیتے ہیں۔

نیز عاصمی اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

ہم سے حسین بن محمد بستی نے بیان کیا انھوں نے عبداللہ بن ابی منصور سے انھوں نے محمد بن بشر سے انھوں نے محمد بن عبداللہ بن مثنی انصاری سے انھوں نے حمید سے اور انھوں نے انس سے روایت کی ہے ،انس کا بیان ہے:

ہ:"کنا فی بعض حجرات مکة فتذاکرنا علیا فدخل علینا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه فقال: ایها الناس ! من اراد ان ینظر الی آدم فی علمه ، و الی نوح فی فهمه ، و الی ابراهیم فی حلمه ، و الی موسیٰ فی شدته ، و الی عیسیٰ فی زهادته ، و الی محمد و بهائه ، و الی جبرئیل و امانته ، و الی الکوکب الدری والشمس الضحی و القمر المضی ، فلیتطاول و لینظر الی هذا الرجل ،واشار الی علی بن ابی طالب "

ہم مکہ کے ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے علیؑ کا ذکر کر رہے تھے کہ اتنے میں رسولؐ خدا تشریف لائے اور فرمایا: اے لوگو! جو شخص چاہتا ہے کہ آدم کو ان کے علم میں، نوح کو ان کی فہم میں، ابراہیم کو ان کے حلم میں ،موسیٰ کو ان کی شدت میں، عیسیٰ کو ان کے زہد میں، محمد اور ان کے صفات عالیہ کو، جبرئیل اور ان کی امانت کو، درخشندہ ستارے کو، چمکتے سورج اور روشن چاند کو دیکھے وہ گردن اٹھا کر اس شخص کو دیکھے اور آپ نے اشارہ علی

بن ابی طالب کی طرف کیا۔

(۱۳)

روایت نطنزی

ابوالفتح محمد بن علی بن ابراہیم نطنزی نے حدیث تشبیہ کی اپنی کتاب "الخصائص العلویہ" میں خادم نبیؐ ابو الحمراء سے روایت کی ہے۔ ابوالحمراء کا بیان ہے:

"کنا حول النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فطلع علی بن ابی طالب رضی اللّٰه عنه فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم :من سرّه ان ینظر الی آدم فی علمه ، و الی نوح فی فهمه ، والی ابراهیم فی خلته ، فلینظر الی علی بن ابی طالب "

ہم نبیؐ کے پاس تھے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آگئے، ان کو دیکھتے ہی رسولؐ خدا نے فرمایا: جو چاہتا ہے کہ آدم کو ان کے علم میں، نوح کو ان کی فہم میں اور ابراہیم کو ان کی صفت خلیل اللّٰہی میں دیکھے وہ علی بن ابی طالب کی طرف نظر کرے۔

احوال وآثار

الف: سمعانی لکھتے ہیں: "ابوالفتح محمد بن علی بن ابراہیم نطنزی، لغت وادب وشعر میں خراسان وعراق میں سب سے افضل تھے۔ وہ (پانچ سو) اکیس ہجری میں مرو میں پیدا ہوئے۔ میں نے ان سے ادب کی کتابیں پڑھیں اور ان کے علمی دریا سے استفادہ کیا۔ ہمدان میں بھی میں نے ان سے ملاقات کی تھی۔ جب میں بغداد میں تھا تو کئی بار وہ آئے تھے اور جب بھی میں نے ان سے ملاقات کی ان سے حدیثیں لکھیں اور کسب علم وفن کیا۔ انھوں نے اصفہان میں ابو سعد مطرز، ابوعلی حداد، عاصم بن نصر رخی اور بغداد میں ابوالقاسم بن بیان رزاز، ابوعلی بن نبہان کاتب اور ان کے ہم طبقوں سے حدیث سنیں۔ میں نے ماضی قریب میں مرو میں ان سے حدیث سنی تھی"(۱)

۱۔ الانساب، ج۱۲، ص۱۱۱، مادہ النطنزی۔

اس سے معلوم ہوا کہ نطنزی استادِ سمعانی ہیں اور علم وادب میں خراسان کی افضل فرد تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سمعانی نے جب بھی ان سے ملاقات کی ان سے حدیثیں لکھیں۔اس سے بڑھ کر نطنزی کا مرتبہ اور کیا ہوسکتا ہے۔

ب:ابن نجار لکھتے ہیں:''وہ یگانۂ روزگار اور نابغۂ زمان تھے۔بعض فضائل میں انھوں نے اپنے زمانہ والوں پر برتری حاصل کرلی تھی''(۱)

ج:صفدی لکھتے ہیں:''ابوالفتح محمد بن علی بن ابراہیم کاتب نطنزی فصیح وبلیغ شاعر ونثر نگار تھے۔انھوں نے کئی شہروں کا سفر کیا اور وہاں کے اکابر سے ملاقات کی۔وہ کثیر المحفوظ،محب علم وسنت اور کثرت سے صدقہ دینے والے اور روزہ رکھنے والے تھے۔وہ بادشاہ وسلاطین کو ان کے کئے پر نادم کردیتے تھے۔ان کی نظروں میں ان کی بڑی عظمت تھی لیکن اہل علم کے لئے متواضع تھے۔اصفہان وخراسان وبغداد میں بہت زیادہ حدیثیں سنیں مگر روایت حدیث سے مالی فائدہ نہیں اٹھایا''۔(۲)

(۱۴)

روایت سنائی

ابوالمجد مجدود بن آدم سنائی غزنوی نے حدیث تشبیہ کے بعض مضمون کو منظوم شکل میں پیش کیا ہے چنانچہ وہ ''حدیقۃ الحقیقۃ وشریعۃ الطریقۃ'' میں مدح امیرالمومنین میں کہتے ہیں:

عالمی بود همچو نوح استاخ — عالمی بود همچو روح فراخ
دل او عالم معانی بود — لفظ او آب زندگانی بود

وہ نوح یگانۂ روزگار کے مانند عالم تھے۔

احوال وآثار

حکیم سنائی مشہور ومعروف شعراء میں ہیں،عبدالرحمٰن جامی نے''نفحات الانس فی حضرات القدس''میں

۱۔ذیل تاریخ بغداد از کتاب الیقین ابن طاؤس،ص۹۵۔
۲۔الوافی بالوفیات،ج۴،ص۱۶۱،نمبر ۱۶۹۷۔

ان کی اور ان کی کتاب''حدیقۃ الحقیقۃ'' کی بڑی تعریف کی ہے۔خود شاہ عبدالعزیز دہلوی نے انھیں بزرگ سنی شعراء میں شمار کیا ہے۔شاہ صاحب تحفہ اثنا عشریہ کے دوسرے باب مکائد الشیعہ کے کید ۳۶ میں لکھتے ہیں:

''شیعوں کا ایک مکر یہ ہے کہ وہ بزرگ سنی شعراء کے اشعار میں انھیں وزن وقافیہ میں اپنے مطلب اور سنیوں کے خلاف ایک دو شعر بڑھا دیتے ہیں اور بعد میں کہتے ہیں کہ اہلسنت نے شرم کی وجہ سے انھیں حذف کردیا ہے۔ایسا وہ مشہور ومعروف سنی شعراء کے ساتھ کرتے ہیں جیسے شیخ فرید عطار،شیخ اوحدی،شمس تبریزی،حکیم سنائی،مولانا روم،حافظ شیرازی اور خواجہ قطب الدین دہلوی وغیرہ...''۔

اور چونکہ شاہ صاحب نے کتاب کا نام نہیں بتایا کہ کس شیعی کتاب میں ایسا ہوا ہے لہٰذا ان کے ادعا کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

(۱۵)

روایت شہردار دیلمی

شہردار بن شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو دیلمی نے حدیث تشبیہ کی روایت کی ہے۔وہ''مسند الفردوس''میں لکھتے ہیں:ہم سے میرے باپ نے بیان کیا انھوں نے قاضی مکی بن دکین سے انھوں نے علی بن محمد بن یوسف سے انھوں نے فضل کندی سے انھوں نے عبداللہ بن محمد بن حسن ہم بیان (یاغلامِ) بنی ہاشم سے انھوں نے علی بن الحسین سے انھوں نے احمد بن ابوہاشم نوفلی سے انھوں نے عبداللہ بن عبیداللہ بن موسیٰ سے انھوں نے کامل ابوالعلاء سے انھوں نے ابواسحاق سبیعی سے انھوں نے ابوداؤد سے انھوں نے نفیع سے اور انھوں نے خادم نبیؐ ابوالحمراء سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا:

"من اراد ان ینظر الی آدم فی علمه، و الی موسیٰ فی شدته، و الی عیسیٰ فی زهده، فلینظر الی هذا المقبل، فاقبل علي"

جو علم آدم،شدت وصلابت موسیٰ اور زہد عیسیٰ کو دیکھنا چاہتا ہے وہ اس آنے والے کو دیکھے،اتنے میں

لوگوں نے دیکھا کہ علی آرہے ہیں۔ اسی حدیث کی خطیب خوارزمی نے خود شہردار بن شیرویہ سے روایت کی ہے جو اسی کے بعد (نمبر ۱۶ میں) بیان ہوگی۔

احوال و آثار

الف: ذہبی لکھتے ہیں: ''ابو منصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار دیلمی محدث کے بارے میں ابن سمعانی کا کہنا ہے: وہ حافظ، حدیث کو جاننے اور سمجھنے والے اور ظریف انسان تھے۔ انھوں نے اپنے باپ، عبدوس بن عبداللہ، مکی سلار اور محدثین کے ایک گروہ سے سمع حدیث کیا اور ان کو ابوبکر بن خلف شیرازی نے اجازہ سے نوازا۔ پچھتر سال کی زندگی گزاری'' (۱)

ب: سبکی لکھتے ہیں: ''ابن سمعانی نے انھیں حافظ، حدیث کا عارف و فہیم، ادبی ذوق رکھنے والا اور انسان ظریف کہا ہے۔ وہ نرم مزاج اور مسجد نشین تھے اور اپنے باپ کی طرح کتابت و سماعت و حصول حدیث میں زندگی گزاری۔ اپنے باپ کے ہمراہ اصفہان گئے پھر بغداد اور اپنے باپ، ابوالفتح عبدوس بن عبداللہ، مکی بن منصور کرخی اور احمد بن نصر اعمش سے حدیثیں سنیں'' (۲)

ج: اسنوی شیرویہ دیلمی کے حالات لکھنے کے بعد لکھتے ہیں: ''ان کے بیٹے شہردار ہیں جن کی کنیت ابو منصور ہے وہ محدث و ادیب و ظریف انسان تھے جو ہمیشہ مسجد نشین رہتے تھے انھوں نے اپنے والد کی کتاب الفردوس میں اسناد کا اضافہ کر کے اس کو مرتب کیا اور اس کا نام ''الفردوس الکبیر'' رکھا۔ ۴۸۳ھ میں پیدا ہوئے تھے، یہ بات ابن صلاح نے کہی مگر تاریخ وفات نہیں بتائی''۔ (۳)

د: قاضی ابی شہبہ اسدی ''طبقات الشافعیہ'' میں لکھتے ہیں: ''ابو منصور شہردار ابن شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ محدث، ادیب اور ظریف انسان تھے۔ انھوں نے اپنے باپ کی کتاب الفردوس کے (محذوف) اسناد کو تلاش کر کے اس میں اضافہ کیا اور اس کو تین جلدوں میں

۱۔ العبر فی خبر من غبر وقائع ۵۵۸ھ، ج ۲، ص ۱۱۰۔
۲۔ طبقات الشافعیہ، ج ۷، ص ۱۱۰، نمبر ۸۰۲۔
۳۔ طبقات الشافعیہ، ص ۲۴۸، نمبر ۷۰۰۔

مرتب کر کے اس کا ''الفردوس الکبیر'' نام رکھا۔ ۴۳۸ھ (۴۸۳ھ) میں پیدا ہوئے اور رجب ۵۵۸ھ میں انتقال ہوا'' (۱)

ھ: ابو مہدی عیسیٰ ثعالبی ''مقالید الاسناد'' میں سند مسند الفردوس کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''ابو منصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار دیلمی کو ذہبی نے حافظ و امام کہا ہے، ان کا سلسلۂ نسب فیروز دیلمی ضحاک پر ختم ہوتا ہے۔ ابن سمعانی کا کہنا ہے کہ ابو منصور حافظ، محدث، ادیب، ظریف، نرم مزاج اور مسجد نشین تھے۔ کتابت و سماعت و اخذ حدیث میں اپنے والد جیسے تھے۔ ۵۰۵ھ میں اپنے والد کے ہمراہ اصفہان گئے تھے اور ۵۳۷ھ میں بغداد پہنچے تھے۔ انھوں نے اپنے والد، مکی بن منصور کرخی، ابو محمد دونی اور ابوبکر بن زنجویہ سے سمع حدیث کیا تھا اور ابو منصور بن حسین مقری نے انھیں اجازہ دیا تھا انھوں نے اپنے والد کی کتاب الفردوس کے اسناد کو جمع کر کے بڑے اچھے انداز میں اسے مرتب کیا تھا۔ ان سے ان کے بیٹے ابو مسلم احمد اور ایک گروہ نے روایت کی ہے۔ ۵۵۸ھ میں انتقال ہوا''۔

و: شاہ عبدالعزیز دہلوی مؤلف تحفہ نے ''بستان المحدثین'' میں مذکورہ بالا ثعالبی کی عبارت کو تقریباً فارسی میں نقل کیا ہے۔ گویا ان سب کو وہ مانتے ہیں۔ صرف اس کا اضافہ کیا ہے کہ ان (شہردار) کا سلسلۂ نسب فیروز دیلمی پر ختم ہوتا ہے جو قاتل عنسی تھے اور رسولؐ خدا نے ان کی ستائش کی تھی۔

۱۔ طبقات الشافعیہ، ج ۱، ص ۳۱۷، نمبر ۲۸۸۔

(۱۶)

روایت خوارزمی

ابوالمؤید موفق بن احمد معروف بہ اخطب خوارزم (خطیب خوارزمی) نے حدیث تشبیہ کی متعدد طرق واسناد سے روایت کی ہے، چنانچہ وہ ایک حدیث کو اس سند: ہم سے شیخ زاہد حافظ ابوالحسن علی بن احمد عاصمی خوارزمی نے بیان کیا انھوں نے شیخ القضاۃ اسماعیل بن احمد واعظ سے انھوں نے ابوبکر احمد بن حسین بیہقی سے..... نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: انھیں اسناد سے ابوبکر احمد بن حسین بیہقی سے انھوں نے حافظ ابوعبداللہ سے کتاب تاریخ میں انھوں نے ابوجعفر محمد بن احمد بن سعید سے انھوں نے محمد بن مسلم سے انھوں نے عبداللہ بن موسیٰ عبسی سے انھوں نے ابوعمر ازدی سے انھوں نے ابوراشد سے اور انھوں نے ابوحمراء سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا:

"من اراد ان ینظر الی آدم فی علمه، والی نوح فی فهمه، و الی یحییٰ بن زکریا فی زهده، و الی موسیٰ بن عمران فی بطشه، فلینظر الی علی بن ابی طالب" قال احمد بن حسین البیهقی: لم اکتبه الا بهذا الاسناد، و الله اعلم (۱)

جو چاہتا ہے کہ آدم کو ان کے کمال علم میں، نوح کو ان کے کمال فہم میں، یحییٰ بن زکریا کو ان کے زہد میں اور موسیٰ بن عمران کو ان کی ہیبت وصولت میں دیکھے وہ علی بن ابی طالب کی طرف نظر کرے۔ احمد بن حسین بیہقی کا کہنا ہے کہ میں نے اس حدیث کو صرف انھیں اسناد سے لکھا ہے۔

نیز خوارزمی لکھتے ہیں: مجھ سے شہردار نے اجازۃً بیان کیا انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے قاضی مکی بن دکین سے انھوں نے علی بن محمد بن یوسف سے انھوں نے فضل کندی سے انھوں نے عبداللہ بن محمد بن حسین ہم پیمان (یاغلامِ) بنی ہاشم سے کوفہ میں انھوں نے علی بن الحسین سے انھوں نے احمد بن ابوہاشم نوفلی سے انھوں نے عبیداللہ بن موسیٰ سے انھوں نے کامل ابوالعلاء سے انھوں نے ابواسحاق سبیعی سے انھوں

۱۔ مناقب خوارزمی، ص۳۸، حدیث ۷۰۔

نے ابوداؤد سے انھوں نے نفیع سے اور انھوں نے خادم نبیؐ ابوحمراء سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا:

"من اراد ان ینظر الی آدم فی علمه، والی موسیٰ فی شدته، والی عیسیٰ فی زهده، فلینظر الی هذا المقبل. فاقبل علی" (۱)

جو آدم کو ان کے علم میں، موسیٰ کو ان کی شدت وسختی میں اور عیسیٰ کو ان کے زہد میں دیکھنا چاہتا ہے وہ اس آنے والے کو دیکھے۔ اتنے میں علیؑ آگئے۔

خوارزمی ہی لکھتے ہیں: "مجھ سے اجازۃً شہردار نے بیان کیا انھوں نے ابوالفتح عبدوس بن عبداللہ بن عبدوس ہمدانی سے اجازۃً انھوں نے شریف ابوطالب مفضل بن محمد بن طاہر جعفری سے اصفہان میں انھوں نے حافظ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ بن فورک اصفہانی سے انھوں نے محمد بن احمد بن ابراہیم سے انھوں نے حسین بن علی حسین سلولی سے انھوں نے سوید بن مسعر بن یحییٰ بن حجاج نہدی سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے شریک سے انھوں نے ابواسحاق سے اور انھوں نے حارث اعور، علمبردار (حضرت) علی سے روایت کی ہے۔ حارث کا بیان ہے:

"بلغنا ان النبی صلی الله علیه وسلم کان فی جمع من اصحابه فقال: اریکم آدم فی علمه، و نوحا فی فهمه، و ابراهیم فی حکمته، فلم یکن باسرع من ان طلع علیّ، فقال ابو بکر: یا رسول الله اقست رجلاً بثلاثة من الرسل بخ بخ لهذا الرجل من هو یا رسول الله. قال النبی صلی الله علیه وسلم: الا تعرفه یا ابا بکر، قال الله و رسوله اعلم قال ابو الحسن علی بن ابی طالب قال ابو بکر بخ بخ لک یا ابا الحسن و این مثلک یا ابا الحسن" (۲)

ہمیں خبر ملی کہ نبیؐ نے صحابہ کے ایک گروہ سے فرمایا: تمھیں علم آدم، فہم نوح اور حکمت ابراہیم دکھانا چاہتا ہوں، تھوڑی ہی دیر میں علی آگئے۔ ابوبکر نے کہا اے رسولؐ خدا آپ نے اس شخص کا تین رسولوں سے

۱۔ مناقب خوارزمی، ص۳۱۰، حدیث ۳۰۹۔

۲۔ مناقب خوارزمی، ص۸۸، حدیث ۷۹۔

موازنہ کیا ہے، وہ خوش قسمت ہے کون اے رسولؐ خدا؟ نبیؐ نے فرمایا: اے ابوبکر کیا تم اسے نہیں پہچانتے؟ ابوبکر نے جواب دیا: خدا اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا: وہ ابوالحسن علی بن ابی طالب ہے۔ یہ سن کر ابوبکر نے کہا: مبارک ہو اے ابوالحسن، تمہارے جیسا کون ہوگا اے ابوالحسن۔

احوال و آثار

خطیب خوارزمی، عمائد فقہاء، اعاظم فضلاء اور مشاہیر ثقات میں سے ہیں۔ عماد الدین کاتب، ابوالفتح ناصر بن مطرزی، ابن نجار، ابوالولید محمد بن محمود خوارزمی، صفدی، ابوالوفا عبدالقادر قرشی، تقی الدین فاسی مکی، جلال الدین سیوطی، شہاب الدین احمد اور محمود کفوی جیسے اعیان اہلسنت نے ان کی تعریف و تمجید کی ہے اور گنجی، زرندی، ابن وزیر صنعانی، ابن صباغ مالکی، سمہودی، ابن حجر مکی، کمال الدین جہرمی، احمد بن فضل باکثیر، عبد اللہ بن محمد مطیری، ولی اللہ لکھنوی اور حیدر علی جیسی عظیم المرتبت سنی شخصیتوں نے اپنی کتابوں میں ان سے روایتیں نقل کی ہیں۔ خوارزمی کے بارے میں مذکورہ بالا حضرات کے بیانات ملاحظہ فرمائیے:

الف: عماد الدین کاتب محمد بن محمد اصفہانی ''خریدۃ القصر وجریدۃ اھل العصر'' میں لکھتے ہیں:

''ابوالمؤید موفق بن احمد بن محمد مکی خوارزمی فقہ و ادب میں افاضل و اکابر میں اور حسب و نسب میں برگزیدگان میں ہیں''۔

عماد الدین کاتب جنھوں نے خطیب خوارزمی کی تعریف و توصیف کی ہے ان کی ابن خلکان (۱)، ذہبی (۲)، ابوالفداء (۳)، ابن وردی (۴)، یافعی (۵)، اسنوی (۶)، سبکی (۷)، اسدی (۸)، اور صدیق حسن خان (۹) نے تعریف و توصیف کی ہے۔

۱۔ وفیات الاعیان، ج ۳، ص ۷۶، نمبر ۷۰۵۔
۲۔ العبر فی خبر من غبر، ج ۲، ص ۱۲۶۔
۳۔ المختصر فی اخبار البشر، ج ۲، ص ۱۸۹، وقائع ۷۵۹ھ۔
۴۔ تتمۃ المختصر فی اخبار البشر، ج ۲، ص ۱۱۵، وقائع ۷۵۹ھ۔
۵۔ مرآۃ الجنان وقائع ۷۵۹ھ، ج ۳، ص ۳۷۲۔
۶۔ طبقات الشافعیہ، ص ۳۵۵، نمبر ۹۹۵۔
۷۔ طبقات الشافعیہ، ج ۶، ص ۱۷۸، نمبر ۲۸۶۔
۸۔ طبقات الشافیہ، ج ۲، ص ۳۱، نمبر ۳۳۳۔
۹۔ ابجد العلوم، ص ۶۲۵۔

ب: ابوالفتح ناصر بن عبدالسید مطرزی حنفی نے ''ایضاح شرح مقامات حریری'' میں انھیں کہیں ''امام اجلّ وعلامہ'' سے توصیف کی تو کہیں ''صدرالائمہ'' سے۔ کہیں ''مولای صدر'' سے تو کہیں ''مولای الصدر الکبیر'' سے۔ ایک جگہ وہ لکھتے ہیں: ہم سے صدرالائمہ اخطب خطباء خوارزم موفق بن احمد مکی خوارزمی نے بیان کیا انھوں نے کہا مجھ سے سید امام مرتضیٰ ابوالفضل حسینی نے بیان کیا انھوں نے ابوالحسن علی بن ابی طالب حسینی شیبانی سے..... انھوں نے لیث سے انھوں نے مجاہد سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: اگر سارے درخت قلم بن جائیں، سارے دریا روشنائی ہو جائیں اور سارے جن وانس مل کر فضائل علیؑ لکھنا چاہیں تب بھی پورے فضائل نہیں لکھ سکتے۔

ج: ابن نجار، علی بن طاؤس کے بقول ابن نجار نے کہا ہے: ''موفق بن احمد مکی جو خوارزم کے خطیب تھے وہ فقیہ، فاضل، ادیب، شاعرِ بلیغ اور زمخشری کے شاگرد تھے'' (۱)

د: ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمی نے اپنی کتاب ''جامع مسانید ابی حنیفہ'' میں متعدد جگہوں پر خطیب خوارزمی کی روایتوں سے احتجاج واستدلال کیا ہے اور ان کی ''اخطب خطباء شرق وغرب'' اور ''صدر العلامۃ وصدر الائمۃ'' سے توصیف کی ہے۔ خطیب خوارزمی کی تعریف کرنے والے ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمی بھی بڑی عظمت کے حامل ہیں۔ کفوی (۲)، قرشی (۳) اور چلپی (۴) نے انھیں شیخ اور امام کہا ہے۔

ھ: صفدی لکھتے ہیں: ''موفق خوارزمی ادبیات عرب پر تسلط رکھتے تھے۔ وہ فقیہ، فاضل اور ادیب و شاعر تھے: زمخشری کے سامنے زانوائے ادب تہہ کیا تھا'' (۵) خود صفدی کی ذہبی (۶)، ابن حجر عسقلانی (۷)، ابن شحنہ (۸)، اسدی (۹) اور صدیق حسن (۱۰) نے تعریف کی ہے۔

۱۔ ذیل تاریخ بغداد منقول از کتاب الیقین، ص ۱۶۶۔
۲۔ کتاب اعلام الاخیار۔
۳۔ الجواھر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، ج ۳، ص ۳۶۵۔
۴۔ کشف الظنون، ج ۲، ص ۱۶۸۰۔
۵۔ بغیۃ الوعاۃ، ص ۲۹۷، نمبر ۲۰۳۶۔
۶۔ المعجم المختص، ص ۹۱۔
۷۔ الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ، ج ۲، ص ۸۷، نمبر ۱۶۵۴۔
۸۔ روض الناظر
۹۔ طبقات الشافعیہ، ج ۳، ص ۸۹، نمبر ۲۳۱۔
۱۰۔ ابجد العلوم، ص ۶۲۱۔

و: عبدالقادر قرشی لکھتے ہیں: ''ابوالمؤید موفق بن احمد بن مکی خطیب خوارزم، ناصر بن عبداللہ مغربی کے استاد تھے۔ تقریباً ۴۸۴ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ قفطی نے اخبار النحاۃ میں انھیں ادیب، فاضل اور فقیہ کہا ہے۔ عربی زمخشری سے پڑھی تھی۔ ۵۶۸ھ میں انتقال ہوا تھا'' (۱)

خوارزمی کی تعریف کرنے والے قرشی کی جہاں کفوی (۲)، سیوطی (۳) اور صدیق حسن خان (۴) نے تعریف کی وہیں قفطی کی بھی سیوطی (۵) نے مختلف جگہوں پر ان کے علمی خدمات کو سراہا ہے۔

ز: تقی الدین فاسی لکھتے ہیں: ''علامہ ابوالمؤید موفق بن احمد بن محمد مکی خطیب خوارزم فصیح و بلیغ ادیب تھے ایک زمانہ تک خوارزم کے رہنے والوں کو اپنی تقریر سے فائدہ پہنچاتے رہے۔ ایک گروہ نے ان کے پاس آکر ان سے کسب فیض کیا، اسی طرح ذہبی نے تاریخ اسلام میں لکھا ہے، عبدالقادر حنفی نے بھی طبقات الحنفیہ میں ان کا ذکر کیا ہے اور قفطی نے اخبار النحاۃ میں انھیں ادیب، فاضل اور فقیہ کہا ہے'' (۶) خود تقی الدین فاسی کی جہاں سخاوی (۷)، سیوطی (۸)، شیخ قطب الدین نہروانی (۹) اور تاج الدین (۱۰) مکی حنفی نے تعریف و تمجید کی ہے وہیں ان کی کتاب العقد الثمین کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

ح: سید شہاب الدین احمد ''توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل'' میں لکھتے ہیں: ہر قرن و زمانہ کے عرفاء نے ولایت علی کے سایہ میں زندگی گزاری ہے اور ہر شہر و دیار کے صاحبان حقیقت و یقین نے ان کی دوستی پر فخر کیا ہے اور ان کے فضائل و مناقب کو نظم و نثر میں پیش کیا ہے کہ انھیں میں امام ہمام، عالم مقام، حبر الفاضل الزکی، حافظ و خطیب ضیاء الدین موفق بن احمد مکی ہیں''۔ اسی کتاب میں وہ ایک جگہ دو حدیثوں کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''ان دونوں حدیثوں کی صالحانی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ ان دونوں کی روایت و درایت کے امام مطلق ابوبکر بن مردویہ اور ابوالمؤید موفق خطیب خوارزم نے روایت کی ہے''۔

۱۔ الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، ج ۳، ص ۵۲۳۔
۲۔ کتائب اعلام الاخیار۔
۳۔ حسن المحاضرہ، ج ۱، ص ۳۶۳۔
۴۔ اتحاف النبلاء۔
۵۔ حسن المحاضرہ، ج ۱، ص ۴۲۷۔
۶۔ اخبار البلد الامین، ج ۷، ص ۳۱۰، نمبر ۲۵۵۷۔
۷۔ الضوء اللامع لاھل القرن التاسع، ج ۷، ص ۱۸۔
۸۔ طبقات الحفاظ، ص ۵۴۷، نمبر ۱۱۸۶۔
۹۔ کتاب الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام۔
۱۰۔ کفایۃ المطلع۔

ط: سیوطی لکھتے ہیں: ''ابوالمؤید موفق بن احمد معروف بہ اخطب خوارزم (خطیب خوارزمی) کے بارے میں صفدی کا کہنا ہے کہ وہ ادبیات عرب پر تسلط رکھنے والے اور فقیہ و فاضل و ادیب و شاعر تھے اور زمخشری سے کسب علم کیا تھا اور ان کے سامنے ناصر مطرزی نے زانوئے ادب تہہ کیا تھا۔ تقریباً ۴۸۴ھ میں پیدا ہوئے تھے اور ۵۶۸ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے'' (۱)

ی: کفوی لکھتے ہیں: ''ابوالمؤید موفق بن احمد بن محمد مکی خطیب خوارزم اور استاد امام ناصر بن عبدالسید مغربی کی ولادت تقریباً ۴۸۴ھ میں ہوئی تھی۔ وہ ادیب و فاضل و فقیہ تھے۔ انھوں نے فقہ حنفی کو نجم الدین عمر نسفی سے انھوں نے صدر الاسلام ابوالیسر بزدوی سے انھوں نے یوسف سیار سے انھوں نے حاکم نوقدی سے انھوں نے ابوسلیمان جوزجانی سے انھوں نے ابوبکر اعمش سے انھوں نے ابوبکر اسکاف سے انھوں نے ابوسلیمان جوزجانی سے انھوں نے محمد سے اور انھوں نے ابوحنیفہ سے حاصل کیا تھا۔ انھوں نے ادبیات عرب کو زمخشری سے اور ان سے ناصر بن عبدالسید مغربی نے فقہ و ادبیات عرب کی تعلیم حاصل کی'' (۲)

کفوی جنہوں نے ''کتائب اعلام الاخیار من فقهاء مذهب النعمان المختار'' میں خطیب خوارزمی کے حالات لکھے ہیں اور ان کی تعریف و تمجید کی ہے اس کا اہلسنت کی مشہور و معروف کتاب میں شمار ہوتا ہے۔ ابومہدی عیسیٰ ثعالبی نے ''مقالید الاسانید'' میں متعدد جگہوں پر، غلام علی آزاد بلگرامی نے ''سبحۃ المرجان'' میں، شاہ ولی اللہ دہلوی نے ''انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ'' میں، شاہ عبدالعزیز دہلوی (مولف تحفہ) نے ''بستان المحدثین'' میں اور حیدر علی نے ''ازالۃ الغین'' میں اس کتاب سے جہاں مطالب نقل کئے ہیں وہیں مؤلف کی تعریف و تمجید بھی کی ہے۔

اعتبار مناقب خوارزمی

جس طرح خوارزمی کی شخصیت معتبر ہے اسی طرح ان کی مناقب بھی معتبر ترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے، اسی لئے معتبر ترین شخصیات نے اس کو معتبر سمجھتے ہوئے اس سے مطالب نقل کئے ہیں ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ بغیۃ الوعاۃ، ص ۳۹۷، نمبر ۲۰۴۶۔
۲۔ کتائب اعلام الاخیار۔

الف: گنجی شافعی نے اپنے اسناد سے یزید بن شراحیل انصاری کاتب حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ میں (یزید) نے (حضرت) علی سے سنا کہ جب میں (علی) رسولؐ خدا کو سینے سے لگائے ہوا تھا تو آپ نے فرمایا:

"اے علی کیا تم نے اس ارشاد الٰہی کو سنا ہے: ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک هم خیر البریة؟ تو سنو خیر البریہ تم اور تمہارے شیعہ ہیں اور میری تمہاری وعدہ گاہ حوض کوثر ہے۔ جب ساری امتیں حساب کے لئے آئیں گی تو تم اس حال میں بلائے جاؤ گے کہ تمہای پیشانی چمکتی ہوگی۔ اس حدث کو اسی طرح حافظ ابوالمؤید موفق بن احمد بن مکی خوارزمی نے مناقب علی میں نقل کیا ہے"(۱)

نیز گنجی اپنے اسناد سے حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: "خدا نے میرے بھائی علی کو اتنے فضائل سے نوازا ہے جنہیں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ پس جس نے ان میں سے کسی فضیلت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کو نقل کیا تو خدا اس کے پہلے اور بعد کے سارے گناہ معاف کردے گا۔ جس نے ان میں سے کوئی ایک فضیلت لکھی تو جب تک وہ تحریر باقی رہے گی فرشتے اس کے لئے طلب مغفرت کرتے رہیں گے۔ جس نے ایک فضیلت سنی تو جو گناہ کانوں کے ذریعے انجام پائے ہوں گے خدا انہیں معاف کردے، جس نے کسی ایک فضیلت دیکھی تو اس کے آنکھوں کے ذریعے کئے گناہوں کو خدا معاف کردے گا۔ پھر فرمایا: چہرۂ علی کو دیکھنا عبادت ہے، اس کا ذکر عبادت ہے اور خدا کسی بندے کا ایمان قبول نہیں کرے گا مگر اس کی ولایت ومحبت اور اس کے دشمنوں سے اظہار بیزاری کے ساتھ۔ میں (گنجی) کہتا ہوں کہ میں نے اس کو ابن شاذان ہی کے طریق سے لکھا ہے اور اس کی حافظ ہمدانی نے روایت کی ہے اور ان کی خوارزمی نے پیروی کی ہے"(۲)

۱۔ کفایۃ الطالب، باب ۶۲، ص ۲۴۶۔
۲۔ کفایۃ الطالب، باب ۶۲، ص ۲۵۲۔

ب: زرندی لکھتے ہیں: خطیب ضیاء الدین اخطب خوارزم (خطیب خوارزمی) کہتے ہیں:

"اسد الاله و سیفه و قناته، کا الظفر یوم صیاله و الناب. جاء النداء من السماء و سیفه. بدم الکماة یلحّ فی التسکاب. لا سیف الا ذوالفقار و لا فتی. الا علی هازم الاحزاب "(۱)

شیر خدا اور ان کی تلوار اور نیزہ حملہ کے وقت اس پنجے اور دانت کے مانند تھے جنہیں شیر حملہ کے وقت دکھاتا ہے۔ جس وقت تلوار زرہ پوشوں کا خون بہا رہی تھی تو آسمان سے آواز آئی تلوار تو بس ذوالفقار اور جوان صرف علی ہیں جو احزاب وگروہ کو شکست دینے والے ہیں۔

ج: محمد بن ابراہیم بن علی یمانی صنعانی معروف بہ ابن وزیر جن کا سخاوی (۲) نے شرح حال لکھا ہے "روض الباسم" میں لکھتے ہیں:

"بشر بن مالک کندی سر حسین لئے دربار ابن زیاد میں یہ کہتے ہوئے پہنچا املاء رکابی فضة و ذهبا. انا قتلت الملک المحجبا. قتلت خیر الناس امّا و ابآ (میرے رکاب کو سونے اور چاندی سے بھردو کیونکہ میں نے اس بادشاہ کو قتل کیا ہے جس کی قدرومنزلت لوگوں سے پوشیدہ تھی۔ میں نے اس کو قتل کیا جو باپ کی طرف سے بھی سب سے بہتر اور ماں کی طرف سے بھی سب سے افضل ہے) حقیقت یہ ہے کہ اس گلوئے بریدہ کے بارے میں اس فاسق کی بات بالکل صحیح تھی اور اسی گھناؤنے عمل کو انجام دینے کے بعد واصل جہنم ہوا تھا۔ پورے واقعہ کو حاکم، بیہقی اور بہت سارے محدثین ومورخین نے صحیح وضعیف طرق واسناد سے نقل کیا ہے، اخطب الخطباء ضیاء الدین ابوالمؤید موفق الدین بن احمد خوارزمی نے بھی دو جلدوں پر مشتمل اپنی "مقتل الحسین" میں اس کو بیان کیا ہے"۔

د: ابن صباغ مالکی لکھتے ہیں: "خوارزمی نے "المناقب" میں کتاب "آل" تالیف ابن خالویہ سے بلال بن حمامہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسولؐ خدا ہنستے ہوئے اس حال میں آئے

۱۔ نظم درر السمطین، ص ۱۳۱۔
۲۔ الضوء اللامع لاهل القرن التاسع مجلد ۳، ج ۶، ص ۲۷۲۔

کہ آپ کا رخسار چاند کے مانند چمک رہا تھا۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے بڑھ کر پوچھا: اے رسولؐ خدا یہ نور کیسا ہے جواب دیا ابھی میرے پروردگار نے مجھے خوش خبری دی ہے کہ اس نے میرے بھائی اور ابن عم کا عقد میری بیٹی فاطمہ سے کر دیا ہے اور خازن جنت رضوان کو حکم دیا ہے کہ درخت طوبیٰ کو ہلائے تاکہ اس میں اتنے ہی پتے اُگیں جتنے محبان اہلبیتؑ ہیں اور اس درخت کے نیچے نور سے فرشتوں کو خلق کیا اور ہر ایک کو ایک ایک پتہ دیا اور جب قیامت کے دن سب کو پکارا جائے گا تو ہر محبّ اہلبیت کو ایک ایک پتہ دے دیا جائے گا جو ان کے لئے پروانہ نجات بن جائے گا۔ اس طرح میرے بھائی اور ابن عم اور میری بیٹی کی محبت جہنم سے نجات کا باعث بنے گی"(۱)

نیز وہ لکھتے ہیں: "ضیاء الدین خوارزمی نے مناقب میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ جب رسولؐ خدا نے انصار و مہاجرین کے درمیان صیغۂ اخوت جاری کرنا چاہا تو ابوبکر و عمر کے درمیان، عثمان و عبدالرحمٰن بن عوف کے درمیان، طلحہ و زبیر کے درمیان اور ابوذر و مقداد کے درمیان صیغۂ اخوت جاری کیا مگر علی کے لئے کسی کا انتخاب نہیں کیا۔ علیؑ ملول ہو کر وہاں سے چلے اور ایک جگہ زمین پر سر کو ہاتھ پر رکھ کر سو گئے اور خاک تھی جو اڑ کر آپ پر پڑ رہی تھی، جب نبی کی آپ پر نظر پڑی تو فرمایا: اٹھو تم ہی ابوتراب کہلانے کے مستحق ہو، جب میں نے مہاجرین و انصار کے درمیان صیغۂ اخوت جاری کیا اور تمہارے لئے کسی کا انتخاب نہ کیا تو تم روٹھ گئے مگر کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا؟ آگاہ ہو جاؤ! جس نے تم سے محبت کیا اس کو امن و ایمان اپنے حالے میں لے لے گا اور جو تم سے بغض رکھے گا اس کو خدا جاہلیت کی موت سے مارے گا"(۲)

۱۔ الفصول المھمہ، ص۲۸۔
۲۔ الفصول المھمہ، ص۳۸۔

ابن صباغ ہی لکھتے ہیں: "ابوالمؤید کی "المناقب" میں ابوبرزہ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: قیامت کے دن چار چیزوں کے بارے میں خدا سوال کرے گا، ۱۔ عمر کے بارے میں کہ کہاں گزاری، ۲۔ بدن کے بارے میں کہ اسے کہاں گھلایا، ۳۔ مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا، ۴۔ ہم اہلبیت کی محبت کے بارے میں سوال کرے گا۔ عمر نے پوچھا آپ سے محبت کی علامت کیا ہے؟ آپ نے علی کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: میرے بعد اس سے محبت میری محبت کی نشانی ہے"(۱)

ھ: سمہودی، حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "امام اوحدی کا کہنا ہے کہ یہی وہ ولایت ہے جس کا نبی نے اعلان کیا تھا اور قیامت کے دن اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اس لئے کہ **وقفوھم انھم مسؤلون** کی تفسیر میں مروی ہے کہ لوگوں سے علی اور اہلبیتؑ کی ولایت کے بارے میں سوال کیا جائے گا کیونکہ خدا ہی نے اپنے نبی کو حکم دیا تھا کہ اجرِ رسالت سوائے اقرباء کی محبت کے کسی اور کو قرار نہ دیں۔ اس پر گواہ وہ حدیث ہے جس کی ابوالمؤید نے کتاب المناقب میں ابوبرزہ سے روایت کی ہے اور ان ہی سے سفاقسی اور ابن صباغ مکی نے کہ چار چیزوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا....."(۲) مثل روایت بالا نیز وہ لکھتے ہیں: خوارزمی نے کتاب "المناقب" میں ابن خالویہ کی کتاب "الآل" سے بلال بن حمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسولؐ خدا مسکراتے ہوئے نکلے جب کہ آپ کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا عبدالرحمٰن نے جب پوچھا....."(۳) پوری روایت ابن صباغ کی مذکورہ روایت کی طرح ہے۔

و: ابن حجر لکھتے ہیں: خوارزمی نے روایت کی ہے کہ نبیؐ اس حال میں ظاہر ہوئے کہ آپ کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا....."(۴) پوری روایت مذکورہ بالا روایت کی طرح ہے اور اسی کا جہرمی نے براہین قاطعہ ترجمہ صواعق محرقہ میں ترجمہ کیا ہے۔

۱۔ الفصول المھمہ، ص۱۲۵۔
۲۔ جواہر العقدین، ج۲، قسم ثانی، ص۲۲۵۔
۳۔ جواہر العقدین، ج۲، قسم ثانی، ص۲۴۱۔
۴۔ الصواعق المحرقہ، ص۱۷۳، مقصد ثانی۔

اسی طرح ابن باکثیر نے "وسیلۃ المآل فی مناقب الآل" میں، مطیری نے "الریاض الزاھرہ فی مناقب آل بیت النبی وعترتہ الطاھرۃ" میں، ولی اللہ لکھنوی نے "مرآۃ المومنین میں اور خود شاہ صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں خوارزمی سے روایت نقل کی ہیں بلکہ شاہ صاحب نے انھیں ابن ابی شیبہ، احمد بن حنبل، نسائی اور ابونعیم اصفہانی کے ہم پلہ قرار دیا ہے۔

(۱۷)

روایت ابوالخیر طالقانی

ابوالخیر رضی الدین احمد بن اسماعیل بن یوسف طالقانی قزوینی حاکمی نے حدیث تشبیہ کی روایت کی ہے۔

چنانچہ محب الدین طبری لکھتے ہیں:

"عن ابی الحمراء قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم : من اراد ان ینظر الی آدم فی علمه ، و الی نوح فی فهمه ،والی ابراهیم فی حلمه ،والی یحییٰ ابن زکریا فی زهده ، والی موسیٰ بن عمران فی بطشه ،فلینظر الی علی بن ابی .اخرجه القزوینی الحاکمی "(۱)

ابوحمراء کا بیان ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو آدم کو ان کے علم میں، نوح کو ان کے فہم میں، ابراہیم کو ان کے حلم میں، یحییٰ بن زکریا کو ان کے زہد میں اور موسیٰ بن عمران کو ان کی ہیبت وصولت میں دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن ابی طالب کو دیکھے۔ اس کی قزوینی حاکمی نے روایت کی ہے۔

نیز محب الدین طبری لکھتے ہیں:

"عن ابی الحمراء قال، قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من اراد ان ینظر الی آدم فی علمه و الی نوح فی فهمه ،و الی ابراهیم فی حلمه ، والی یحییٰ بن زکریا فی زهده ،والی موسیٰ فی بطشه ،فلینظر الی علی بن ابی طالب .اخرجه ابو الخیر الحاکمی "(۲)

۱۔ الریاض النضرۃ، ج۳، ص۱۹۶، ذکر شبھہ بخمسۃ من الانبیاء فی مناقب لھم، ذخائر العقبیٰ، ص۹۳، ذکر تشبیہ علی بخمسۃ من الانبیاء۔
۲۔ ذخائر العقبیٰ، ص۹۳، ذکر تشبیہ علی بخمسۃ من الانبیاء۔

ابوحمراء سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو علمِ آدم، فہمِ نوح، حلمِ ابراہیم، زہدِ یحییٰ بن زکریا اور ہیبتِ موسیٰ کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن ابی طالب کو دیکھے۔ اس حدیث کی ابوالخیر حاکمی نے روایت کی ہے۔

احوال وآثار

الف: عبدالکریم رافعی لکھتے ہیں: "ابوالخیر احمد بن اسماعیل بن یوسف بن محمد بن عباس طالقانی قزوینی امام اور بہت زیادہ خیر وبرکت کا باعث تھے۔ اطاعت الٰہی کے سائے میں ان کی نشو نما ہوئی۔ سات سال کی عمر میں پورا قرآن حفظ کرنے کے بعد تحصیل علوم دینی میں مشغول ہوگئے یہاں تک کہ روایت ودرایت اور تدریس وتصنیف میں سب پر غالب آگئے۔ وہ ہر وقت ذکر خدا اور قرائت قرآن میں مشغول رہتے تھے۔ میں نے کئی ایک سے سنا ہے کہ جب ان کا انتقال ہوا تو غسل دینے سے پہلے تک ذکر خدا میں ان کے لبوں میں جنبش تھی۔ انھوں نے تفسیر وحدیث اور فقہ وغیرہ میں بہت ساری بڑی چھوٹی کتابیں لکھیں۔ ان کے علم سے بہت سارے اہل علم اور عوام الناس نے فائدے اٹھائے۔ انھوں نے قزوین ونیشاپور وبغداد میں بہت سارے محدثین سے حدیثیں سنیں جن سے بھی واقف ہیں، اسی طرح واحدی کی ابوجیز ،حمید بن زنجویہ کی الترغیب اور بیہقی کی دلائل النبوۃ، کتاب البعث والنشور، کتاب الاسماء والصفات اور کتاب الاعتقاد کی سماعتیں کیں۔ وہ تفسیر میں ماہر، اسباب نزول واقوال مفسرین کے حافظ اور معانی قرآن اور معانی حدیث پر پوری نظر رکھتے تھے" (۱)

ب: ذہبی ۵۹۰ھ کے وقائع میں لکھتے ہیں: "اس سال علامہ ابوالخیر احمد بن اسماعیل بن یوسف طالقانی قزوینی کا انتقال ہوا جو واعظ اور شافعی فقیہ تھے۔ وہ ۵۱۲ھ میں پیدا ہوئے اور فقیہ ملکد ادعمر کی اور نیشاپور میں محمد بن یحییٰ سے فقہ کی تعلیم لی اور اس میں سب پر سبقت لے گئے۔ فراوی زاہر اور بہت ساروں سے سمع حدیث کیا پھر ۵۶۰ھ سے پہلے بغداد گئے اور وہاں درس و تدریس میں مشغول ہوگئے دوسری مرتبہ ۵۷۰ھ میں وہاں گئے اور اس مرتبہ بھی انھیں امور میں مشغول رہے۔ وہ مذاہب اور ان میں اختلاف کی معلومات میں نیز اصول وتفسیر ووعظ میں

۱۔ التدوین فی ذکر اھل العلم بقزوین، ج۲، ص۱۴۴۔

امام وپیشوا تھے۔ان کے حسن بیان کی وجہ سے لوگ ان کے بیان کے شیفتہ تھے۔وہ عبادت گزار، بے نظیر شخصیت اور بلند مرتبہ والے تھے۔۵۸۰ھ میں قزوین میں آکر مرتے دم تک عبادت میں مشغول رہے"(۱)

ج: یافعی وقائع ۵۹۰ھ میں لکھتے ہیں:"اس سال علامہ ابوالخیر احمد بن اسماعیل طالقانی قزوینی کا انتقال ہوا جو شافعی فقیہ اور وعظ ونصیحت کرنے والے تھے۔وہ بغداد میں تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے اور مذاہب واختلاف مذاہب اور اصول ووعظ میں دوسروں کے لئے امام تھے ۔ انھوں نے بڑی بڑی کتابوں کی روایت کی اور ان کی شیریں بیانی، لوگوں کو اپنی طرف جذب کرلیتی تھی"(۲)

د: ابن جزری لکھتے ہیں:"ابوالخیر احمد بن اسماعیل بن یوسف بن محمد بن عباس حاکمی طالقانی قزوینی معلم قرآن، اہل خیر اور بہت سارے علوم سے آشنا تھے۔انھوں نے حلولیہ اور جہمیہ کی رد میں "التبیان فی مسائل القرآن" لکھی تھی۔ابومہران کی "الغایۃ" زاہر بن طاہر شحامی سے پڑھی تھی اور حدیثوں کے لئے ابراہیم بن عبدالملک قزوینی کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا تھا۔ان سے ان کے بیٹے محمد، محمد بن مسعود ابن ابی الفوارس قزوینی، الیاس بن جامع اور عبدان بن سعید قصری نے کسب علم کیا تھا۔محرم ۵۹۰ھ میں نوے سال میں انتقال کیا تھا"(۳)

ان کے علاوہ اسنوی (۴)، تقی الدین ابن قاضی شہبہ سبکی (۵) اور داؤدی (۶) نے ان کا شرح حال بھی لکھا ہے اور ان کے علم وعبادت کی توصیفی الفاظ سے ستائش بھی کی ہے۔

۱۔العبر فی خبر من غبر، ج۲،ص۱۵۵۔
۲۔مرآۃ الجنان وقائع ۵۹۰ھ، ج۳، ص۳۵۳۔
۳۔طبقات القراء، ج۱،ص۳۹،نمبر۱۶۲۔
۴۔طبقات الشافعیۃ، ص۳۴۰،نمبر۳۵۹۔
۵۔طبقات الشافعیۃ، ج۲،ص۲۴،نمبر۳۲۳۔
۶۔طبقات الشافعیۃ، ج۶،ص۷،نمبر۵۶۵۔

(۱۸)

روایت ملااردبیلی

شیخ عمر بن محمد بن خضر معروف بہ ملااردبیلی (اربلی) نے حدیث تشبیہ کی روایت کی ہے۔چنانچہ انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

"من اراد ان ینظر الی ابراهیم فی حلمه، والی نوح فی فهمه، والی یوسف فی جماله، فلینظر الی علی بن ابی طالب" (۱) جو چاہتا ہے کہ حلم ابراہیم کو، فہم نوح کو اور جمال یوسف کو دیکھے وہ علی بن ابی طالب کو دیکھے۔ملا ہی سے اس کی محب طبری نے روایت کی ہے۔(۲)

احوال وآثار

ملا عمر بن محمد مشہور اجلۂ صالحین اور معروف اکابر مشائخین میں سے ہیں، ان کی سلاطین اور بزرگ علماء اہلسنت پیروی کرتے تھے۔چنانچہ محمد بن یوسف اپنی سیرت میں مولد نبیؐ کے دن مخصوص اعمال انجام دینے اور اس دن خوشی منانے سے متعلق لکھتے ہیں:

"شہر موصل میں سب سے پہلے جس نے اس عمل کو انجام دیا وہ ملا عمر بن محمد ہیں جو مشہور صلحاء میں سے ہیں۔انھیں کی حاکم اربل نے پیروی کی تھی"(۳)

سیرت سے متعلق ملا کی کتاب "وسیلۃ المتعبدین" کو اہلسنت بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔خود شاہ صاحب (مولف تحفہ) نے اپنے رسالہ "اصول حدیث" میں اس کو کتب سیرہ میں شمار کیا ہے اور اس کو سیرۂ ابن اسحاق اور سیرۂ ابن ہشام کے ہم پلہ قرار دیا ہے۔صدیق حسن خان "الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ" میں شاہ صاحب ہی کے ہم خیال ہیں۔چلپی (۴) نے بھی اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔

۱۔وسیلۃ المتعبدین فی سیرۃ سید المرسلین، ج۵،ص۱۶۸۔
۲۔الریاض النضرۃ، ج۳،ص۱۹۶،ذکر شبہ خمسۃ من الانبیاء فی مناقب لھم۔
۳۔سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ج۱، ص۴۴۳۔
۴۔کشف الظنون، ج۲،ص۲۰۱۰۔

ملا کی ''وسیلۃ المتعبدین'' سے کابلی (نے صواقع میں)، شاہ صاحب محدث دہلوی (۱)، محب الدین طبری (۲) اور سمہودی (۳) وغیرہ نے مطالب نقل کیے ہیں جو اس کے اعتبار پر ایک دلیل اور اس کے معتبر ہونے پر بیّن ثبوت ہے۔

(۱۹)

روایت صالحانی

نورالدین ابو حامد محمود بن محمد صالحانی نے حدیث تشبیہ کی روایت کی ہے۔ چنانچہ سید شہاب الدین احمد نے ''توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل'' میں لکھا ہے:

''صاحب پرچم امیر المومنین کرم اللہ وجھہ حارث اعور کا بیان ہے کہ نبیؐ نے صحابہ کی ایک جماعت سے مخاطب ہو کر فرمایا: میں تمھیں علم آدم، فہم نوح اور حلم ابراہیم دکھاؤں گا۔ تھوڑی دیر نہ ہوئی تھی کہ علی کرم اللہ وجھہ پہنچ گئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے رسولؐ خدا آپ نے اس شخص کو تین رسولوں سے ملایا ہے اس کے لئے وہ مبارکباد کا مستحق ہے مگر وہ کون ہے اے رسول خدا؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر تم اس کو نہیں جانتے؟ انھوں نے کہا خدا اور اس کا رسولؐ اس کو سب سے اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ ابوالحسن علی بن ابی طالب ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: مبارک ہو آپ کو اے ابوالحسن، اس کی صالحانی نے روایت کی ہے اور اس کے اسناد میں حافظ ابو سلیمان ہیں''۔

احوال و آثار

سید شہاب الدین احمد ''توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل'' میں ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

''الامام العالم الادیب الاریب المحلی بسجایا المکارم الملقب بین الاجلۃ الائمۃ الاعلام بمحییٰ السنہ و ناصر الحدیث و مجدد الاسلام العالم

۱۔ تحفۂ اثنا عشریہ، ص ۲۰۵۔
۲۔ الریاض النضرۃ، ج ۳، ص ۱۹۶، ذکر شبہ بخمسۃ من الانبیاء فی مناقبھم۔
۳۔ جواہر العقدین، ج ۲، ص ۹۱۔

الربانی والمعارف السبحانی سعد الدین ابو حامد محمود بن محمد بن حسین بن یحییٰ الصالحانی نے کہا ہے....''

شہاب الدین اسی ''توضیح الدلائل'' میں حدیث نور اور حدیث شجرہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''ان میں پہلی حدیث (نور) کو سعد الدین ابو حامد محمود بن محمد نے نقل کیا ہے جنھوں نے اخذ حدیث کی خاطر مختلف شہروں کا سفر کیا اور وہاں کے مشائخ حدیث سے حدیثیں سنیں اور ہر فن میں کتاب لکھی ان سے بہت ساروں نے روایت کی ہے۔ عراق میں امام ابو موسیٰ مدینی اور ان کے ہم طبقہ کی ہم نشینی اختیار کی تھی، اور دوسری حدیث (شجرہ) کی امام حافظ ابو نعیم نے روایت کی ہے''۔

خلقت آدم اور نفخ روح والی حدیث کو نقل کرنے کے بعد شہاب الدین لکھتے ہیں:

''اس حدیث کی محیی السنہ صالحانی نے خطیب خوارزمی کی کتاب الاربعین فی مناقب امیر المومنین سے روایت کی ہے''۔

شاہ سلامۃ اللہ نے ''معرکۃ الآراء'' میں ابو حامد صالحانی کو سنی محدث کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔

(۲۰)

روایت عطار نیشاپوری

شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری نے ''مصیبت نامہ'' میں بڑی تفصیل سے حدیث تشبیہ کو نظم کیا ہے آدم و نوح و ابراہیم و یحییٰ سے تشبیہ کو نظم کرنے کے بعد آنحضرتؐ سے حضرت علیؑ کے مشابہ ہونے کو اس طرح نظم کیا: پس محمد چون جمال دوست دید۔ ہر کمالی را کہ آن اوست دید۔ جب محمدؐ نے جمال دوست (علیؑ) کو دیکھا تو جو کمال خود میں تھے وہ سب کے سب اس (علیؑ) میں نظر آگئے۔ نیز عطار نے ''اسرار نامہ'' میں بھی منظوم حدیث تشبیہ پیش کی ہے۔

احوال و آثار

عطار نیشاپوری صوفی مگر سنی شاعر تھے۔ شعبان ۵۱۳ھ میں پیدا ہوئے اور ایک سو چودہ سال کی عمر گزار کر

۶۲۷ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ انھوں نے بہت سارے اکابر ومشائخ سے ملاقات اور عرفاء کی صحبت اختیار کی تھی۔ اہل طریقت کی چار سو کتابوں کا مطالعہ کیا تھا۔ جامی نے ''نفحات الانس'' میں اور دولت شاہ نے ''تذکرۃ الشعراء'' میں بڑی تفصیل سے ان کے اوصاف حمیدہ بیان کئے ہیں۔

(۲۱)

روایت ابن طلحہ شافعی

ابوسالم محمد بن طلحہ بن محمد قرشی نصیبی ملقب بہ کمال الدین نے حدیث تشبیہ کو بیہقی سے نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"من ذالک: ماوراه الامام البیهقی فی کتابه المصنف فی فضائل الصحابة، یرفعه بسنده الی رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال: من اراد ان ینظر الی آدم فی علمه و الی نوح فی تقواه و الی ابراهیم فی حلمه، والی موسیٰ فی هیبته، والی عیسیٰ فی عبادته، فلینظر الی علی بن ابی طالب. فقد اثبت النبی صلی الله علیه وسلم لعلی رضی الله عنه بهذا الحدیث علماً یشبه علم آدم، و تقویً تشبه تقوی نوح، و حلماً یشبه حلم ابراهیم، وهیبةً تشبه هیبة موسیٰ، وعبادةً تشبه عبادة عیسیٰ، وفی هذا تصریح لعلی رضی الله عنه بعلمه و تقواه و حلمه و هیبته و عبادته، و بعلو هذه الصفات الی اوج العلی حیث شبهها بهؤلاء الانبیاء المرسلین صلواة الله علیهم اجمعین، من له الصفات المذکوره و المناقب المعدوده" (۱)

مناقب علی میں ایک حدیث وہ ہے جس کو بیہقی نے فضائل صحابہ سے متعلق اپنی کتاب میں اس سند سے نقل کیا ہے جس کا سلسلہ رسولؐ خدا پر ختم ہوتا ہے جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا: جو شخص چاہتا ہے کہ آدم کو ان کے علم کے ساتھ، نوح کو ان کے تقویٰ کے ساتھ، ابراہیم کو ان کے حلم کے ساتھ، موسیٰ کو ان کے حلم کے ساتھ اور عیسیٰ کو ان کی عبادت کے ساتھ دیکھے وہ علی بن ابی طالب کو دیکھے۔ آنحضرتؐ نے اس حدیث میں

۱۔ مطالب السؤل، ص۹۷۔

علم علی کو علم آدم سے، تقوائے علی کو تقوائے نوح سے، حلم علی کو حلم ابراہیم سے، ہیبتِ علی کو ہیبت موسیٰ سے، عبادت علی کو عبادت عیسیٰ سے تشبیہ دے کر ان صفات کو علی کے لئے ثابت کیا ہے۔

احوال وآثار

الف: یافعی لکھتے ہیں: ''شافعی مفتی، کمال محمد بن طلحہ نصیبی جاہ وحشم والے اور فقہ اور اختلافی مسائل کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔ ایک بار وزارت سنبھالی مگر کچھ ہی دنوں میں اسے چھوڑ دی اور تزکیہ نفس میں مشغول ہوگئے۔ ستر سال کی عمر میں ماہ رجب میں حلب میں وفات پائی۔

ان سے جب ایک خواب بیان کیا گیا تو سن کر بولے اگر یہ خواب سچ ہے تو میں گیارہویں دن مرجاؤں گا اور ایسا ہی ہوا دائرۃ الحروف ان کی تالیف ہے'' (۱)

یافعی جنہوں نے ابن طلحہ کی تعریف کی ہے ان کی اسنوی (۲)، ابن حجر عسقلانی (۳)، اسدی (۴)، عبد الرحمٰن جامی (۵) اور صدیق حسن خان (۶) نے مدح وثنا کی ہے۔

ب: اسنوی لکھتے ہیں: ''ابوسالم، محمد بن طلحہ بن محمد قرشی نصیبی ملقب بہ کمال الدین فقہ اور مسائل اختلافی کی شناخت میں امام اور سب پر فوقیت رکھتے تھے۔ اصول دین اور اصول فقہ کے مسائل کو اچھی طرح جانتے تھے۔ وہ بادشاہ کی طرف سے خط لکھتے تھے۔ ملک ناصر حاکم دمشق نے وزارت کے لئے انتخاب کیا مگر ابن طلحہ نے عذرخواہی کی صرف دو دن وزیر رہے پھر سب کچھ چھوڑ کے نامعلوم جگہ چلے گئے۔ ابن طلحہ نے اپنی پوری عمر سمع ونقل حدیث میں گزاری تھی۔ ۲۷ رجب ۶۵۲ھ کو ستر سال کی عمر میں حلب میں دارفانی کو وداع کہا تھا'' (۷)

۱۔ مرآۃ الجنان، وقائع ۶۵۲ھ، ج۴، ص۹۹۔
۲۔ طبقات الشافعیہ، ص۳۱۸، نمبر ۱۲۰۰۔
۳۔ الدرر الکامنۃ، ج۲، ص۲۴۷، نمبر ۲۱۲۰۔
۴۔ طبقات الشافعیہ، ج۳، ص۹۵، نمبر ۶۴۴۔
۵۔ نفحات الانس، ص۵۸۵، ط انتشارات کتابفروشی محمودی۔
۶۔ ابجد العلوم، ص۶۳۶۔
۷۔ طبقات الشافعیہ، ص۳۱۸، نمبر ۱۲۰۰۔

اسنوی جنھوں نے ابن طلحہ کے علم وزہد کی تعریف کی ہے ان کی ابن قاضی شہبہ (۱)، ابن حجر عسقلانی (۲) اور سیوطی (۳) نے تحسین کی ہے۔

ج: ابوبکر ابن قاضی شہبہ لکھتے ہیں: ''شیخ کمال الدین ابوسالم محمد بن طلحہ بن محمد بن حسن طوسی قرشی عدوی نصیبی ''العقد الفرید'' کے مصنف اور معزز رؤسا میں تھے۔ ۵۸۲ھ میں پیدا ہوئے، بعد میں فقہ کی تعلیم حاصل کی پھر سارے علوم کو حاصل کرنے لگے۔ وہ بہت بڑے فقیہ اور مذہب واصول اور اختلافی مسائل سے پوری طرح سے واقف تھے۔ وہ بادشاہ کے حکم سے خط لکھتے تھے یہی ان کی ترقی کا باعث بنا تھا۔ ابن طلحہ نے حدیثیں سنیں اور انھیں بہت سارے شہروں میں نقل کیں۔ ان کو وزارت کی تجویز دی گئی مگر انھوں نے وزارت پر زہد کو ترجیح دیا۔ علم حروف کی وجہ سے مستقبل کی باتیں جان جاتے تھے۔ رجب ۶۵۲ھ میں شہر حلب میں انتقال ہوا''۔ (۴)

د: حافظ گنجی نے ایک حدیث کے بارے میں لکھا ہے: ''اس سے ہمیں ہمارے شیخ، حجۃ الاسلام، شافعی زماں، ابوسالم محمد بن طلحہ نصیبی نے باخبر کیا ہے''۔ (۵)

ھ: میرزا محمد بدخشانی ''مفتاح النجا'' میں اولاد امام حسنؑ کے بارے میں لکھتے ہیں: ''الشیخ، العالم محمد بن طلحہ شافعی نے پندرہ اولادیں بیان کی ہیں''۔

و: محمد محبوب عالم نے اپنی تفسیر شاہی میں جس کا شاہ صاحب نے تحفہ کے تیسرے باب میں ذکر کیا ہے، ابن طلحہ کی ''مطالب السؤل'' سے بہت زیادہ مطالب نقل کئے ہیں۔

ز: چلپی نے ابن طلحہ اور ان کی کتابوں کا ''کشف الظنون'' میں تذکرہ کیا ہے۔

۱۔ طبقات الشافعیہ، ج ۳، ص ۹۸، نمبر ۶۳۶۔

۲۔ الدرر الکامنہ، ج ۲، ص ۳۵۴، نمبر ۲۳۸۶۔

۳۔ حسن المحاضرۃ، ج ۱، ص ۳۴۲۔

۴۔ طبقات الشافعیہ، ج ۲، ص ۱۴۱، نمبر ۴۲۱۔

۵۔ کفایۃ الطالب، ص ۲۳۱، باب ۶۲۔

(۲۲)

روایت گنجی

محمد بن یوسف گنجی شافعی نے ''کفایۃ الطالب'' میں حدیث تشبیہ سے متعلق ایک باب قائم کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''تیئیسواں باب اس بارے میں ہے کہ نبیؐ نے علی بن ابی طالب کو علم آدم، حکمت نوح اور حلم ابراہیم خلیل سے تشبیہ دی ہے۔ چنانچہ ہم سے ابوالحسن بن مقبر بغدادی نے ۶۳۴ھ میں دمشق میں بیان کیا، انھوں نے مبارک بن حسن شہرزوری سے انھوں نے ابوالقاسم بن بسریٰ سے انھوں نے ابوعبداللہ عکبری سے انھوں نے ابوذر احمد بن محمد باغندی سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے مسعر بن یحییٰ نہدی سے انھوں نے شریک سے انھوں نے ابواسحاق سے انھوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسولؐ خدا اصحاب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں علی آگئے۔ جیسے ہی رسولؐ خدا کی ان پر نظر پڑی فرمایا: جو آدم کو ان کے علم میں، نوح کو ان کی حکمت میں اور ابراہیم کو ان کے حلم میں دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن ابی طالب کو دیکھے۔ میں (گنجی) کہتا ہوں کہ علی کو علم آدم سے اس لئے تشبیہ دی کہ خدا نے آدم کو ساری چیزوں کی صفات کا علم دیا تھا اور کوئی ایسے حوادث وواقعات نہیں تھے جن کا علی کو علم نہ ہو اور جن کی حقیقت سے انھیں واقفیت نہ ہو۔ علی کو حکمت نوح (حکم نوح) سے اس لئے تشبیہ دی کہ جس طرح علی کی خدا نے اس طرح توصیف کی کہ کافروں کے لئے سخت اور مومنوں کے لئے مہربان ہیں (فتح ر۲۹) اسی طرح نوح کی جرائت کی اس طرح توصیف کی کہ نوح نے کہا کہ ایک بھی کافر کو زمین پر نہ چھوڑ (نوح ر۲۶) علی کو حلم ابراہیم سے اس لئے تشبیہ دی کہ ابراہیم کے لئے خدا نے کہا: ابراہیم بڑے نرم دل تھے (توبہ ر۱۱۴) اسی طرح علی بھی خلق وخوئے انبیاء رکھتے تھے''(۱)

۱۔ کفایۃ الطالب، ص ۱۳۱۔

احوال و آثار

محمد بن یوسف گنجی شافعی مشہور حفاظ میں ہیں۔ان کی حافظ اور شیخ سے توصیف کی گئی ہے اور جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بیان کیا ہے کہ محدثین کی زبان میں ایک لاکھ حدیثوں کو سند و متن کے ساتھ حفظ کرنے والے کو حافظ اور استاد کامل کو شیخ کہا جاتا ہے اور یہ دونوں ہی اصطلاحیں گنجی کے لئے استعمال ہوئی ہیں۔ملاحظہ ہو:

الف: ابن صباغ مالکی لکھتے ہیں:''کتاب کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب، شیخ، امام، حافظ، ابی عبداللہ محمد بن یوسف گنجی شافعی کی تالیف ہے''(۱)

ب چلپی لکھتے ہیں:''کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب، شیخ، حافظ ابی عبداللہ محمد بن یوسف بن محمد گنجی شافعی متوفی ۶۵۸ھ کی تالیف ہے''(۲)

نیز وہ لکھتے ہیں:''البیان فی اخبار صاحب الزمان، شیخ ابی عبداللہ محمد بن یوسف گنجی متوفی ۶۵۸ھ کی تالیف ہے''۔(۳)

ج: عبداللہ بن محمد مطیری نے''ریاض زاہرہ فی فضل آل بیت النبی وعترتہ الطاھرۃ'' میں لکھا ہے:''شیخ، ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن محمد گنجی شافعی نے اپنی کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان میں (امام) مہدی کے پردۂ غیب میں زندہ رہنے پر عیسیٰ بن مریم، خضر اور الیاس جیسے انبیاء کے زندہ رہنے سے استدلال کیا ہے''۔

نیز وہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں:''(امام) مہدی کے متعلق حافظ ابونعیم نے چالیس حدیثیں جمع کی ہیں اور اس موضوع پر شیخ ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن محمد گنجی شافعی نے البیان فی اخبار صاحب الزمان نامی مستقل کتاب لکھی ہے''۔

۱۔الفصول المھمۃ، ص۱۲۷۔

۲۔کشف الظنون، ج۲، ص۱۴۹۷۔

۳۔کشف الظنون، ج۱، ص۲۶۳۔

(۲۳)

روایت محبّ الدین طبری

محب الدین طبری لکھتے ہیں:''نبیؐ نے علی کو پانچ انبیاء کے فضائل ومناقب سے تشبیہ دی ہے۔

چنانچہ ابوحمراء سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: من اراد ان ینظر الی آدم فی علمه ، والی نوح فی فهمه ، والی ابراهیم فی حلمه ، و الی یحییٰ بن زکریا فی زهده ، والی موسیٰ بن عمران فی بطشه فلینظر الی علی بن ابی طالب ، اخرجه القزوینی الحاکمی '' (۱)

جوشخص آدم کو ان کے علم میں، نوح کو ان کے فہم میں، ابراہیم کو ان کے حلم میں، یحییٰ بن زکریا کو ان کے زہد میں اور موسیٰ بن عمران کو ان کی ہیبت وصولت میں دیکھنا چاہے وہ علی بن ابی طالب کو دیکھے۔اس کی حاکمی قزوینی نے روایت کی ہے۔

نیز وہ لکھتے ہیں:

''ابن عباس سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: من اراد ان ینظر الی ابراهیم فی حلمه ، والی نوح فی حکمه ، والی یوسف فی جماله فلینظر الی علی بن ابی طالب .اخرجه الملافی سیرته''(۲)

جو چاہتا ہے کہ ابراہیم کو ان کے حلم میں، نوح کو ان کی حکمت میں اور یوسف کو ان کے جمال میں دیکھے وہ علی بن ابی طالب کی طرف نگاہ کرے۔اس کی ملاّ نے اپنی سیرت (وسیلۃ المتعبدین) میں روایت کی ہے۔

محب الدین طبری کی دو کتابیں بڑی مشہور ہیں، ا۔الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ ہے، جس کا چلپی نے بڑی تفصیل سے تعارف کرایا ہے۔(۳) دیار بکر نے''تاریخ الخمیس فی احوال النفس والنفیس'' میں،

۱۔الریاض النضرۃ، ج۳، ص۱۹۶، ذکر شبھہ من الانبیاء فی مناقبھم؛ ذخائر العقبیٰ، ص۹۳، ذکر تشبیہ علی بخمسۃ من الانبیاء۔

۲۔الریاض النضرۃ، ج۳، ص۱۹۶؛ ذخائر العقبیٰ، ص۹۳، ذکر تشبیہ علی بخمسۃ من الانبیاء۔

۳۔کشف الظنون، ج۱، ص۹۳۷۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی نے "تحفہ اثنا عشریہ" میں اور ان کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی نے "ازالۃ الخفا فی سیرۃ الخلفاء" میں طبری کی اس کتاب سے مطالب نقل کئے ہیں۔ ۲۔ ذخائر العقبیٰ ہے۔ چلپی (۱) نے، صدیق حسن نے "اتحاف النبلاء" میں اور شاہ صاحب نے "رسالہ اصول حدیث" میں، اس کا ذکر کیا ہے اور شوکانی نے "اتحاف الاکابر" میں، دیار بکری نے "تاریخ الخمیس فی احوال النفس والنفیس" میں، محمد امیر نے "الروضۃ الندیۃ" میں، ابن باکثیر نے "وسلیۃ المآل فی عذ مناقب الآل" میں اور محمد عباد بن علی نے "حصر الشارد" میں، اس سے حدیثیں نقل کی ہیں اور ابن باکثیر نے ان کی علامۂ حجاز، محقق دھر اور حافظ عصر سے توصیف کی ہے۔

احوال وآثار

الف: ذہبی لکھتے ہیں: "امام، محدث، مفتی وفقیہ حرم محب الدین ابوالعباس احمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی بکر طبری مکی شافعی ۶۱۵ھ میں پیدا ہوئے تھے اور ابوالحسن بن مقیر، ابن جمیری، شعیب زعفرانی، عبدالرحمٰن بن ابی حرمی اور محدثین کی ایک جماعت سے سمع حدیث کیا تھا۔ وہ درس وتدریس اور تصنیف وفتوا دینے میں اس منزل پر پہنچ گئے تھے کہ انھیں شیخ الشافعیہ اور محدث حجاز کہا جانے لگا۔ ان سے دمیاطی، ابوالحسن بن عطا اور ابومحمد بن برزالی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ وہ امام، صالح، زاہد اور بڑی شان وعظمت والے تھے۔ ان سے ان کے بیٹے قاضی مکہ جمال الدین محمد اور ان کے پوتے قاضی مکہ امام مجد الدین نے بھی روایت کی ہے۔ محب طبری نے اپنے مرویات میرے پاس لکھ کر بھیجے تھے۔ ان کا جمادی الاولیٰ ۶۹۴ھ میں انتقال ہوا تھا" (۲) نیز وہ لکھتے ہیں: "امام، حافظ، مفتی، شیخ الحرم محب الدین ابوالعباس طبری مکی شافعی عالم باعمل، شخصیت جلیل القدر اور عارف آثار نبوی تھے جو ان کے فتوے پر نظر ڈالے گا وہ ان کے علمی وفقہی مرتبے کو جان جائے گا۔ وہ اسی سال زندہ رہے اور اپنے مرویات لکھ کر میرے پاس بھیجے تھے۔ ان کے گھرانے میں علماء وفضلاء کی کمی نہ تھی" (۳)

۱۔ کشف الظنون، ج۱، ص۸۲۱۔
۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ج۴، ص۱۷۶، نمبر۱۱۶۳۔
۳۔ المعجم المختص، ص۳۷، نمبر۳۴۔

نیز ذہبی وقائع ۶۹۴ھ میں لکھتے ہیں: "اس سال شیخ الحرم ابوالعباس حافظ احمد بن عبداللہ بن محمد کا انتقال ہوا جو ۶۱۵ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ انھوں نے ابن مقیر اور محدثین کی ایک جماعت سے سمع حدیث اور احکام سے متعلق کئی جلدوں میں کتاب تصنیف کی" (۱) ذہبی ہی لکھتے ہیں: "۶۹۴ھ میں شیخ الحرم فقیہ، زاہد، محدث، محب الدین احمد بن عبداللہ طبری مصنف الاحکام نے ستر سال کی عمر میں انتقال کیا تھا" (۲)

ب: ابن وردی لکھتے ہیں: "شیخ الحرم حافظ محب الدین احمد بن عبداللہ طبری مصنف الاحکام ۷۹ سال کے تھے" (۳)

ج: اسنوی لکھتے ہیں: "محب الدین ابوالعباس احمد بن عبداللہ بن محمد طبری مکی، شیخ الحجاز، جلیل القدر عالم باعمل اور حدیث وفقہ کے جاننے والے تھے۔ شہر قوص میں شیخ مجد الدین قشیری سے کسب فیض کیا اور "التنبیہ" کی شرح کی، مناسک حج، الغازات سے متعلق کتابیں لکھیں اور حدیث وفقہ میں بھی اپنی یادگاریں چھوڑیں۔ وہ ۱۷ جمادی الثانی ۶۱۵ھ کو پیدا ہوئے اور ۶۹۴ھ میں وفات پائے" (۴)

د: سبکی لکھتے ہیں: "حافظ ابوالعباس محب الدین طبری، شیخ الحرم اور بلا اختلاف حافظِ حجاز تھے۔ ۶۱۵ھ میں پیدا ہوئے اور ابن مقیر اور ابن جمیری وغیرہ سے سمع حدیث کیا اور ان سے برزالی وغیرہ نے روایت کی۔ شیخ الاسلام تقی الدین کے والد شیخ مجد الدین قشیری سے شہر قوص میں فقہ کی تعلیم حاصل کی اور بڑی عمدہ کتابیں تصنیف کیں جو ان کے علم وفضل کی عکاس ہیں" (۵)

ھ: صفدی لکھتے ہیں: "شیخ الحرم محب الدین ابوالعباس طبری، شافعی فقیہ اور زاہد ومحدث تھے۔ وہ شیخ الشافعیہ اور محدث حجاز تھے" (۶)

۱۔ العبر فی خبر من غبر، وقائع ۶۹۴ھ، ج۲، ص۳۷۷۔
۲۔ دول الاسلام، وقائع ۶۹۴ھ، نمبر۲۰۹۔
۳۔ تتمۃ المختصر فی اخبار البشر، وقائع ۶۹۴ھ۔
۴۔ طبقات الشافعیہ، ص۲۸۱، نمبر۲۹۶۔
۵۔ طبقات الشافعیہ، ج۸، ص۱۸، نمبر۱۰۴۶۔
۶۔ الوافی بالوفیات، ج۷، ص۱۳۵، نمبر۳۰۶۳۔

و: سیوطی لکھتے ہیں: ''امام، محدث، فقیہ حرم ابو العباس محب طبری مصنف احکام کبریٰ شیخ الشافعیہ، محدث حجاز اور امام وزاہد وصالح اور عظیم المرتبت انسان تھے''(۱)

ز: شہاب الدین احمد ''توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل'' میں ایک حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''اس کی شیخ الحرم امام الحرم، الحافظ المحدث المفتی الفقیہ البارع محب الدین طبری نے اپنی کتاب ''ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ'' میں روایت کی ہے''۔

(۲۴)

روایت سید علی ہمدانی

سید علی ہمدانی لکھتے ہیں:

'' عن جابر رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من اراد ان ينظر الى اسرافيل فى هيبته ،و الى ميكائيل فى رتبته ، والى جبرائيل فى جلالته ، و الى آدم فى سلمه ،والى نوح فى حسنه ،والى ابراهيم فى خلته ، والى يعقوب فى حزنه ،والى يوسف فى جماله والى موسىٰ فى مناجاته ، والى ايوب فى صبره ، والى يحيىٰ فى زهده ، والى عيسىٰ فى سننه ، والى يونس فى ورعه ، والى محمد فى جسمه و خلقه ، فلينظر الى على ، فان فيه تسعين خصلة من خصال الانبياء ، جمعها الله فيه و لم تجمع فى احد غيره وعد جميع ذالك فى كتاب الجواهر الاخبار''(۲)

جو چاہتا ہے کہ اسرافیل کو ان کی ہیبت میں، میکائیل کو ان کے رتبے میں، جبرئیل کو ان کی جلالت میں، آدم کو ان کے صلح وصفا میں، نوح کو ان کے حسن رفتار میں، ابراہیم کو ان کی صفت میں خلیل اللہی میں، یعقوب کو ان کے حزن واندوہ میں، یوسف کو ان کے جمال میں، موسیٰ کو

۱۔ طبقات الحفاظ، ص۵۴۰، نمبر ۱۱۳۱۔

۲۔ مودۃ القربیٰ، مودۃ ص۸، مطبوع در ینابیع المودۃ، ص۳۰۲۔

ان کی مناجات میں، ایوب کو ان کے صبر میں، یحییٰ کو ان کے زہد میں، عیسیٰ کو ان کے طریقت میں، یونس کو ان کی پرہیزگاری میں اور محمد کو ان کے جسم وخُلق میں دیکھے تو اسے چاہئے کہ علی کو دیکھے، کیونکہ اس میں خدا نے انبیاء کی نوے خصلتیں ایسی جمع کیں جو کسی میں جمع نہیں کیں۔

کتاب جواہر الاخبار میں وہ سب بیان کی گئی ہیں۔

احوال وآثار

سید علی ہمدانی اہلسنت کی نظر میں اکابر اساطین، اجلہ معتمدین واعاظم اولیاء عارفین میں ہیں۔ نورالدین جعفر بدخشانی نے ''خلاصۃ المناقب'' میں، جامی نے ''نفحات الانس من حضرات القدس'' میں، محمود بن سلیمان کفوی نے ''کتائب اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان المختار'' میں، مجد الدین علی بن ظہیر الدین بدخشانی نے ''جامع السلاسل'' میں، شہاب الدین احمد نے ''توضیح الدلائل'' میں، حسین بن معین الدین میبدی نے ''فواتح'' میں، شیخ احمد قشاشی نے ''سمط المجید'' میں اور شاہ ولی اللہ دہلوی نے ''انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ'' میں سید علی ہمدانی کی بڑے اہم الفاظ سے تعریف وتوصیف کی ہے۔ کفوی نے ''لسان العصر سيد الوقت المنسلخ عن الهياكل الناسوتيه والمتوسل الى السبحات اللاهوتيه، الشيخ العارف الربانى و العالم الصمدانى'' لکھا تو شہاب الدین نے ''الشیخ الامام العارف الربانی'' سے یاد کیا ہے۔

(۲۵)

روایت نورالدین جعفر

نورالدین جعفر بن سالار معروف بہ امیر ملاّ، خلیفہ سید علی ہمدانی نے ''خلاصۃ المناقب'' میں فریدالدین عطار کے وہ اشعار نقل کئے ہیں جنہیں عطار نے حدیث تشبیہ کو منظوم شکل میں پیش کیا تھا۔ چند اشعار یہ ہیں:

مصطفی گفت ست چون آدم بعلم۔ نوح فهم آنکه بود ابراهیم حلم۔ یا جو یحییٰ زهد وموسیٰ بطش کیست۔ گرنمی دانی شجاع دین علی ست۔

احوال وآثار

ان کی عظمت وجلالت کے لئے یہی بس کہ وہ سید علی ہمدانی جیسی جامع شخصیت کے خلیفہ و جانشین تھے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے ''الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ'' میں اور مجدالدین بدخشانی نے ''جامع السلاسل'' میں بڑے ادب واحترام سے ان کا ذکر کیا ہے۔

(۲۶)

روایت شہاب الدین احمد

سید شہاب الدین احمد نے حدیث تشبیہ کی ''توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل'' میں دو طرق سے روایت کی ہے بلکہ اس کے لئے ایک خاص باب قائم کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"الباب الثامن عشر فی انه حاز خصائص اعاظم الانبیاء، وفاز ثانیا خصال کمال اکارم الاصفیاء : عن ابی الحمراء رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه و علی آله و بارک و سلم : من اراد ان ینظر الی آدم فی علمه ، و الی نوح فی فهمه، والی ابراهیم فی حلمه ، والی یحییٰ بن زکریا فی زهده ،والی موسیٰ فی بطشه ،فلینظر الی علی بن ابی طالب .رواه الطبری وقال: اخرجه ابو الخیر الحاکمی .

و عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وعلی آله و بارک وسلم: من اراد ان ینظر الی ابراهیم فی خلته ، والی نوح فی حکمته ، و الی یوسف فی جماله ، فلینظر الی علی بن ابی طالب . رواه الطبری و قال: اخرجه الملافی سیرته "

اٹھارہواں باب اس بارے میں ہے کہ وہ (حضرت علیؑ) بزرگ انبیاء کے صفات اور برگزیدگان کے کمالات کے حامل تھے۔ چنانچہ ابوحمراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو آدم کا علم، نوح کا فہم، ابراہیم کا حلم، یحییٰ بن زکریا کا زہد اور موسیٰ کی

ہیبت وصولت دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن ابی طالب کی طرف نگاہ کرے۔ اس کو (محب) طبری نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی ابوالخیر حاکمی نے روایت کی ہے۔(۱)

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: جو ابراہیم کے صفت خلیل اللہی کو، حکمت نوح کو اور جمال یوسف کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن ابی طالب کو دیکھے اس کو طبری (۲) نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی ملا (۳) نے اپنی سیرت میں روایت کی ہے۔

احوال وآثار

سید شہاب الدین احمد کا نویں صدی ہجری کے ممتاز علماء میں شمار ہوتا ہے۔ ان کا علمی گھرانے سے ربط تھا، وہ خاندانی عالم تھے۔ سخاوی نے ان کا شرح حال لکھا ہے۔(۴) ''توضیح الدلائل'' ان کی مشہور زمانہ کتاب ہے اور اس کو معتبر بنانے کی انھوں نے پوری کوشش کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''میں نے اس کتاب میں اہلسنت کی معتبر ترین کتابوں سے حدیثیں نقل کی ہیں اور ان محدثین کی روش اختیار کی ہے، جنہوں نے نقل حدیث کے قوانین کی مخالفت نہیں کی ہے بلکہ خود حدیث اس کی صحت کی گواہ ہے اور جعلی حدیثوں کو ذرہ برابر جگہ نہیں دی ہے''۔

(۲۷)

روایت ملک العلماء

ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی نے جہاں ان حدیثوں کو جن سے شیعہ احتجاج واستدلال کرتے ہیں جیسے حدیث طیر اور حدیث سد ابواب وغیرہ کو صحیح قرار دیا ہے وہیں حدیث تشبیہ کی صحت کا بھی اعتراف کیا ہے کہ اس سے بھی شیعہ احتجاج واستدلال کرتے ہیں۔ وہ ''ھدایۃ السعداء'' میں لکھتے ہیں:

۱۔ الریاض النضرۃ، ج۳۔۴، ص۱۹۶، ذکر شبھہ بخمسۃ من الانبیاء فی مناقبھم۔

۲۔ ذخائر العقبیٰ، ص۹۳، ذکر تشبیہ علی بخمسۃ من الانبیاء۔

۳۔ وسیلۃ المتعبدین، ج۵، ص۱۶۸۔

۴۔ الضوء اللامع، ج۱، ص۳۶۷۔

"مناقب علی کرم اللہ وجھہ میں جو حدیثیں بیان کی جاتی ہیں وہ سب کی سب صحیح ہیں لیکن جس مقصد کے لئے وہ ان سے احتجاج کرتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے جیسے حدیث طیر جس کو گیارہویں جلوہ میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ نیز وہ حدیث **من اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ** سے استدلال کرتے تھے....... اور علی کے لئے فرمایا: **یوفون باالنذر**۔ جناب ایوب کے لئے فرمایا: **انا وجدناہ صابراً** اور علی کے لئے فرمایا: **جزاھم بما صبروا**۔ سلیمان کے لئے فرمایا: **آتیناہ ملکاً عظیما** اور علی کے لئے فرمایا: **واذا رئیت ثم نعیماً و ملکاً کبیراً**۔ نیز شیعہ کہتے ہیں کہ خدا اور نبیؐ نے علی کو انبیاء کے اوصاف میں مساوی قرار دیا ہے اور چونکہ انبیاء سارے صحابہ سے افضل ہیں لہذا جو انبیاء کے برابر ہوگا وہ بھی سب سے افضل ہوگا۔ مگر اہلسنت اس کو تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ صرف ایک تشبیہ ہے جس میں اصل کو فرع سے ملحق کیا گیا ہے اس کا برابری سے کوئی ربط نہیں ہے"۔

نیز ملک العلماء لکھتے ہیں:

"کسی کی فضیلت یا عقل سے ثابت ہوتی ہے یا نقل (حدیث) سے۔ عقلی ذرائع علم وزہدو شجاعت وسخاوت ہیں اور وہ سب کے سب علی میں پائے جاتے تھے۔ علم علی کے بارے میں یہی بس کہ بچپن میں آغوش پیغمبرؐ میں پرورش پائی اور بڑے ہونے پر داماد پیغمبرؐ بن گئے اور آپ سے اتنا کسب علم کیا کہ ایک موقع پر کہہ دیا کہ اگر توریت وانجیل وزبور وقرآن بھلادیئے جائیں تو اہل توریت کو توریت، اہل انجیل کو انجیل، اہل زبور کو زبور اور اہل قرآن کو قرآن سنادوں۔ میں جانتا ہوں کہ کونسی آیت کس بارے میں نازل ہوئی ہے۔ شاہِ مفسرین، ابن عباس نے علم تفسیر انھیں سے حاصل کیا۔ امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک نے علم فقہ امام جعفر صادقؑ سے کسب کیا اور امام احمد بن حنبل اور امام شافعی نے ان سے کسب علم کیا پس مردان علم فقہ، شاگرد شاگرد امام جعفر رضی اللہ عنہ ہیں۔ سیر وسلوک، علم نحو واصول وکلام ومنطق وشعر وفصاحت ونجوم وحساب ورمل کے بھی مؤسس (حضرت) علی ہیں لہذا ان علوم میں سے جس علم کو کوئی حاصل کرے گا وہ شاگرد علی کہلائے گا۔ کرامت علی کا ایک ثبوت در خیبر ہے جس کے بارے میں

آپ نے خود فرمایا تھا کہ اس کو میں نے نہیں اکھاڑا تھا اس کو تو خدا نے اکھاڑا تھا۔ شجاعت علی سے تو کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا۔ سخاوت ایسی تھی کہ سائل کے ایک روٹی مانگنے پر مال وزر سے بھرے اونٹ کی ایک قطار دی اور تین دن تک مسکین ویتیم واسیر کو روٹیاں دیں اور خود اور بی بی فاطمہ رضی اللہ عنھا نے بھوکے ہی روزے رکھے۔ اولاد کے لحاظ سے بھی کوئی ان جیسا نہیں تھا، ان کے بیٹے حسن وحسین باالاجماع سارے خلفاء کے بیٹوں سے افضل تھے۔ حدیث نبیؐ سے اس طرح ان کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرتؐ نے حدیث طیر میں خدا سے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کے آنے کی تمنا کی اور فرمایا: معبودا سے بھیج جو سب سے زیادہ تجھے محبوب ہو اور خیبر میں فرمایا: خدا ورسول، علی کو دوست رکھتے ہیں اور وہ خدا ورسول کو دوست رکھتا ہے۔ آنحضرتؐ نے ذوالثدیہ کے بارے میں فرمایا تھا کہ اسے بہترین شخص قتل کرے گا اور اسے علی نے قتل کیا تھا۔ نیز فاطمہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا تھا خدا نے نگاہ کی تو انبیاء کے درمیان تمہارے باپ کا انتخاب کیا اور اولیاء میں تمہارے شوہر کا اور وہی امت کی بہترین فرد ہے۔ نیز فرمایا: جو چاہتا ہے کہ علم آدم، حلم ابراہیم، ہیبت موسیٰ اور عبادت عیسیٰ کو دیکھے وہ علی کو دیکھے۔ گویا علی کو انبیاء سے مشابہ بتایا اور خدا نے بھی نوح کو اگر عبد شکور کہا تو علی کو **مشکور**، ابراہیم کو **وفی** کہا تو علی کو **یوفون**، ایوب کو **صابر** کہا تو علی کو **بما صبرو**، سلیمان کو **ملکاً عظیما** کہا تو علی کو **ملکا کبیرا**۔ عیسیٰ کے لئے گھر میں خوانِ جنت بھیجا تو علی کے لئے مسجد بصرہ میں خوان جنت آیا اور اس مسجد کو آج بھی مسجد مائدہ کہا جاتا ہے۔ یہ خوان عیسیٰ کے لئے معجزے کے طور پر نازل ہوا تھا اور علیؑ کے لئے کرامت کی حیثیت سے اترا تھا"۔

(۲۸)

روایت ابن صباغ مالکی

شیخ نورالدین علی بن محمد بن صباغ مالکی مکی نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ وہ مناقب امیرالمومنین والی فصل میں لکھتے ہیں:

"یہ فصل ان کے محاسن اور فضائل سے متعلق ہے۔ اس بارے میں بیہقی نے صحابہ سے متعلق لکھی اپنی کتاب میں رسولؐ خدا سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: من اراد ان ینظر الی نوح فی تقواه، والی ابراهیم فی حلمه، والی موسیٰ فی هیبته، والی عیسیٰ فی عبادته، فلینظر الی علی بن ابی طالب"(۱)

جو چاہتا ہے کہ نوح کا تقوا، ابراہیم کا حلم، موسیٰ کی ہیبت اور عیسیٰ کی عبادت دیکھے وہ علی بن ابی طالب کو دیکھے۔

احوال وآثار

شیخ نورالدین علی بن محمد بن صباغ مالکی مکی اکابر علماء اور اعاظم فضلاء میں تھے احمد بن عبدالقادر عجیلی شافعی "ذخیرۃ المآل" میں ختشیٰ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ختشیٰ کے بارے میں امیرالمومنین کا جواب مجھے الفصول المہمۃ فی فضل الائمۃ میں نظر آیا جو شیخ، امام علی بن محمد معروف بہ ابن صباغ مالکی کی تصنیف ہے"

ابن صباغ مالکی کی کتاب "الفصول المہمۃ" کا شمار معتبر ترین کتابوں میں ہوتا ہے۔ اس کتاب سے سمہودی نے "جواہر العقدین" میں، حلبی نے "انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون" (معروف بہ سیرۂ حلبیہ) میں، عبدالرحمن بن عبدالسلام صفوری نے "نزھۃ المجالس" میں، محمد محبوب عالم نے "تفسیر شاہی" میں، اکرام الدین نے "سعادۃ الکونین فی بیان فضائل الحسنین" میں اور حسن حمزاوی نے "مشارق الانوار" میں بہت زیادہ نقل کیا ہے۔

(۲۹)

روایت میبدی

میری حسین بن معین الدین میبدی نے فضائل علیؑ میں حدیث تشبیہ کو ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ دیوان علی کی اپنی شرح "الفواتح" میں لکھتے ہیں:

۱۔ الفصول المہمۃ، ص۱۲۳

"بیہقی نے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: من اراد ان ینظر الی آدم فی علمه و الی نوح فی تقواه، والی ابراهیم فی حلمه، والی موسیٰ فی هیبته، والی عیسیٰ فی عبادته، فلینظر الی علی بن ابی طالب"

جو آدم کو ان کے علم میں، نوح کو ان کے تقویٰ میں، ابراہیم کو ان کے حلم میں، موسیٰ کو ان کی ہیبت میں اور عیسیٰ کو ان کی عبادت میں دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن ابی طالب کی طرف دیکھے۔

احوال وآثار

میر حسین میبدی مشہور علماء اہلسنت اور ان کے اکابر فضلاء میں ہیں۔ غیاث الدین بن ہمام معروف بہ خواند میر نے "حبیب السیر فی اخبار افراد البشر" میں، جس (حبیب السیر) کے بارے میں چلپی نے "کشف الظنون" میں تعریفی جملہ لکھا ہے اور اس پر حسام الدین سہارنپوری نے "مرافض" میں اور شاہ عبدالعزیز دہلوی نے "تحفہ اثنا عشریہ" کے طعن ۳، ۴، ۱۱ میں مطالب نقل کرتے وقت اعتماد کیا ہے، لکھا ہے:

"قاضی کمال الدین میر حسین یزدی افاضل علماء عراق بلکہ اعاظم علماء آفاق میں ہیں۔ انھوں نے یزد میں بڑی امانتداری سے قضاوت کی ذمہ داری ادا کی تھی۔ اور دیوان علی کی شرح کی تھی اور کافیہ، ہدایۃ الحکمۃ، طوالع اور شمسیہ پر حواشی لگائے تھے"۔

کفوی نے "کتائب اعلام الاخیار فی طبقات مذهب النعمان المختار" میں، چلپی نے "کشف الظنون" میں اور شاہ ولی اللہ دہلوی نے "رسالۃ النوادر من حدیث سید الاوائل" میں میبدی اور ان کی کتابوں کے بارے میں لکھا ہے۔

(۳۰)

روایت صفوری

عبدالرحمن بن عبدالسلام بن عبدالرحمن بن عثمان صفوری شافعی نے نزھہ میں حدیث تشبیہ کی روایت کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"قال النبی صلی الله علیه وسلم، من اراد ان ینظر الی آدم فی علمه، و الی

نوح فی همته ، والی ابراهیم فی حلمه ،والی موسیٰ فی زهده ،والی محمد فی بهائه ،فلینظر الی علی "(۱)

جوعلمِ آدم،ہمتِ نوح،حلمِ ابراہیم،زہدِ موسیٰ اور نیکیِ محمد کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علی کو دیکھے۔

احوال وآثار

صفوری کی نزهۃ المجالس بڑی مشہور کتاب ہے۔چلپی نے اس کا ذکر کیا ہے اور مصر سے چھپنے والے نسخہ کے آخر میں محمد حسین خشابی کی تقریظ سے جہاں اس کتاب کی عظمت معلوم ہوتی ہے وہیں مصنف کے مرتبۂ علمی کا بھی پتہ ملتا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

"کتاب نزهۃ المجالس ومنتخب النفائس جو شیخ،امام،عالم،علامہ عبدالرحمٰن صفوری شافعی کی تالیف ہے،وہ اہم کتابوں میں سے ہے"۔

(۳۱)

روایت وصابی

ابراہیم بن عبداللہ وصابی یمنی شافعی نے "الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفا" کے چوتھے باب میں جس کا "اسنی المطالب فی فضائل علی بن ابی طالب" نام ہے (کیونکہ اس میں چار ابواب ہیں اور ہر باب کا کتاب کی طرح مستقل نام ہے) حدیث تشبیہ کو نقل کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

"عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : من سره ان ینظر الی آدم فی علمه ،والی نوح فی فهمه ، والی ابراهیم فی خلقه ،فلینظر الی علی بن ابی طالب . اخرجه ابو نعیم فی فضائل الصحابة"

انس سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو چاہتا ہے کہ علمِ آدم،فہمِ نوح اور خلقِ ابراہیم کو دیکھے وہ علی بن ابی طالب کو دیکھے۔اس کی ابونعیم نے فضائل الصحابۃ میں روایت کی ہے۔

۱۔نزهۃ المجالس،ج۲،ص۱۵۷۔

احوال وآثار

وصابی کی عظمت کے لئے یہی بس کہ ان کی کتاب "الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء" کا معتبر ترین کتابوں میں شمار ہوتا ہے۔اکابرواعاظم علماء اہلسنت نے ان کی اس کتاب سے نقل کیا ہے۔محمد محبوب عالم نے "تفسیر شاہی" میں اور شہاب الدین احمد نے "ذخیرۃ المآل" میں اس کتاب سے مطالب نقل کئے ہیں۔

(۳۲)

روایت جمال الدین محدث

جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ بن عبداللہ شیرازی نیشاپوری معروف بہ جمال الدین محدث نے (جو مولف تحفۂ اثنا عشریہ کے مشائخ اجازہ میں سے ہیں) "الاربعین فی مناقب امیرالمومنین" میں حدیث تشبیہ کی روایت کی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

"عن ابی الحمراء قال قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم :من اراد ان ینظر الی آدم فی علمه ،والی نوح فی فهمه (وفی روایة الی نوح فی تقواه) و الی یحیٰ بن زکریا فی زهده ،والی موسیٰ بن عمران فی بطشه (وفی روایة :والی موسیٰ فی هیبته) والی عیسیٰ فی عبادته ، فلینظر الی علی بن ابی طالب"

ابوحمراء کا بیان ہے کہ رسولؐ خدا نے مجھ سے فرمایا: جو علمِ آدم،فہمِ نوح (ایک روایت کے مطابق تقوائے نوح) زہدِ یحیٰ بن زکریا،صولتِ موسیٰ بن عمران (ایک روایت کے مطابق ہیبتِ موسیٰ) اور عبادتِ عیسیٰ کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن ابی طالب کو دیکھے۔

احوال وآثار

الف: جمال الدین محدث شیرازی مؤلف "روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی والآل والاصحاب" کا غیاث الدین معروف بہ خواندامیر نے "حبیب السیر فی اخبار افراد البشر" میں، شیخ علی قاری نے "المرقاۃ فی شرح المشکاۃ" کے مقدمہ میں، محمد بن علی بن منصور شنوانی نے "درر سنیه فیما علا من الاسانید

الشنوانیہ“ میں، شاہ عبدالعزیز دہلوی (مولف تحفہ) نے ”رسالہ اصول حدیث“ میں، ابوعلی صفوی نے ”مدارج الاسناد“ میں، شیخ عبدالحق دہلوی نے ”اسماء رجال المشکاۃ“ میں اور صدیق حسن خان نے ”الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ“ میں ان کا اور ان کی کتاب کا ذکر کیا ہے۔ ان میں بعض کے وہ مشائخ حدیث میں سے ہیں۔

(۴۳)

روایت ابن باکثیر مکی

احمد بن فضل بن محمد باکثیر مکی شافعی نے حدیث تشبیہ کی روایت کی ہے۔ وہ اپنی کتاب ”وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل“ میں لکھتے ہیں:

” عن ابی الحمراء رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم : من اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ، والی نوح فی فھمہ ،والی ابراھیم فی حلمہ ، والی یحییٰ بن زکریا فی زھدہ ،والیٰ موسیٰ فی بطشہ ،فلینظر الی علی بن ابی طالب .اخرجہ ابو الخیر الحاکمی .و عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ، من اراد ان ینظر الی ابراھیم فی حلمہ ،والی نوح فی حکمہ ،والی یوسف فی جمالہ ،فلینظر الی علی بن ابی طالب .اخرجہ الملا فی سیرتہ“

ابوحمراء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو علم آدم، فہم نوح، حلم ابراہیم، زہد یحییٰ بن زکریا اور ہیبت وصولتِ موسیٰ کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن ابی طالب کو دیکھے۔ اس کی ابو الخیر حاکمی نے روایت کی ہے نیز ابن عباس رضی اللہ عنھما کا بیان ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو حلمِ ابراہیم، حکمتِ نوح اور جمال یوسف کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن ابی طالب کو دیکھے اس کی ملاّ نے اپنی سیرت (وسیلۃ المتعبدین) میں روایت کی ہے۔

احوال وآثار

محمد بن فضل اللہ محبی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

”شیخ احمد بن فضل بن محمد باکثیر مکی شافعی حجاز کے بڑے ادباء وفضلاء میں تھے۔ وہ فاضل و ادیب تھے اور انھیں علوم فلکیہ اور علم آفاق پر دسترس حاصل تھی۔ اشراف مکہ کے درمیان انھیں منزلت وشہرت حاصل تھی۔ وہ موسم حج میں شریف مکہ کی جگہ حرم شریف میں بیٹھتے تھے۔ ”حسن (وسیلۃ) المآل فی مناقب الآل“ ان کی تالیفات میں سے ہے“۔

باکثیر نے مقدمہ کتاب میں لکھا ہے:

”بزرگ علماء نے اس بارے (مناقب) میں جو صحیح وحسن حدیثیں لکھی ہیں انھیں اسی کتاب میں نقل کیا ہے اور جو ضعیف حدیثیں ہیں اور ان کی کسی طرح تقویت نہیں کی جاسکتی ان کو نقل کرنے سے پرہیز کیا ہے“

(۴۴)

روایت اللہ دیا

اللہ دیا بن شیخ عبدالرحیم بن شیخ بینا نے فضائل امیر المومنین میں حدیث تشبیہ کو نقل کیا ہے۔ وہ ”سیر الاقطاب“ میں لکھتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

”من اراد ان ینظر الی آدم و صفوتہ ،والی یوسف وحسنہ ،والی موسیٰ و صلابتہ ،والی عیسیٰ و زھدہ ، والی محمد و خلقہ ،فلینظر الی علی بن ابی طالب “

جو آدم اور ان کی برگزیدگی کو، یوسف اور ان کے حسن کو، موسیٰ اور ان کی صلابت کو، عیسیٰ اور ان کے زہد کو اور محمد اور ان کے خلق کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن طالب کو دیکھے۔

”سیر الاقطاب“، جس میں حدیث تشبیہ نقل کی گئی ہے، ایک معتبر کتاب ہے۔ جس سے مولوی حسن زمان نے ”قول مستحسن“ میں مطالب نقل کئے ہیں۔

(۳۵)

روایت بدخشانی

میرزا محمد بن معتمد خان حارثی بدخشانی نے حدیث تشبیہ کو نقل کیا ہے، وہ اپنی کتاب "مفتاح النجانی مناقب آل العبا" میں لکھتے ہیں:

"اخرج البیهقی فی فضائل الصحابة عن انس قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم :من اراد ان ینظر الی آدم فی علمه ،و الی نوح فی تقواه ،والی ابراهیم فی حلمه ،و الی موسیٰ فی هیبته ،والی عیسیٰ فی عبادته ،فلینظر الی علی بن ابی طالب "

بیہقی نے "فضائل الصحابۃ" میں انس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو علمِ آدم ،تقوائے نوح، حلم ابراہیم، ہیبت موسیٰ اور عبادت عیسیٰ کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن ابی طالب کو دیکھے۔

احوال وآثار

میرزا محمد بدخشانی اجلہ محققین ومشاہیر علماء اہلسنت میں ہیں۔ اس بات کی تصریح فاضل رشید نے کی ہے اور ان کی کتاب سے کئی مطالب نقل کیے ہیں۔ چنانچہ وہ "ایضاح لطافۃ المقال" میں شیخ علی حزین کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد جس میں مناقب اہلبیت میں لکھنے والے مصنفین کا ذکر ہے، لکھتے ہیں:

"ان علماء اہلسنت کے علاوہ بھی سنی شخصیتیں ہیں جنھوں نے فضائل اہلبیت میں مستقل کتابیں لکھی ہیں جیسے ملک العلماء شہاب الدین نے "رسالہ مناقب السادات" میرزا محمد بن معتمد خان بدخشانی نے "مفتاح النجانی مناقب آل العبا" اور "نزل الابرار بما صح فی مناقب اہلبیت الاطہار" سید علی ہمدانی نے "مودۃ القربیٰ" جزری نے "اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب" بزار نے "فضائل اہلبیت" امام سید علی سمہودی نے "جواھر العقدین فی فضل اہل بیت النبی وشرفہم العلی" اور امام نسائی نے ایک رسالہ "خصائص امیر المومنین" لکھا جوان کی شہادت

کا باعث بنا تھا"۔

مولوی حیدر علی فیض آبادی نے میرزا محمد بدخشانی کو ان علماء اہلسنت میں شمار کیا ہے جو لعن یزید کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ "ازالۃ الغین" میں چند ناموں کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"لعن یزید کے جواز کے قائلین میں میرزا محمد بدخشانی، خواجہ نصر اللہ کابلی، مولوی اکرام الدین دہلوی، شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ عبدالعزیز دہلوی، محمد رشید الدین اور بحر العلوم عبد العلی جیسے علماء اہلسنت ہیں"

بلکہ انھوں نے مذکورہ عبارت کے بعد اپنی تائید میں مفتاح النجا کو پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"صواعق محرقہ، شرح قصیدہ ہمزیہ، مفتاح النجا، مناقب السادات، شرح عقائد نسفی، شرح مقاصد، تاریخ الخلفاء، تکمیل الایمان، جذب القلوب الی دیار المحبوب، سعادۃ الکونین فی فضائل الحسنین، حجۃ اللہ البالغہ، ازالۃ الخفاء، رسائل علامہ دہلوی اور عزۃ الراشدین ہمارے دعوے کی تائید کرتی ہیں"۔

خود شاہ عبدالعزیز دہلوی نے لقب مصطفیٰ اور مرتضیٰ کے بارے میں مرزا محمد بدخشانی کی کتاب "مفتاح النجا" سے استناد کیا ہے۔

(۳۶)

روایت محمد صدر عالم

محمد صدر عالم نے "معارج العلی فی مناقب المرتضیٰ" میں حدیث تشبیہ کو نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

"اخرج ابو نعیم فی فضائل الصحابة مرفوعاً ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: من سره ان ینظر الی آدم فی علمه ،والی نوح فی فهمه ، والی ابراهیم فی خلته ، فلینظر الی علی بن ابی طالب "

ابو نعیم نے فضائل الصحابہ میں روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: جو علمِ آدم، فہم نوح اور خلتِ ابراہیم کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن ابی طالب کی طرف نظر کرے۔

احوال وآثار

مولف تحفہ کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی "التفھیمات الالھیہ" میں لکھتے ہیں:

"شیخ صدر عالم نے ایک رسالہ لکھا جس میں چند واقعات نقل کئے انھیں میں ایک واقعۂ شق القمر ہے جس کا ربط کرامت علی کرم اللہ وجھہ سے ہے۔ اس رسالہ میں علی کرم اللہ وجھہ کے سارے خلفاء سے افضل ہونے کو ثابت کیا ہے۔ انھوں نے اس رسالہ کو میرے پاس بھیجا۔ میں نے اس کو پڑھ کر یہ اشعار کہے"۔

شاہ صاحب نے محمد صدر عالم کی "معارج العلی" پڑھ کر انیس اشعار کہے تھے جن میں ایک شعر یہ ہے:

تولف فی مناقبه كتاباً. وعند الله فی ذاک الجزاء۔ تم نے مناقب علی میں ایک کتاب لکھی اس کی جزا تو صرف خدا ہی دے گا۔

(۳۷)

روایت ولی اللہ دہلوی

شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی کتاب (قرۃ العینین) میں ان سارے دلائل وحجج کو جنھیں امام رازی نے افضلیت امیرالمومنین حضرت علیؑ میں پیش کئے ہیں اور خواجہ نصیرالدین طوسی نے انھیں تجرید میں نقل کیا ہے، افضلیت امیرالمومنین میں ان کے دلائل وحجج اہلسنت ہونے کا اعتراف کیا ہے بلکہ اصل مطلب کو انھوں نے قبول کیا ہے۔ چنانچہ "قرۃ العینین" میں افضلیت امیرالمومنینؑ سے متعلق تجرید کا جواب دینے کے بعد لکھتے ہیں:

"متاخرین معتزلہ نے جو بھی لکھا ہے اور امام رازی نے انھیں "الاربعین" میں نقل کیا ہے اور نصیرالدین طوسی نے ان کا اختصار کیا ہے افضلیت حضرت مرتضیٰ پر وہ سب کے سب ہم اہلسنت کے حجج و براہین ہیں اور شیخین کو چھوڑ کر اصل مطلب کے ہم معترف اور ان سے متمسک ہیں"۔

ظاہری بات ہے کہ فخرالدین رازی نے "الاربعین" میں جن حدیثوں سے احتجاج و استدلال کیا ہے ان

میں ایک حدیث تشبیہ ہے۔ چنانچہ محقق طوسی "تجرید" میں لکھتے ہیں:

"وهذه عبارة الاربعين: الحجة التاسعة عشر روى احمد و البيهقی فی فضائل الصحابةقال: من اراد ان ينظر الی آدم فی علمه، والی نوح فی تقواه، والی ابراهيم فی حلمه، والی موسیٰ فی هيبته، والی عيسیٰ فی عبادته، فلينظر الی علی بن ابی طالب. ظاهر الحديث يدل علی ان عليا كان مساويا لهولاء الانبياء فی هذه الصفات، و لا شک ان هولاء الانبياء فی هذه الصفات كانوا افضل من ابی بكر وسائر الصحابة، والمساوی للافضل افضل، فيكون علی افضل منهم"(۱)

امام رازی "الاربعین" میں لکھتے ہیں: انیسویں دلیل وہ حدیث ہے جس کی احمد اور بیہقی نے فضائل الصحابۃ میں روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: جو چاہتا ہے آدم کو ان کے علم کے ساتھ، نوح کو ان کے تقویٰ کے ساتھ، ابراہیم کو ان کے حلم کے ساتھ، موسیٰ کو ان کی ہیبت کے ساتھ اور عیسیٰ کو ان کی عبادت کے ساتھ دیکھے وہ علی بن ابی طالب کو دیکھے۔ اس حدیث سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ علی ان صفات میں ان انبیاء کے مساوی تھے اور اس میں ذرہ برابر شک کی گنجائش نہیں ہے کہ ان صفات میں یہ انبیاء ابوبکر اور سارے صحابہ سے افضل تھے اور افضل کا مساوی بھی دوسروں سے افضل ہوتا ہے لہذا علی سارے صحابہ سے افضل ہوئے۔

لہذا مؤلف تحفہ کے والد، شاہ ولی اللہ دہلوی کے اعتراف کے مطابق، حدیث تشبیہ وہ حدیث ہے جس کی صحت میں شک کی گنجائش نہیں ہے اور اہلسنت اس سے احتجاج کرتے ہیں بلکہ اصل مطلب کو تو تسلیم کرتے ہیں۔ پھر کس طرح شاہ صاحب نے اس حدیث کے وجود سے انکار کر دیا؟

۱۔ الاربعین فی اصول الدین، ج۲، ص۳۱۳۔

(۳۸)

روایت صنعانی

محمد بن اسماعیل بن صلاح امیر یمانی صنعانی نے حدیث تشبیہ نقل کی ہے۔ وہ ''الروضۃ الندیۃ شرح التحفۃ العلویۃ'' میں لکھتے ہیں:

"فائدة:قد شبهه بخمسة من الانبياء كما قال المحب الطبرى رحمه الله ما لفظه: ذكر تشبيه على رضى الله عنه بخمسةٍ من الانبياء : عن ابى الحمراء قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من اراد ان ينظر الى آدم فى علمه ، والى نوح فى فهمه ، والى ابراهيم فى حلمه ، والى يحيىٰ ابن زكريا فى زهده ، و الى موسىٰ فى بطشه ، فلينظر الى على بن ابى طالب . اخرجه ابو الخير الحاكمى . و عن ابن عباس رضى الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من اراد ان ينظر الى ابراهيم فى حلمه ، والى نوح فى حكمه ، والى يوسف فى جماله ، فلينظر الى على بن ابى طالب. اخرجه الملا فى سيرته ، قلت: وقد تشبهه صلى الله عليه وسلم بهؤلاء الخمسة الرسل فى اكتسابه للخصال الشريفة من خصالهم"

جیسا کہ محب طبری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ رسولؐ خدا نے علی رضی اللہ عنہ کو پانچ انبیاء سے تشبیہ دی ہے۔ چنانچہ ابوحمراء سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو چاہتا ہے کہ آدم کو ان کے علم میں، نوح کو ان کی فہم میں، ابراہیم کو ان کے حلم میں، یحیٰ بن زکریا کو ان کے زہد میں اور موسیٰ کو ان کی ہیبت وصولت میں دیکھے وہ علی بن ابی طالب کو دیکھے۔ اس کی ابوالخیر حاکمی نے روایت کی ہے۔ اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنھما سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو حلم ابراہیم، حکمتِ نوح اور جمال یوسف کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن ابی طالب کی طرف نظر کرے۔ اس کی ملا نے اپنی سیرت ''وسیلۃ المتعبدین'' میں روایت کی ہے۔ اس حدیث میں

آنحضرتؐ نے پانچ انبیاء کے صفات وخصائل میں علی کو مشابہ کہا ہے۔

احوال وآثار

الف: عجیلی ''ذخیرۃ المآل فی شرح عقد جواھر اللآل'' میں لکھتے ہیں:

''امام متوکل کی اولادیں علماء نقاد میں تھیں۔ ان میں سب سے بڑے امام مؤید باللہ محمد بن اسماعیل تھے۔ انھوں نے کتب حدیث پڑھیں اور اس فن میں سب پر فوقیت لے گئے۔ وہ زہد وورع میں امام تھے جن کا عامہ وخاصہ دونوں ہی احترام کرتے تھے۔ خاندان کی مشہور شخصیت مجتہد شہیر، محدث کبیر، سراج منیر محمد بن اسماعیل امیر تھے جو لوگوں کی تکیہ گاہ تھے۔ انھوں نے سو سے زیادہ کتابیں لکھی تھیں۔ وہ کسی مذہب سے منسوب نہیں تھے ان کا مذہب حدیث تھا''۔

ب: محمد بن علی بن محمد شوکانی لکھتے ہیں:

''سید محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد صنعانی معروف بہ امیر، امام کبیر، مجتہد مطلق اور بہت ساری کتابوں کے مصنف ہیں۔ شب جمعہ ۱۵ جمادی الثانی ۱۰۹۹ھ کو کحلان میں پیدا ہوئے اور ۱۱۰۷ھ میں اپنے والد کے ہمراہ صنعاء گئے اور وہاں کے علماء سے کسب علم کیا، پھر مکہ ومدینہ جا کر وہاں کے اکابر علماء سے حدیث اور دیگر علوم کو حاصل کر کے سب پر فوقیت لے گئے اور فقہ میں صاحب نظر ہو گئے۔ سبل السلام، منحۃ الغفار، العدۃ، شرح الجامع الصغیر، شرح التنقیح فی علوم الحدیث اور منظومۃ الکافل وغیرہ ان کی تالیفات ہیں''(۱)

ج: صدیق حسن خان ''ابجد العلوم میں لکھتے ہیں:

'''سید علامہ بدر الملۃ مؤید باللہ محمد بن امام متوکل علی اللہ اسماعیل بن صلاح امیر صنعانی یمنی امام کبیر، محدثِ اصولی اور مشہور متکلم تھے۔ انھوں نے حدیث کی کتابیں پڑھیں اور اس میں سب پر برتری حاصل کی۔ وہ زہد وورع کے امام تھے۔ ان کا شیعہ وسنی دونوں ہی احترام کرتے تھے...''۔(۲)

۱۔ البدر الطالع، ج ۲، ص ۵۲، نمبر ۴۱۷۔

۲۔ ابجد العلوم، ص ۶۷۸۔

نیز وہ "تاج المکلل" میں لکھتے ہیں:

"سید محمد بن اسماعیل بن صلاح امیر کحلانی صنعانی کے بارے میں بدر الطالع میں ہے کہ وہ بہت بڑے امام اور مجتہد مطلق تھے جو کحلان میں ۱۰۹۹ھ میں پیدا ہوئے اور پھر اپنے والد کے ہمراہ شہر صنعاء منتقل ہوگئے اور وہاں کے علماء کے سامنے زانوائے ادب تہہ کیا پھر مکہ جا کر وہاں کے اور مدینہ کے جید علماء سے حدیث کی کتابیں پڑھیں اور پھر اپنے زمانے کے سارے علماء پر سارے علوم میں فوقیت لے گئے اور اس منزل پر پہنچ گئے کہ ہر مسئلہ کو دلیل سے پیش کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ تقلید کی قید سے آزاد ہوگئے تھے"۔

(۳۹)

روایت عجیلی

شہاب الدین احمد بن عبدالقادر عجیلی شافعی نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ وہ "ذخیرۃ المآل فی شرح عقد جواہر اللآل" میں لکھتے ہیں:

"روی البیهقی یرفعه الی رسول الله صلی الله علیه وسلم :من اراد ان ینظر الی نوح فی تقواه ،والی ابراهیم فی حلمه ،والی موسیٰ فی هیبته، و الی عیسیٰ فی زهادته ، فلینظر الی علی بن ابی طالب"

بیہقی نے وہ سند کی جس کا سلسلہ رسولؐ خدا پر ختم ہوتا ہے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا: جو تقوائے نوح، حلم ابراہیم، ہیبت موسیٰ اور زہد عیسیٰ کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن ابی طالب پر نظر کرے۔

احوال و آثار

صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

"شیخ احمد بن عبدالقادر بن بکری عجیلی نے اپنے باپ، چچا اور دیگر بزرگ علماء سے کسب فیض کیا تھا جن میں شیخ عبدالخالق مزجاجی، چچا محمد بن بکری، سید ابراہیم بن محمد امیر اور مفتی مکہ شیخ

ابراہیم زمزمی جیسے جید علماء ہیں۔ النفحۃ القدسیۃ فی وظائف العبودیۃ اور عقد جواہر اللآل فی مدح الآل جیسی اہم کتابیں ان کی تالیفات ہیں۔ عقد جواہر اللآل کی شرح کے علاوہ، علی بن محمد بن احمد جیسے علماء نے اس پر تقریظیں لکھی ہیں" (۱) انھوں نے دوسری جگہ بھی ان کا تذکرہ کیا ہے (۲)، نیز احمد بن محمد بن علی شروانی نے بھی "مناقب حیدریہ" میں عجیلی کی تعریف کی ہے۔

(۴۰)

روایت ولی اللہ لکھنوی

مولوی ولی اللہ لکھنوی سہالی نے حدیث تشبیہ کو بڑے اعتماد سے نقل کیا ہے۔ وہ مرآۃ المومنین فی مناقب اہل بیت سید المرسلین" میں لکھتے ہیں:

"قال صلی الله علیه وسلم : من اراد ان ینظر الی آدم فی علمه ،والی نوح فی تقواه ،والی ابراهیم فی حلمه ،والی موسیٰ فی هیبته ، والی عیسیٰ فی زهادته ، فلینظر الی علی بن ابی طالب "

آنحضرتؐ نے فرمایا: جو علم آدم، تقوائے نوح، حلم ابراہیم، ہیبت موسیٰ اور زہد عیسیٰ کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن ابی طالب کو دیکھے۔

احوال و آثار

ولی اللہ لکھنوی سہالوی کے بیٹے مولوی محمد انعام "ضمیمہ اغصان اربعہ" میں اپنے والد کے حالات میں لکھتے ہیں:

"ان کی ذات جامع معقول و منقول اور حاوی فروع و اصول تھی۔ انھوں نے بہت ساری کتابیں تصنیف کیں۔ نفائس الملکوت شرح مسلم الثبوت، تفسیر معدن الجواہر، حاشیہ ہدایۃ الفقہ، حاشیہ بر حاشیہ کمالیہ شرح عقائد جلالی، حاشیہ زواہد ثلاثہ، حاشیہ صدرا، شرح غایۃ العلوم،

۱۔ التاج المکلل، ص ۵۱۵۔
۲۔ ابجد العلوم، ص ۶۷۳۔

معارج العلوم، تذکرۃ المیزان، تکملہ شرح سلم، عبدالحق، تکملہ شرح سلم ملاحسن، رسالۂ تشکیک، کشف الاسرار فی خصائص، سید الابرار، مرآۃ المومنین، تنبیہ الغافلین فی مناقب آل سید المرسلین، آداب السلاطین، عمدۃ الوسائل اور اغصان اربعہ ان کی تصنیفات ہیں۔ انھوں نے پوری عمر درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں گزاری اور ان کے بہت سارے شاگرد نامور عالم بنے، انھوں نے اٹھاسی سال کی عمر میں اس دارفانی کو وداع کہا"۔

محدث دہلوی کی باتوں کے جوابات

محدث دہلوی: چھٹی حدیث جس کی امامیہ (شیعہ اثناعشری) روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا: من اراد ان ینظر الی آدم......

جواب میر حامد حسین: امامیہ (شیعہ اثناعشری) اس حدیث کو متعدد طرق اور مختلف الفاظ میں اہلسنت کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں ایسا اس لئے کرتے ہیں تا کہ (مقام الزام میں) اہلسنت ان کو تسلیم کرلیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ اربلی لکھتے ہیں:

"یہ فصل حضرت علیؑ کے مناقب، آپ کی اعلمیت اور اصحاب کے درمیان آپ کے سب سے اچھے قاضی ہونے کے بارے میں ہے۔ خوارزمی (۱) نے مجاہد کے توسط سے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: لو ان الریاض اقلام، والبحر مداد، والجن حساب، و الانس کتاب، ما احصوا فضائل علی بن ابی طالب۔ یعنی اگر سارے درخت قلم بن جائیں اور سمندر روشنائی ہو جائیں اور جن وانس مل کر لکھنا چاہیں تب بھی وہ فضائل علی بن ابی طالب کو پوری طرح شمار نہیں کرسکتے۔ نیز انھوں (۲) نے اپنے اسناد سے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: خدا نے میرے بھائی علی بن ابی طالب کو اتنے فضائل عطا کئے ہیں جنہیں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ اگر کسی نے ان میں سے ایک بھی فضیلت بیان کی خدا اس کے سارے گناہ معاف کردے گا، جس نے ان میں سے ایک بھی فضیلت لکھی تو جب تک وہ تحریر باقی رہے گی ملائکہ اس کے لئے طلب مغفرت کرتے رہیں

۱۔ مناقب خوارزمی، ص۳۲، حدیث۱۔
۲۔ مناقب خوارزمی، ص۳۲، حدیث۲۔

گے، جس نے ان میں سے ایک بھی فضیلت سنی تو خدا اس کے وہ سارے گناہ معاف کردے گا جن کا وہ کانوں سے مرتکب ہوا تھا اور جس نے ان میں سے کسی ایک پر نظر ڈالی تو خدا اس کے وہ سارے گناہ معاف کردے گا جن کو وہ آنکھوں سے انجام دیئے تھا۔ اس کے بعد فرمایا: چہرۂ علیؑ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے اور اس کا ذکر بھی عبادت ہے۔ خدا کسی بھی بندے کا ایمان قبول نہیں کرے گا مگر اس کی ولایت اور اس کے دشمنوں سے اظہار برائت کے ساتھ۔ خوارزمی نے ابوالعلاء ہمدانی سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن عباس سے کسی نے کہا کہ سبحان اللہ علی کے مناقب کتنے زیادہ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کے تین ہزار فضائل ہوں گے، ابن عباس نے جواب دیا اگر تم کہتے کہ ان کے تیس ہزار فضائل ہیں تو کیا یہ بہتر نہ ہوتا؟ مناقب خوارزمی (۱) ہی میں ہے کہ مجھ (خوارزمی) سے امام، علامہ خوارزم ابوالقاسم محمود بن عمر زمخشری نے اپنے اسناد سے حسن سے روایت کی ہے کہ عمر بن خطاب کے پاس ایک دیوانی عورت لائی گئی جو زنا کے ذریعے حاملہ ہوئی تھی۔ عمر نے اسے سنگسار کرنا چاہا۔ علیؑ نے ان سے کہا کیا تم نے رسولؐ خدا کو کہتے نہیں سنا ہے۔ پوچھا کیا کہا ہے: کہا: رسولؐ خدا نے فرمایا تھا کہ تین سے قلم تکلیف ساقط ہے اور ان کو سزا نہیں دی جا سکتی ا۔ دیوانے کو جب تک اس کا دماغ صحیح نہ ہو جائے۔ ۲۔ بچے کو جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے۔ ۳۔ سوئے ہوئے کو جب تک وہ بیدار نہ ہو جائے۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سنتے ہی عمر نے اس عورت کو آزاد کر دیا۔ اسی کتاب (۲) میں ہے کہ حکومت عمر رضی اللہ عنہ میں ایک حاملہ عورت لائی گئی، عمر بن خطاب نے اس کے عمل کے بارے میں سوال کیا، اس نے اپنے غلط کام (زنا) کا اعتراف کیا، عمر نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا، راستے میں علیؑ سے اس کی ملاقات ہوگئی، آپ نے اس کے بارے میں پوچھا، جواب ملا عمر نے سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے، علی نے کہا اس کو پلٹاؤ اور آکر عمر سے پوچھا کہ کیا تم نے سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے، عمر نے جواب دیا ہاں میں نے ہی حکم دیا ہے کیونکہ اس نے میرے

ا۔ مناقب خوارزمی، ص۸۰، حدیث ۶۴۔

۲۔ مناقب خوارزمی، ص۸۱، حدیث ۶۵۔

سامنے اپنے گناہ کا اعتراف کیا ہے۔ علی نے کہا اس عورت نے گناہ کیا ہے، اس کے شکم میں موجود بچے کا کیا گناہ ہے؟ اس کے بعد علی نے کہا لگتا ہے اس عورت سے ڈرا دھمکا کر اعتراف لیا گیا ہے۔ عمر نے کہا ایسا ہی ہے۔ علیؑ نے کہا کیا تم نے رسولؐ خدا سے نہیں سنا تھا کہ ایسوں کے اعتراف کا کوئی اعتبار نہیں ہے یہ سن کر عمر نے اس کو چھوڑ دیا مگر بول پڑے کہ علی بن ابی طالب جیسے کو پیدا کرنے سے عورتیں عاجز ہیں، اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا۔ مناقب خوارزمی (۱) ہی میں ابن عباس سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: انا مدينة العلم و علي بابها فمن اراد العلم فليات الباب، یعنی میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے جو علم چاہتا ہے وہ دروازہ سے آئے۔ خوارزمی (۲) ہی نے ابوحمراء سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو چاہتا ہے کہ آدم کو ان کے علم میں، نوح کو ان کے فہم میں، یحییٰ بن زکریا کو ان کے زہد میں اور موسیٰ بن عمران کو ان کی ہیبت و صولت میں دیکھے وہ علی بن ابی طالب کی طرف نگاہ کرے، اس حدیث کے بارے میں احمد بن حسین بیہقی کا کہنا ہے کہ اس حدیث کو میں نے صرف انھیں اسناد سے لکھا ہے اور بیہقی نے فضائل الصحابہ سے متعلق اپنی کتاب میں اپنے اسناد سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو علم آدم، تقوائے نوح، حلم ابراہیم، ہیبت موسیٰ اور عبادت عیسیٰ کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن ابی طالب کی طرف نظر کرے، لہذا اس حدیث میں جو صفات، انبیاء میں تھے وہی علی کے لئے بھی ثابت ہوئے البتہ اس فرق کے ساتھ کہ وہ صفات دوسروں میں جدا جدا تھے مگر علی میں وہ سب اکٹھا ہو گئے تھے''۔ (۳)

احوال و آثار

ابوالحسن علی بن عیسیٰ بن ابی الفتح اربلی جن کی کتاب ''کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ'' سے میں نے مذکورہ بالا مطالب نقل کئے ہیں، وہ بڑی عظیم شخصیت کے مالک ہیں، اجلہ اہلسنت نے ان کی تعریف و توصیف کی

ا۔ مناقب خوارزمی، ص۸۲، حدیث ۶۹۔

۲۔ مناقب خوارزمی، ص۸۳، حدیث ۷۰۔

۳۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، ج۱، ص۱۱۲۔۱۱۳۔

ہے جن میں ایک نامور اہلسنت عالم محمد بن شاکر کتبی ہیں جنھوں نے اپنی کتاب ''فوات الوفیات'' میں لکھا ہے:

''صاحب بہاء الدین علی بن عیسیٰ بن ابی الفتح ابن امیر فخر الدین اربلی، منشی اور دیوان کے کاتب تھے۔ وہ صاحب منصب، صاحب دیوان شعراور صاحب رسالہ تھے۔ وہ پہلے والی اربل کے کاتب تھے پھر علاء الدین کے زمانے میں بغداد میں انشاء کے ملازم ہوئے مگر بعد میں حکومتی ملازمتوں سے کنارہ کشی کی اور ۶۹۲ھ تک جو مرنے کا سال ہے ان کی طرف رخ تک نہیں کیا۔ وہ حسن خو وحسن خلق کے حامل تھے، ان میں تشیع کی بو آتی تھی۔ ان کے باپ اربل کے والی تھے۔ ''المقامات الاربع'' ''رسالۃ الطیف'' وغیرہ بہاء الدین کی تالیفات ہیں۔ انھوں نے مرتے وقت بیس لاکھ درہم چھوڑے تھے جنھیں ان کے بیٹے ابوالفتح نے نابود کر کے فقری زندگی گزاری تھی'' (۱)

۲۔ زین الدین محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی نے اپنی کتاب (۲) میں احمد بن حنبل اور ابن بطہ سے حدیث تشبیہ کی روایت کی ہے جیسا کہ روایت احمد (نمبر۲) میں بیان کیا گیا۔

۳۔ ابن بطریق حلی نے حدیث تشبیہ کی ابوالحسن ابن مغازلی سے روایت کی ہے۔ وہ اپنی کتاب ''العمدہ'' میں لکھتے ہیں:

''ابن مغازلی کا بیان ہے کہ ہم سے احمد بن محمد بن عبدالوہاب نے بیان کیا انھوں نے حسین بن محمد بن حسین عدل علوی واسطی سے انھوں نے محمد بن محمود سے انھوں نے ابراہیم بن مہدی اربلی سے انھوں نے ابراہیم بن سلیمان بن رشید سے انھوں نے زید بن عطیہ سے انھوں نے ابان بن فیروز سے اور انھوں نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا:
من اراد ان ینظر الی علم آدم و فقه نوح فلینظر الی علی بن ابی طالب'' (۳)

۱۔ فوات الوفیات، ج۳، ص۵۷، نمبر۳۴۷۔
۲۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج۳، ص۳۰۶۔
۳۔ العمدہ، ص۳۶۹، حدیث ۷۲۵۔

جو علم آدم اور فہم نوح کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن ابی طالب کی طرف نظر کرے۔

۴۔ حسن بن محمد بن سہی حلی نے ''الانوار البدریۃ فی کشف شبہ القدریۃ'' میں عمر بن محمد بن خضر معروف بہ ملا کی کتاب ''وسیلۃ المتعبدین'' سے حدیث تشبیہ کی روایت کی ہے۔

۵۔ علامہ مجلسی نے ''بحار الانوار'' میں ابن شہر آشوب کی وہ عبارت نقل کی ہے جس میں انھوں نے احمد بن حنبل اور ابن بطہ سے حدیث تشبیہ کی روایت کی ہے۔

لہذا محدث دہلوی (مولف تحفہ) کا حدیث تشبیہ کی صرف شیعوں کی طرف نسبت دینا اور سنیوں کے نقل کرنے سے انکار کرنا غلط بات ہے کیونکہ شیعوں نے جہاں اپنے اسناد سے اس حدیث کی روایت کی ہے وہیں اہلسنت کو قانع کرنے کے لئے ان کی کتابوں سے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ اسی طرح محدث دہلوی کے لئے شائستہ تھا کہ وہ اس حدیث کے سارے طرق یا اکثر طرق کو بیان کرتے یا کم سے کم ایک طریق تو بیان کرتے۔

محدث دہلوی: اس حدیث سے استدلال اور اس کے مقدمات اول سے آخر تک غلط ہیں اور یہ بات ہر فرد آگاہ پر واضح ہے۔

میر حامد حسین: اس استدلال کو غلط وہی کہے گا جس کے عقل وخرد کی بنیادیں وسوسوں کی وجہ سے کمزور ہو چکی ہوں، ورنہ عقل سلیم رکھنے والا مخاطب (مولف تحفہ) کی باتوں پر اصلاً کان نہیں دھرے گا۔ بارگاہ معبود میں دست بہ دعا ہوں کہ سب کی راہ راست کی ہدایت کرے کیونکہ وہی جانشین پیغمبرؐ کے بغض وعناد سے بچا سکتا ہے۔

محدث دہلوی: سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یہ حدیث (تشبیہ) اہلسنت کی حدیث نہیں ہے۔

میر حامد حسین: بڑی تعجب خیز بات کہی! کیا عبدالرزاق، احمد بن حنبل، ابو حاتم، ابن شاہین، ابن بطہ، حاکم، ابن مردویہ، ابونعیم، بیہقی، ابن مغازلی، شیرویہ دیلمی، سنائی، عطار، شہردار دیلمی، اخطب خوارزم، رضی الدین طالقانی، صالحانی، ابن طلحہ، محمد بن یوسف گنجی، محب طبری، سید علی ہمدانی، امیر ملا، شہاب الدین دولت آبادی، ابن صباغ مالکی، میر حسین میبدی، عبدالرحمٰن صفوری، ابراہیم وصابی، جمال الدین محدث، احمد بن فضل باکثیر مکی، میرزا محمد بدخشانی، محمد صدر عالم اور محمد بن اسماعیل وغیرہ اہلسنت کے جید علماء میں نہیں ہیں

جنہوں نے حدیث تشبیہ کی روایت کی ہے؟

اب اگر یہ سب کے سب اہلسنت سے خارج اور گمراہوں اور بدعت گزاروں کے دستے میں داخل ہوجائیں تو پھر شاہ صاحب (محدث دہلوی مولف تحفہ) کے والد (شاہ ولی اللہ دہلوی) جنہیں انھوں نے آیت الٰہی اور معجزۂ نبویؐ سے تعبیر کیا ہے۔ یا وہ بھی اہلسنت سے خارج اور گمراہوں اور بدعت گزاروں کے دستے میں داخل ہوجائیں گے؟! اور جب سب کے سب اہلسنت سے نہ ہوں گے تو عبدالقادر عجیلی اور مولوی ولی اللہ لکھنوی جیسے شاہ صاحب کے ہم عصر علماء بھی اس سے خارج ہوجائیں گے، اور جب یہ سب کے سب دائرۂ اہلسنت سے خارج ہوجائیں گے تو وہ افراد بھی اس سے چھوٹ جائیں گے جو مذکورہ افراد کے ثنا خواہ اور توثیق کنندگان ہیں؟ کیونکہ عمل کی تائید کرنے والا عامل ہی جیسا ہوتا ہے اس صورت میں شاہ صاحب (مولف تحفہ) ہی بچ جائیں گے! مگر چونکہ انھوں نے بھی ان افراد کی مدح وثنا کی ہے اس لئے وہ بھی اس جماعت سے چھوٹ جائیں گے۔ پھر تو کوئی بھی سنی نہیں بچ پائے گا اور مذہب اہلسنت نیست ونابود ہوجائے گا! **و لا یحیق المکر السیئ الا باھلہ** (بری تدبیر کی بازگشت بری تدبیر کرنے والے ہی کی طرف ہوتی ہے۔ فاطر/۴۳)

محدث دہلوی: یہ حدیث اہلسنت کی حدیث نہیں ہے، ابن مطہر حلی (معروف بہ علامہ حلی) نے اس کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس روایت (حدیث تشبیہ) کی کبھی بیہقی کی طرف نسبت دی ہے تو کبھی بغوی کی طرف جب کہ ان کی کتابوں میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔

میر حامد حسین: علامہ حلی پہلے شخص نہیں ہیں جنہوں نے یہ حدیث نقل کی ہے بلکہ جیسا کہ بیان ہوا کہ ان سے پہلے ہمارے دیگر علماء نے بھی اس حدیث تشبیہ کو نقل کیا ہے جیسے اربلی نے "کشف الغمۃ" میں، ابن شہر آشوب نے "مناقب آل ابی طالب" میں، ابن بطریق نے "العمدۃ" میں اس حدیث کو بیان کیا ہے، لہذا صرف علامہ حلی کی طرف اس حدیث کو نقل کرنے کی نسبت دینا، نصر اللہ کابلی (مؤلف الصواقع جس کا تحفہ اثنا عشریہ چربہ ہے) کی تقلید کے سوا کچھ نہیں ہے۔ علامہ حلی نے "منہاج الکرامۃ فی الامامۃ" میں اعلمیت امیر المومنینؑ میں بیہقی سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"عن البیھقی فی کتابہ باسنادہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من

اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ، والی نوح فی تقواہ، والی ابراھیم فی خلتہ، والی موسیٰ فی ھیبتہ، والی عیسیٰ فی عبادتہ، فلینظر الی علی بن ابی طالب"

بیہقی نے اپنی کتاب میں اپنے اسناد سے رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: جو علم آدم، تقوائے نوح، خلت ابراہیم، ہیبت موسیٰ اور عبادت عیسیٰ کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن ابی طالب کی طرف دیکھے۔

علامہ حلی نے اس حدیث کو بیہقی سے اپنی کتاب "نہج الحق" میں بھی نقل کیا ہے، لہذا یقینا بیہقی نے اس کی روایت کی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اکابر علماء اہلسنت جیسے خطیب (۱) خوارزمی، محمد بن طلحہ شافعی (۲)، ابن صباغ مالکی (۳)، حسین میبدی "الفواتح شرح دیوان علیؑ" میں، بدخشانی "مفتاح النجا" میں اور عجیلی "ذخیرۃ المآل" میں کیوں بیہقی سے اس حدیث (تشبیہ) کو نقل کرتے۔ اور بدخشانی تو شاہ صاحب (مولف تحفہ) کے ممدوح اور ان کی روایتیں ان کی نظر میں مقبول ہیں اور شاہ صاحب کے شاگرد فاضل رشید کے بقول بدخشانی عین الاعیان وعظمائے اہلسنت سے ہیں لہذا اگر شاہ صاحب کسی اور کی بات نہ مانیں تو انھیں بدخشانی کی بات تو ماننی ہی پڑے گی جنہوں نے بیہقی کے حدیث تشبیہ کی روایت کرنے کا اعتراف کیا ہے۔

۱۔ مناقب خوارزمی، ص۸۳، حدیث۷۰۔

۲۔ مطالب السؤل، ص۹۷۔

۳۔ الفصول المھمۃ، ص۱۲۳۔

ابن تیمیہ کا روایت بیہقی کا اعتراف

بڑے تعجب کی بات ہے کہ شاہ صاحب نے کتب فریقین پر تسلط کا دعویٰ تو کیا مگر انھیں ان کتابوں کا پتہ بھی نہیں تھا جن سے میں نے حدیث تشبیہ نقل کی ہے، بلکہ بڑے اعتماد سے کہا کہ بیہقی کی کتابوں میں حدیث تشبیہ کا وجود نہیں ہے۔ اے کاش وہ کہتے کہ میں نے بیہقی کے تصانیف میں یہ حدیث نہیں دیکھی اور اس سے یہ سمجھانے کی کوشش کرتے کہ چونکہ بیہقی کی ساری کتابیں نہیں دیکھیں لہذا ان کتابوں میں اس حدیث کی مجھے خبر نہیں ہے لیکن بیہقی کی کتابوں میں اس حدیث کے وجود سے انکار کرنا کذب محض ہے جو ایک عام انسان کے شایان شان نہیں ہے چہ جائیکہ ایک اہل فضل کے لئے مگر یہ کہ شاہ صاحب کے طرفدار یہ کہیں کہ انھوں نے (مولف تحفہ) نے بیہقی کی کتابوں میں حدیث تشبیہ کے وجود سے انکار کیا ہے نہ کہ اصل حدیث سے۔

کیسے کوئی روایت بیہقی سے انکار کرسکتا ہے جب کہ ابن تیمیہ ان سارے تعصبات کے باوجود کتاب بیہقی میں حدیث تشبیہ کے وجود سے انکار نہ کرپائے کیونکہ وہ اچھی طرح جان رہے تھے کہ یہ حدیث ان کی کتاب میں ہے اسی لئے وہ تضعیف بیہقی میں سرجوڑ کے لگ گئے اور پوری کوشش کی کہ چہرۂ بیہقی کو خراب کردیں۔ ابن تیمیہ، علامہ حلی کے جواب میں جنھوں نے افضلیت امیرالمومنین میں حدیث تشبیہ سے استناد کیا تھا، لکھتے ہیں:

"سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس حدیث کی سند ہے کہاں؟ اس لئے کہ بیہقی اور ان جیسے محدثین کی عادت تھی کہ وہ فضائل میں ضعیف حدیثیں بلکہ جعلی حدیثیں نقل کرتے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ محدثین کی نظر میں یہ حدیث جھوٹی ہے جس کی رسول خدا کی طرف غلط نسبت دی گئی ہے اسی لئے وہ حضرات باوجودیکہ فضائل علی میں جمع حدیث میں لگے ہوئے تھے پھر بھی انھوں نے اس حدیث کو ذکر نہیں کیا جیسے نسائی جنھوں نے فضائل علی میں "الخصائص" نامی مستقل کتاب لکھی یا ترمذی نے ان (علیؑ) کے فضائل میں متعدد ضعیف بلکہ جعلی حدیثیں بیان کیں مگر انھوں نے حدیث تشبیہ اور اس جیسی حدیث کا تذکرہ نہیں کیا"۔(۱)

۱۔ منہاج السنہ، ج ۳، ص ۱۲۸۔

آپ نے دیکھا کہ ابن تیمیہ نے حدیث تشبیہ کے ضعیف یا جعلی ہونے کو تو کہا اور بیہقی اور ان جیسے محدثوں کو احادیث ضعیف وجعلی کی روایت کرنے سے تو متہم کیا مگر کتاب بیہقی میں اس حدیث کے ہونے سے انکار نہ کرسکے نہ ہی اس کو شعراء کی تشبیہات کہا البتہ اس حدیث (تشبیہ) کی جان لینے کے پیچھے پڑ گئے، لیکن شاہ صاحب ہیں جنھوں نے اس حدیث کو باطل کرنے کی بھی کوشش کی، حدیث کی شعراء کی تشبیہات سے تعبیر بھی کیا اور کتاب بیہقی بلکہ سارے کتب اہلسنت میں، خواہ بسند ضعیف اس حدیث کے وجود سے انکار بھی کر بیٹھے۔

حقیقت یہ ہے کہ ابن تیمیہ نے بیہقی کے بارے میں جو یہ کہا کہ وہ ضعیف بلکہ جعلی حدیثیں نقل کرتے تھے اور بغیر دلیل کے اس حدیث کو جعلی کہا ہے تو اس کے جواب کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ انھوں (بیہقی) نے عہد کیا تھا کہ جس حدیث کے جعلی ہونے کو جان جائیں گے انھیں نقل نہیں کریں گے، اور دیگر علماء نے ان کے اس عہد کی تائید بھی کی ہے اسی لئے ان سے مروی حدیث کے جعلی ہونے سے انکار کیا ہے۔ ابن تیمیہ کے اس فقرے پر بہت تعجب ہوتا ہے کہ "فضائل علی میں ضعیف بلکہ جعلی حدیثیں بیان کرنے والے محدثین نے بھی حدیث تشبیہ کی روایت نہیں کی ہے" گویا ان کی نظر میں بیہقی ان محدثین میں نہیں تھے جنھوں نے اس حدیث کی روایت کی ہے؟ بیہقی کے بارے میں ممتاز علماء اہلسنت کے بیانات ابن تیمیہ کے نظریہ کو غلط ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

بیہقی اور ان کی شخصیت

۱۔ خطیب تبریزی: "انی اذا اسندت الحدیث الیهم کانی اسندت الی النبی صلی الله علیه وسلم "(۱)

جب میں ان میں سے (کہ ان میں بیہقی بھی ہیں) کسی کی طرف کسی حدیث کی نسبت دوں تو گویا اس کی نبی کی طرف نسبت دے رہا ہوں۔

۱۔ المرقاۃ فی شرح المشکاۃ، ج ۱، ص ۸۱، خطبۃ الکتاب۔

۲۔ یاقوت حموی لکھتے ہیں:

''اس سرزمین (بیہق) پر بے شمار فضلاء، علماء، فقہاء اور ادباء پیدا ہوئے۔ یہاں کی اکثریت غالی رافضیوں کی ہے۔ یہاں کے مشہور ائمہ میں امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ بیہقی ہیں جو خسروجرد کے رہنے والے اور مشہور کتابوں کے مصنف ہیں۔ وہ امام، حافظ ،فقیہ اصولی، متقی و پرہیزگار، حفظ و اتقان میں یگانۂ عصر اور بہت بڑے دیندار تھے۔ بیہقی کا حاکم نیشاپوری کے بزرگ شاگردوں میں شمار ہوتا ہے۔ انھوں نے حاکم سے بہت زیادہ حدیثوں کی روایت کی، یہاں تک کہ بعض علوم میں ان پر سبقت لے گئے اور یگانۂ عصر بن گئے ۔انھوں نے عراق کا سفر کیا اور وہاں کے چپہ چپہ کی خاک چھانی اور ایک ہزار بے نظیر کتابیں تصنیف کیں۔ ''کتاب المعرفۃ'' کی سماع کے لئے انھیں نیشاپور دعوت دی گئی چنانچہ ۴۴۱ھ میں وہاں پہنچے اور جمادی الاول ۴۵۸ھ تک وہیں قیام کیا اور اسی سال وہاں انتقال کیا۔ کتاب المبسوط، کتاب السنن، کتاب معرفۃ علوم الحدیث، کتاب دلائل النبوۃ، کتاب مناقب الشافعی، کتاب البعث والنشور، کتاب الآداب، کتاب فضائل الصحابۃ، کتاب الاعتقاد اور کتاب فضائل الاوقات ان کی تالیفات ہیں''(۱)

۳۔ سمعانی لکھتے ہیں:

''حافظ ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن موسیٰ بن عبیداللہ بیہقی، امام، فقیہ اور حافظ تھے۔ انھوں نے معرفۃ الحدیث اور فقہ کو جمع کیا اور نصوص شافعی کی تلاش کی اور انھیں کتاب المبسوط میں جمع کیا۔ حدیث میں ان کے استاد حاکم نیشاپوری اور فقہ میں ابوالفتح ناصر بن محمد عمر مرقدی استاد تھے۔ انھوں نے بہت زیادہ حدیثوں کا سماع کیا اور ایسی کتابیں لکھیں کہ اُن جیسی نہیں لکھی گئی تھیں۔ وہ شہرت کی حامل اور لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ میں نے ان کی کتابوں میں کتاب السنن الکبیر، کتاب السنن الصغیر، کتاب معرفۃ الآثار والسنن، دلائل النبوۃ، کتب شعب الایمان ،کتاب الاسماء والصفات، کتاب البعث والنشور، کتاب الزھد الکبیر، کتاب الدعوات الکبیرۃ،

۱۔ معجم البلدان، ج۱، ص۶۳۹، نمبر۲۳۹۶۔

الدعوات الصغیرۃ، کتاب القدر، کتاب الاعتقاد اور کتاب فضائل الاوقات وغیرہ کا سماع کیا اور ان کے دس شاگردوں سے ملاقات کی جنہوں نے مجھ سے ان کی حدیثیں بیان کیں۔ وہ شعبان ۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۵۸ھ میں وفات پائے''(۱)

۳۔ ابن خلکان لکھتے ہیں:

''ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن عبداللہ بن موسی بیہقی خسروجردی شافعی فقیہ، حافظ کبیر، یگانۂ روزگار اور مختلف علوم و فنون میں فرد فرید تھے۔ وہ حدیث میں حاکم نیشاپوری کے ممتاز شاگردوں میں تھے بلکہ بعض علوم میں ان پر فوقیت رکھتے تھے۔ ابوالفتح ناصر بن محمد عمری مروزی سے فقہ کی کتابیں پڑھیں مگر حدیثی ذوق ان پر غالب ہوگیا اور اسی میں انھیں شہرت مل گئی۔ حصول حدیث کی خاطر عراق، جبال اور حجاز کا سفر کیا اور خراسان میں وہاں کے علماء سے سمع حدیث کیا۔ پھر تالیف و تصنیف میں مشغول ہوگئے اور ایک ہزار جز کتابیں لکھیں۔ سب سے پہلے ان ہی نے نصوص شافعی کو دس جلدوں میں جمع کیا۔ السنن الکبریٰ، السنن الصغیر، دلائل النبوۃ، السنن والآثار، شعب الایمان، مناقب الشافعی اور مناقب احمد بن حنبل وغیرہ ان کی مشہور تصنیفیں ہیں۔ وہ تھوڑے سے مال دنیا پر قانع تھے۔ امام الحرمین نے ان کے بارے میں کہا تھا کہ شافعیوں پر شافعی کا احسان ہے اور شافعی پر بیہقی کا احسان ہے۔ سب سے زیادہ انھیں نے مذہب شافعی کو پروان چڑھایا۔ نشر علم کے لئے انھیں نیشاپور آنے کی دعوت دی گئی جس کو انھوں نے قبول کیا اور وہاں منتقل ہوگئے۔ وہ اسلاف کی سیرت پر عمل کرتے تھے۔ ظاہر شحامی، محمد فراوی اور عبدالمنعم قشیری جیسے بزرگان نے ان سے اخذ حدیث کیا تھا۔ شعبان ۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۰ جمادی الاولیٰ ۴۵۸ھ کو وفات پائے تھے''(۲)

۴۔ ذہبی لکھتے ہیں:

''ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن موسیٰ خسروجردی بیہقی خراسانی حافظ، علامہ، ثبت، فقیہ اور شیخ

۱۔ الانساب، ج۲، ص۳۸۱، مادہ بیہقی۔

۲۔ وفیات الاعیان، ج۱، ص۷۶، نمبر۲۸۔

الاسلام تھے۔ وہ شعبان ۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے اور بڑی مفید کتابیں تصنیف کیں جب کہ ان کے پاس نہ سنن نسائی تھی، نہ سنن ابن ماجہ نہ ہی جامع ابی عیسیٰ ترمذی البتہ ان کے پاس حاکم اور سنن ابی داؤد تھے۔ علی ناصر عمری سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور تمام درس کے بعد تصنیف و تالیف میں مشغول ہوگئے۔ السنن الکبریٰ دس جلدوں میں، کتاب السنن والآثار چار جلدوں میں، کتاب الاسماء والصفات دو جلدوں میں، کتاب المعتقد ایک جلد میں، کتاب النعت ایک جلد میں، کتاب الترغیب والترھیب ایک جلد میں، کتاب الدعوات ایک جلد میں، کتاب الزھد ایک جلد میں، کتاب الخلافیات تین جلدوں میں، کتاب نصوص الشافعی دو جلدوں میں، کتاب المدخل الی السنن ایک جلد میں، کتاب الآداب ایک جلد میں، کتاب فضائل الاوقات ایک جلد میں، کتاب الاربعین الکبریٰ ایک جلد میں، کتاب الاربعین الصغریٰ و کتاب الاربعین و کتاب الرویۃ ایک جز میں، کتاب الاسراء و کتاب مناقب الشافعی ایک جلد میں، کتاب مناقب احمد ایک جلد میں، کتاب فضائل الصحابۃ ایک جلد میں اور کچھ اور ان کی کتابیں ہیں جن کا نام مجھے یاد نہیں ہے۔ حافظ عبدالغافر بن اسماعیل نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ بیہقی علماء کی سیرت پر عمل کرتے تھے، تھوڑے سے مالِ دنیا پر قانع تھے اور زہد و ورع سے آراستہ تھے۔ نیز انھوں نے لکھا ہے: وہ حافظ، فقیہ، اصولی، متقی و پرہیزگار، حفظ میں یگانۂ عصر، اتقان وضبط حدیث میں فرد فرید اور حاکم نیشاپوری کے ممتاز شاگردوں میں تھے بلکہ بعض علوم میں ان پر فوقیت حاصل کر چکے تھے۔ وہ بچپنے ہی میں اخذ و حفظ حدیث میں مشغول ہو گئے تھے پھر فقہ و اصول کی تعلیم حاصل کی اور پھر عراق و جبال و حجاز کا سفر کیا تھا اور ایک ہزار جز کتابیں ایسی لکھیں جن کی نظیر نہیں تھی۔ انھوں نے علم حدیث، فقہ اور بیان علل حدیث کو جمع کیا اور جب سمع کتاب کے لئے ائمہ حدیث نے انھیں بیہق سے نیشاپور آنے کی دعوت دی تو ۴۴۱ھ میں نیشاپور آئے اور ان کی کتاب المعرفۃ کے سماع کے لئے ایک نشست کا انتظام کیا گیا جس میں ائمہ حدیث حاضر ہوتے تھے شیخ القضاۃ ابو علی اسماعیل بن بیہقی کا بیان ہے کہ میرے باپ نے کہا کہ جب میں نے کتاب المعرفۃ میں السنن والآثار کو لکھنا شروع کیا اور بعض بحثوں کو

تمام کیا تو فقیہ محمد بن احمد جو سچے اور کثرت سے تلاوت قرآن کرنے والے میرے شاگرد ہیں نے بتایا کہ میں نے خواب میں (امام) شافعی کو دیکھا جن کے ہاتھوں میں اس کتاب کے اجزاء تھے اور وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے کتاب الفقیہ سے سات اجزاء لکھے یا کہا کہ میں نے سات اجزاء کا مطالعہ کیا قابل تعریف کتاب ہے۔ اسی دن صبح کے وقت ایک اور شافعی فقیہ کو دیکھا جو جامع مسجد کے تخت پر بیٹھے کہہ رہے تھے کہ آج میں نے فلاں فلاں حدیث کتاب الفقیہ سے حاصل کی۔ نیز ہم سے میرے باپ نے بیان کیا کہ میں نے حافظ فقیہ ابا محمد حسن بن احمد سمرقندی کو کہتے سنا کہ میں (سمرقندی) نے فقیہ محمد بن عبدالعزیز مروزی کو کہتے سنا کہ میں نے خواب میں ایک نورانی تابوت کو آسمان کی طرف جاتے دیکھا، پوچھا یہ کیا ہے جواب ملا یہ بیہقی کی تصنیفیں ہیں۔ شیخ القضاۃ کا بیان ہے کہ یہ تینوں باتیں میں نے مذکورہ تینوں افراد سے سنیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ خواب سچے ہیں اور بیہقی کی تصنیفیں بڑی عظمت کی حامل ہیں، بہت کم افراد نظر آئیں گے جن کی کتابیں بیہقی کی پایہ کی ہوں گی، لہذا عالم دین کے لئے سزاوار ہے کہ ان کی کتابوں خاص طور سے السنن الکبریٰ پر خاص دھیان دے۔ بیہقی اپنے مرنے سے ایک سال یا اس سے تھوڑا زیادہ پہلے نیشاپور آئے اور بہت زیادہ طلباء نے ان کی کتابوں کا سماع کیا اور پھر وہ کتابیں عراق و شام اور دیگر علاقوں میں منتقل ہوئیں۔ حافظ ابو القاسم دمشقی ان کتابوں سے خاص دلچسپی رکھتے تھے اور ان کو شاگردان بیہقی سے سماع کیا تھا اور وہ اور ابوالحسن مرادی انھیں دمشق منتقل کئے تھے۔ ہم تک امام الحرمین ابی المعالی جوینی کا یہ بیان منتقل ہوا ہے کہ کوئی شافعی فقیہ ایسا نظر نہیں آئے گا جس پر شافعی کا احسان نہ ہو سوائے ابو بکر بیہقی کے کہ ان کا شافعی پر احسان ہے کیونکہ انھوں نے اپنی کتاب سے مذہب شافعی کی مدد کی۔ میں کہتا ہوں کہ ابوالمعالی نے صحیح بات کہی تھی کیونکہ اگر بیہقی چاہتے تو وہ خود ایک مذہب بنا سکتے تھے وسعت علمی اور اختلافِ نظریات سے آشنائی کی بنیاد پر، اسی وجہ سے جو مسائل احادیث کی بنیاد پر تھے ان کا اچھی طرح دفاع کیا تھا۔ چوہتر سال گزار کر ۱۰ جمادی الاولیٰ ۴۵۸ھ کو اس دنیا سے رخصت ہوئے اور غسل و کفن کے بعد ان کے جنازے کو خسروجرد منتقل

کیا گیا جہاں وہ دفن ہوئے" (۱)

ذہبی نے تذکرہ میں اسی تفصیل سے لکھا ہے صرف مشائخ حدیث کو اس طرح بیان کیا ہے: امام، حافظ، علامہ شیخ خراسان ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن موسیٰ خسروجردی بیہقی نے ابوالحسن محمد بن حسین علوی، ابو عبداللہ حاکم، ابوطاہر بن محمش، ابوبکر بن فورک، ابوعلی رودباری، عبداللہ بن یوسف بن ناموسیہ، اباعبدالرحمٰن سلمی، بہت سارے خراسانی، ہلال بن محمد حفار، ابوالحسین بن شبران، ابن یعقوب ایادی، کچھ بغدادی، حسن بن احمد بن فراس، جناح بن بدیر اور کوفہ کی ایک جماعت سے سمع حدیث کیا تھا" (۲)

ذہبی نے عبر (۳) اور دول اسلام میں بھی وقائع ۴۵۸ھ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی حافظ، امام اور عالم خراسان سے توصیف کی ہے۔

ان کے علاوہ یافعی (۴)، سبکی (۵)، ابن اثیر (۶)، ابوالفداء (۷)، ابن وردی (۸)، اسنوی (۹)، ابن قاضی شہبہ (۱۰)، خطیب تبریزی (۱۱)، سیوطی (۱۲) عبدالحق دہلوی، مناوی، ملا علی قاری، زرقانی، شاہ عبدالعزیز دہلوی اور صدیق حسن خان نے ان کے بارے میں تفصیل سے لکھا بھی ہے اور حفظ و اتقان و امام و دیانت و ورع جیسے علمی و اخلاقی القاب والفاظ سے انھیں متصف بھی کیا ہے ان کی کتابوں کے بارے میں دیکھا گیا خواب جس کو ذہبی نے سچا خواب کہا ہے، ان کی کتابوں کی عظمت کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

لہذا ثابت ہوا کہ بیہقی نے فضائل میں ابن تیمیہ کے کہنے کے برخلاف نہ ضعیف حدیث کی روایت کی نہ ہی جعلی حدیث کی۔ حقیقت یہ ہے کہ جس نے بھی مناقب علی میں کسی حدیث کی روایت کی ابن تیمیہ کے حملوں کا شکار بنا خواہ اس کی شخصیت کتنی ہی معتبر کیوں نہ ہو جیسے عبدالرزاق صنعانی جنھوں نے حدیث تشبیہ کی بسند صحیح روایت کی ہے۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۸، ص ۱۶۹۔۱۶۳، نمبر ۸۶۔
۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۳، ص ۲۱۹، نمبر ۱۰۱۴۔
۳۔ العبر فی خبر من غبر، ج ۱، ص ۲۷۶۔
۴۔ مرآۃ الجنان وقائع ۴۵۸ھ، ج ۳، ص ۶۳۔
۵۔ طبقات الشافعیہ، ج ۴، ص ۸، نمبر ۲۵۰۔
۶۔ تاریخ کامل وقائع ۴۵۸ھ، ج ۸، ص ۳۷۷۔
۷۔ المختصر فی اخبار البشر وقائع ۴۵۸ھ، ج ۱، ص ۵۴۳۔
۸۔ تتمۃ المختصر فی اخبار البشر وقائع ۴۵۸ھ، ج ۱، ص ۳۶۰۔
۹۔ طبقات الشافعیہ، ص ۶۶، نمبر ۱۷۲۔
۱۰۔ طبقات الشافعیہ، ج ۱، ص ۲۲۰، نمبر ۱۸۲۔
۱۱۔ الاکمال فی اسماء الرجال، طبع المشکاۃ۔
۱۲۔ طبقات الحفاظ، ص ۳۵۲، نمبر ۹۸۱۔

اس کے علاوہ ابن تیمیہ کے اس بیان میں ضد و نقیض پایا جاتا ہے، کیونکہ انھوں نے بیہقی کو اس حدیث کو نقل کرنے کی وجہ سے (جس کو ابن تیمیہ جعلی سمجھ رہے تھے) محدثین کی فہرست سے خارج کرنے کے بعد کہا: محدثین نے اس لئے حدیث تشبیہ کو نقل نہیں کیا کہ یہ جعلی ہے اور پھر محدثین کی فہرست میں نسائی و ترمذی کا نام لیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ ان دونوں کی کتابیں ضعیف اور جعلی حدیثوں سے پاک ہیں مگر چونکہ وہ جان رہے تھے کہ ان دونوں کتابوں میں بھی فضائل و مناقب والی حدیثیں ہیں لہذا تعصب نے انھیں مجبور کیا کہ ضد و نقیض باتیں کہیں اسی لئے کہہ دیا کہ ان دونوں کی کتابوں میں بھی ضعیف بلکہ جعلی حدیثیں موجود ہیں!

جب ثابت ہو گیا کہ حدیث تشبیہ ان حدیثوں میں ہے جس کو بیہقی نے نقل کیا ہے تو علامہ حلی کا ان کی طرف نقلِ حدیث کی نسبت دینا صحیح ہوا جس کا مطلب یہ ہوا کہ شاہ صاحب کی بات غلط ہے۔ ثناء اللہ پانی پتی نے بھی شاہ صاحب کی طرح نصر اللہ کابلی کی تقلید کرتے ہوئے اس حدیث (تشبیہ) کے کتب بیہقی میں ہونے سے انکار کیا ہے۔ چنانچہ وہ "سیف المسلول" میں لکھتے ہیں:

"چھٹی حدیث جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا: جو علمِ آدم، تقوائے نوح، حلمِ ابراہیم، ہیبت موسیٰ اور عبادت عیسیٰ کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن ابی طالب کو دیکھے۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اہلسنت کی حدیث نہیں ہے۔ ابن مطہر حلی (علامہ حلی) نے اس کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی کہیں بیہقی کی طرف نسبت دی ہے تو کہیں بغوی کی طرف نقل کرنے کی نسبت دی ہے جب کہ یہ حدیث نہ بغوی کی کتابوں میں ہے نہ ہی بیہقی کی کتابوں میں"

بڑے تعجب کی بات ہے کہ "اتحاف النبلاء" کے بقول شاہ صاحب نے جس (ثناء اللہ پانی پتی) کو بیہقی زمان کا لقب دیا تھا اسے خود بیہقی کی باتوں کی خبر نہیں تھی، بیہقی زمان تو اسے کہنا چاہئے جس کو بیہقی کی ساری کتابوں کا علم ہونا چاہئے۔

غلط فکر کا غلط نتیجہ

جیسا کہ شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) نے حدیث تشبیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ "اس کو ابن مطہر (علامہ حلی) نے نقل کیا ہے اور اس کی کبھی بیہقی کی طرف نسبت دی ہے تو کبھی بغوی کی طرف جب کہ یہ حدیث اہلسنت کی حدیث ہی نہیں ہے" تو ایسا غلط فہمی کی وجہ سے کہا ہے کیونکہ علامہ حلی نے بغوی کی طرف اس حدیث کی

نسبت دی ہی نہیں ہے۔ علامہ حلی کی ''نہج الحق وکشف الصدق'' کی عبارت شاہ صاحب کی بات کے غلط ہونے کے لئے کافی۔ میں یہاں علامہ حلی کی پوری عبارت نقل کررہا ہوں:

"المطلب الثانی العلم و الناس کلهم بلا خلاف علی علی علیه السلام فی المعارف الحقیقة و العلوم الیقینیة والاحکام الشرعیة و القضایا النقلیة لانه کان فی غایة الذکاء والحرص علی التعلم و ملازمته لرسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم و هو اشفق الناس علیه لا ینفک عنه لیلاً و نهاراً فیکون با الضرورة اعلم من غیره و قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم فی حقه اقضاکم علیّ ، و القضا یستلزم العلم والدین وروی الترمذی فی صحیحة ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: انا مدینة العلم و علی بابها و ذکر البغوی فی الصحاح ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: انا دار الحکمة و علی بابها و. و فیه عن ابی الحمراء ،قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من اراد ان ینظر الی آدم فی علمه و الی نوح فی فهمه و الی یحییٰ بن زکریا فی زهده و الی موسیٰ بن عمران الی بطشه فلینظر الی علی بن ابی طالب . وروی بیهقی باسناده الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من اراد ان ینظر الی آدم فی علمه و الی نوح فی تقوٰه و الی ابراهیم فی حلمه و الی موسیٰ فی هیبته و الی عیسیٰ فی عبادته فلینظر الی علی بن ابی طالب" (۱)

دوسرا مطلب علم کے بارے میں ہے۔ معارف حقیقی، علوم یقینی احکام شرعی اور قضایائے نقلیہ میں سب کے سب علی کے نمک خوار ہیں کیونکہ ذکاوت وتعلم علم میں ان سے بڑھ کر کوئی نہیں تھا۔ وہی شب وروز رسولؐ خدا کے ساتھ ساتھ رہتے تھے اور حضرت آپ ہی پر سب سے زیادہ مہربان رہتے تھے جس کا لازمہ یہ ہے کہ

۱۔ نہج الحق وکشف الصدق، ص ۲۳۵۔

آپ ہی سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ رسولؐ خدا نے آپ کے بارے میں فرمایا تھا: تم میں سب سے بہترین قضاوت کرنے والا علی ہے اور صحیح قضاوت بغیر علم وتدین کے ممکن نہیں ہے۔ اور ترمذی نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے اور بغوی نے صحاح میں نقل کیا ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے، اور علیؑ ہی کے بارے میں ابوحمراء سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو علمِ آدم، فہم نوح، زہد یحییٰ بن زکریا اور ہیبت وصولتِ موسیٰ بن عمران کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن ابی طالب کی طرف نگاہ کرے۔ اور بیہقی نے اپنے اسناد سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو چاہتا ہے کہ آدم کو ان کے علم میں، نوح کو ان کے تقوا میں، ابراہیم کو ان کے حلم میں، موسیٰ کو ان کی ہیبت میں اور عیسیٰ کو ان کی عبادت میں دیکھے وہ علی بن ابی طالب کی طرف نگاہ کرے۔

آپ نے دیکھا کہ علامہ حلی نے اس عبارت میں حدیث تشبیہ کی بغوی کی طرف نسبت ہی نہیں دی پھر کس طرح شاہ صاحب وغیرہ نے کہہ دیا کہ ابن مطہر (علامہ حلی) نے حدیث تشبیہ کی کبھی بیہقی کی طرف تو کبھی بغوی کی طرف نسبت دی ہے؟ بات یہ ہے کہ مذکورہ بالا عبارت میں علامہ حلی نے بغوی کی صحاح سے حدیث انا دار الحکمة وعلی بابها کونقل کرنے کے بعد لکھا: و فیه عن ابی الحمراء قال قال رسول اللّٰه من اراد .... یعنی اور انھیں کے بارے میں (وفیہ) ابوحمراء سے مروی ہے مگر شاہ صاحب وغیرہ لفظ ''وفیہ'' میں ضمیر بجائے حضرت علیؑ کی طرف لے جانے کے بغوی کی طرف لے گئے یعنی بغوی نے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا جو چاہتا ہے... اب یہ کیسے معلوم ہو کہ شاہ صاحب وغیرہ کی بات صحیح ہے (یعنی یہ کہ بغوی نے روایت کی ہے) یا غلط تو ان کی بات کے غلط ہونے کو یہ عبارت ثابت کرتی ہے وقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی حقه اقضاکم علی ''یعنی رسولؐ خدا نے ان (علی) کے بارے میں فرمایا علی ہی تم میں سب سے بہترین قضاوت کرنے والا ہے تو جس طرح ''فی حقہ'' میں ''ہ'' کی ضمیر حضرت علیؑ کی طرف پلٹ رہی ہے اسی طرح ''وفیہ'' میں ''ہ'' کی ضمیر حضرت علیؑ کی طرف پلٹے گی۔ اور ابوالحمراء کی یہ روایت وہی ہے جس کو خطیب خوارزمی نے مناقب امیر المومنین (۱) میں نقل کیا ہے گرچہ علامہ حلی نے یہاں خطیب خوارزمی کا ذکر نہیں کیا ہے مگر ان سے پہلے اربلی نے ''کشف الغمہ'' میں اس کو

۱۔ مناقب خوارزمی، ص ۸۳، حدیث ۷۰۔

خطیب خوارزمی سے نقل کیا ہے۔

علامہ حلی، علماء اہلسنت کی نظر میں

۱۔ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی حنفی "نقود و ردود" میں لکھتے ہیں:

"ابن حاجب کی "منتہی السؤل والامل" کی دس شرحوں کا مجھے علم ہے ان میں سات شرحیں عالمی شہرت کی حامل ہیں اور ان کے مؤلفین حقیقت میں اکابر فضلاء میں ہیں اور وہ مولی الاعظم شیخ الدنیا قطب الدین شیرازی قدس نفسہ، مولی السید رکن الدین موصلی روح رمسہ، مولی الشیخ جمال الدین حلی طابت تربتہ، مولی القدوۃ زین الدین خنجی زیدت درجتہ، مولی العلامۃ شمس الدین اصفہانی نور اللہ مضجعہ، مولی الافضل بدر الدین تستری عطرھم مھجہ اور مولی الاعلم شمس الدین خلخی طیب مریعہ ہیں۔ یہی وہ علماء کرام ہیں جنہوں نے اس کی شرحیں کی ہیں"۔

مذکورہ عبارت میں بابرتی حنفی نے علامہ حلی کو "مولی الشیخ" سے یاد کیا ہے، "طابت تربتہ" سے ان کے حق میں دعا دی ہے، علماء کرام اور اکابر فضلاء میں انھیں شمار کیا ہے اور علامہ حلی کی شرح کو شرح قطب شیرازی اور شرح رکن الدین موصلی کی طرح شرح خنجی، شرح شمس الدین اصفہانی، بدر الدین تستری اور شرح خلخی پر فوقیت دی ہے۔

بابرتی حنفی جنہوں نے علامہ حلی کی تعریف و تمجید کی ہے وہ بڑی عظمت کے حامل تھے سیوطی (۱)، داؤدی (۲) قاری نے "الاثمار الجنیۃ فی طبقات الحنفیۃ" میں اور کمال پاشازادہ نے "طبقات الحنفیۃ" میں ان کا شرح حال بھی لکھا ہے اور ان کی اور ان کی تالیفات کی تعریف بھی کی ہے۔

۲۔ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

"حسین (حسن) بن یوسف بن مطہر حلی تقریباً ۶۴۰ھ میں پیدا ہوئے اور ایک مدت تک (خواجہ) نصیر الدین طوسی کے ساتھ ساتھ رہے۔ انھوں نے علوم عقلیہ پر کام کیا اور اصول و

۱۔ حسن المحاضرۃ، ج۱، ص۳۶۲-۳، نمبر۴۳، بغیۃ الوعاۃ، ص۲۰۸، نمبر۴۳۶۔

۲۔ طبقات المفسرین، ج۲، ص۲۵۱، نمبر۵۸۰۔

حکمت میں کتابیں لکھیں۔ وہ ثروتمند، بیٹے پوتے والے اور شیعیان حلہ کے رہبر و پیشوا تھے۔ ان کی کتابوں نے بڑی شہرت پائی اور بہت ساروں نے ان سے کسب فیض کیا۔ انھوں نے ابن حاجب کی المختصر کی بڑی پیاری شرح کی اور اس کے حل لغات اور اس کے مطالب کو بڑے اچھے اسلوب میں بیان کیا۔ فقہ امامیہ میں بھی بڑی اہم کتابیں لکھیں۔ انھیں کی امامت سے متعلق (منہاج الکرامۃ) کا ابن تیمیہ نے الرد علی الرافضی کے نام سے بڑی تفصیل سے جواب دیا مگر بہت ساری جگہوں پر حدیث کے ہونے کے باوجود خواہ سند ضعیف، اس کے جعلی ہونے کے بہانے اس کو رد کر دیا" (۱)

۳۔ ابن روزبہان نے ان سارے تعصبات کے باوجود، نہج الحق کی رد میں لکھی اپنی کتاب (ابطال الباطل) میں علامہ حلی کی مولی اور فاضل سے توصیف کی ہے۔ وہ اپنی اسی کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

"جب کاشان میں میرا قیام تھا تو مجھے مولی، فاضل جمال الدین بن مطہر حلی غفر اللہ ذنوبہ کی کتاب نہج الحق و کشف الصدق کے مطالعہ کا موقع ملا جسے سلطان غیاث الدین خدابندہ کے زمانہ حکومت میں لکھا تھا بلکہ بعض کے بقول انھیں کے اشارے پر تحریر کیا تھا..."۔

محدث دہلوی: افترا و بہتان کے ذریعے اہلسنت سے اپنی بات نہیں منوائی جاسکتی

میر حامد حسین: حتی بے دین پر بھی افترا و بہتان اور اس کی طرف غلط نسبت دے کر اس سے کوئی بات نہیں منوائی جاسکتی۔ مگر چونکہ اہلسنت ساری برائیوں کی طرح افترا و بہتان کو بھی فعل خدا سمجھتے ہیں تو ان کے ذریعے بھی جو (معاذ اللہ) فعل خدا ہے اہلسنت سے اپنی بات منوائی جاسکتی ہے۔ خود شاہ صاحب (مولف تحفہ) نے اس کتاب میں متعدد جگہوں پر شیعوں پر افترا و بہتان باندھا ہے۔ اے کاش ایسا کرتے وقت خود اپنی بات یاد رکھتے اور افترا و بہتان کا سہارا نہ لیتے۔ تعجب کی بات ہے کہ بعض کرامیہ اور صوفی جو خلافت ثلاثہ کے ماننے والے ہیں لوگوں کو عذاب خدا سے ڈرانے کی خاطر جعلی حدیث کو جائز سمجھتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ الدرر الکامنۃ باعلام المائۃ الثامنۃ، ج۲، ص۷۱، نمبر۱۶۱۸۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ''حدیث جعل کرنے والے یا دین نہ رکھنے والے تھے جیسے زنادقہ یا جاہل دیندار تھے یا سخت متعصب افراد تھے یا خواہشات نفس کے غلام تھے اور یہ سب کے سب حرام ہیں مگر بعض کرامیہ اور متصوفہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ترغیب و ترہیب کی خاطر جعل حدیث کو جائز سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ غلط حرکت ہے جو جہالت کی وجہ سے دیکھنے میں آتی ہے کیونکہ ترغیب وترہیب کا ربط احکام شرعی سے ہے اور احکام شرع میں جھوٹ بولنے کو ناجائز کہا گیا ہے بلکہ نبی کی طرف غلط نسبت دینے کے گناہ ہونے پر سب کا اجماع ہے''۔(۱)

سیوطی لکھتے ہیں: ''حدیث جعل کرنے والے چند طرح کے افراد ہیں سب سے زیادہ ضرر پہنچانے والے وہ زاہد ہیں جنھوں نے غلط فکر کی بنیاد پر احکام الٰہی کے اجراء کی خاطر حدیثیں جعل کیں اور چونکہ لوگ ان پر اعتماد کرتے تھے اس لئے انھوں نے ان کی جعل کی ہوئی حدیثیں حدیث نبوی سمجھتے ہوئے قبول کرلیں۔ یحیٰ قطان نے یہی نظریہ پیش کیا ہے''۔(۲)

۱۔ نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر، ص ۴۵۔
۲۔ تدریب الراوی، ص ۲۵۰، دار احیاء التراث العربی۔

شاہ صاحب کی جھوٹی باتیں

شاہ صاحب نے جتنی جھوٹی باتیں کہیں اگر ان کو مختصر طور سے بھی بیان کیا جائے تب بھی وہ بہت طولانی ہو جائیں گی لہٰذا یہاں ان کے بعض افترائات اور چند جھوٹی باتوں کے بیان پر اکتفا کررہے ہیں، عبقات الانوار کی دیگر جلدوں میں ان میں بہت ساری جھوٹی باتوں کو ذکر کیا ہے۔ تحفہ اثنا عشریہ کے گیارہویں باب میں بے شمار جھوٹی باتیں لکھی ہیں، میں صرف انھیں کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں:

''جب ہم نے غور کیا تو دیکھا کہ پیشوایان اہلسنت خواہ فروع فقہ میں، خواہ اصول عقائد میں، خواہ سیر وسلوک میں اور خواہ تفسیر وحدیث میں اہلبیت کے نامور شاگرد رہے اور اہلبیت ان کے ساتھ ہمیشہ اچھے سے پیش آتے تھے، اس بات کا خود اکابر علماء شیعہ نے اعتراف کیا ہے کیونکہ وہ اس بات کو چھپا نہیں سکتے تھے چنانچہ ابن مطہر حلی (علامہ حلی) نے نہج الحق اور منہج الکرامۃ (منہاج الکرامۃ) میں لکھا ہے کہ ابوحنیفہ اور مالک حضرت (امام جعفر) صادق کے شاگرد تھے، شافعی مالک کے شاگرد تھے اور احمد بن حنبل شاگرد شافعی تھے۔ نیز ابوحنیفہ حضرت باقر و زید شہید کے شاگرد تھے۔ اور عصر غیبت میں شیعوں کا اعتقاد ہے کہ مجتہد جامع الشرائط کی اطاعت کرنی چاہئے۔ لہٰذا ائمہ کے سامنے جو مجتہد جامع الشرائط ہو اور انھوں نے اسے اجازۂ اجتہاد دیا ہو پھر کس طرح اس کی پیروی نہیں کی جائے؟'' شیخ حلی کے بقول حضرات باقر و زید شہید اور حضرت (امام) جعفر صادق نے ابوحنیفہ کو اجازۂ فتوا دیا تھا اور ایسا کرنا ان کے مجتہد جامع الشرائط ہونے کی علامت ہے۔ اب اگر کوئی زمانہ غیبت میں اس کو رد کرتا ہے تو گویا وہ امام معصوم کی بات کو رد کرتا ہے اور یہ کفر ہے، خاص طور سے غیبت امام کے زمانے میں بلکہ ان کی اطاعت ابن بابویہ، ابن عقیل اور ابن معلم (شیخ مفید) سے زیادہ شائستہ ہے۔ اگر اس بارے میں اہلسنت کی روایت شیعوں کی نظر میں معتبر نہ ہو تو وہ اپنی روایت کو تو تسلیم کریں گے جس کی ابوالمحاسن حسن بن علی نے اپنے اسناد سے ابوبختری سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ابو حنیفہ خدمت جعفر صادق علیہ السلام میں حاضر ہوئے جب آپ کی ان پر نظر پڑی تو فرمایا: گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میرے جد کی مردہ سنت کو زندہ کررہے ہو۔ اور اس طرح بیچاروں کی

پناہگاہ اور غم زدوں کے فریادرس بن رہے ہو۔ جن کو راستے کا پتہ نہیں انھیں تم سے پتہ ملے گا اور جب ٹھیک رہے ہوں گے تو تمہارے ذریعے راہ روشن کو پائیں گے۔ نیز سارے امامیہ نے روایت کی ہے کہ جب ابوحنیفہ، خلیفۂ وقت ابوجعفر منصور عباسی کے پاس آئے تو عیسیٰ بن موسیٰ نے خلیفہ سے کہا اے امیرالمومنین یہ (ابوحنیفہ) اس وقت کا سب سے بڑا عالم ہے۔ منصور نے پوچھا اے نعمان ان علوم کو کہاں سے لیا؟ ابوحنیفہ نے جواب دیا شاگردانِ علی کے توسط سے علی سے اور شاگردانِ عبداللہ بن عباس کے وسیلے سے ابن عباس سے، یہ سن کر منصور نے کہا اے جوان تم نے میرے دل کو مطمئن کردیا۔ اسی طرح شیعوں کی کتابوں میں ہے کہ ایک مرتبہ ابوحنیفہ مسجد الحرام میں بیٹھے ہوئے تھے اور دنیا کے گوشہ و کنار سے آئے لوگ ان سے پوچھ رہے تھے اور وہ ہر ایک سوال کا جواب اس طرح دے رہے تھے جیسے وہ ان کے سامنے ہوں۔ اسی وقت امام جعفر صادقؑ آکر ایک کنارے کھڑے ہوگئے جب ابوحنیفہ متوجہ ہوئے تو کھڑے ہوکر بولے اگر مجھے آپ کے آنے کی پہلے خبر ملتی تو اسی وقت کھڑا ہوجاتا، خدا وہ دن نہ دکھائے کہ میں بیٹھا رہوں اور آپ کھڑے رہیں۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: اے ابوحنیفہ بیٹھ جاؤ اور لوگوں کے سوالوں کا جواب دو۔ اسی کام کے لئے تم نے میرے آباء کا زمانہ پایا ہے یہ دونوں روایتیں ابن مطہر حلی کی شرح تجرید کے بحث تفضیل امیرالمومنین میں نقل ہوئی ہیں۔ اگر شیطان شیعوں میں وسوسہ پیدا کرے کہ اگر ابوحنیفہ اور دوسرے سنی مجتہدین شاگردان ائمہ تھے تو پھر کیوں بہت سارے مسائل میں ان کے برخلاف فتوا دیا؟ تو کہوں گا کہ اس کا جواب قاضی نوراللہ شوشتری کی مجالس المومنین میں موجود ہے، جس میں انھوں نے کہا ہے کہ ابن عباس شاگرد حضرت امیر تھے آپ کے سامنے درجہ اجتہاد پر فائز ہوگئے اور آپ کے سامنے اجتہاد بھی کرتے تھے اور بعض مسائل میں آپ کے برخلاف فتوا بھی دیتے تھے مگر آپ ان پر اعتراض نہیں کرتے تھے''۔

شاہ صاحب کی مذکورہ عبارتوں کو اگر جھوٹ کا طومار کہا جائے تو بہتر ہوگا ملاحظہ ہو:

ا۔ انھوں نے علماء شیعہ کے بارے میں لکھا ہے کہ کتب امامیہ میں ان کے مؤلفین کے بقول اہلبیتؑ،

پیشوایان اہلسنت سے بڑی نرمی برتتے تھے اور انھیں فقہ و اصول و عقائد و سیر و سلوک و تفسیر و حدیث کا درس دیتے تھے جب کہ یہ جھوٹ ہے۔

۲۔ انھوں نے لکھا کہ کتب امامیہ کی روشنی میں اہلبیتؑ، ہمیشہ پیشوایان اہلسنت کے ساتھ بڑی خندہ پیشانی سے ملتے تھے جب کہ یہ بھی جھوٹ ہے۔

۳۔ انھوں نے لکھا کہ علماء شیعہ کے اعتراف کے مطابق ائمہ علیہم السلام نے پیشوایان اہلسنت کو بشارت دی تھی جب کہ ان کا ان کے ساتھ نرمی برتنے، خندہ پیشانی سے ملنے اور بشارت دینے والی بات بالکل جھوٹی ہے۔

۴۔ انھوں نے علامہ حلی سے نقل کیا کہ انھوں نے نہج الحق میں لکھا ہے کہ امام محمد باقرؑ، امام جعفر صادق اور جناب زید شہید نے ابوحنیفہ کو اجازۂ فتوا دیا تھا جب کہ یہ علامہ حلی پر بہتان ہے اور انھوں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے۔

۵۔ انھوں نے لکھا کہ ابوالمحاسن حسن بن علی نے اپنے اسناد سے ابوالبختری سے جو روایت کی ہے اور اس میں امام جعفر صادقؑ نے ابوحنیفہ کی تعریف کی ہے وہ شیعوں کی روایت ہے جب کہ یہ کذب محض ہے اور یہ شیعوں کی روایت نہیں ہے۔ اس جھوٹی روایت کو خوارزمی نے ''جامع مسانید ابوحنیفہ'' میں نقل کیا ہے اور اسی کو کابلی نے ابوالمحاسن تک پھر ابوالمحاسن سے ابوالبختری تک کی سند کو حذف کرکے ذکر کیا ہے۔ جامع مسانید ابوحنیفہ کی روایت اس طرح ہے:

''مجھ سے سید الوعاظ اسماعیل بن محمد جی نے خوارزم میں اجازۃً بیان کیا، انھوں نے الصدر العلامہ صدر الائمۃ ابوالمؤید موفق بن احمد مکی سے انھوں نے امام ابوالمحاسن حسن بن علی سے انھوں نے ابواسحاق ابراہیم بن اسماعیل زاہد صفار سے انھوں نے ابوعلی حسن بن علی صفار سے انھوں نے ابونصر محمد ابن مسلم سے انھوں نے ابوعبداللہ محمد بن عمر سے انھوں نے استاد ابومحمد عبد اللہ بن محمد ابن یعقوب حارثی بخاری اور انھوں نے اپنے اسناد سے ابوبختری سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ابوحنیفہ حاضر ہوئے، جیسے ہی (امام) جعفر (صادق) کی نظر ان پر پڑی فرمایا: گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میرے جد کی مردہ سنت کو

زندہ کر رہے ہو"(۱)

اور نصر اللہ کابلی نے "الصواقع" میں اس طرح نقل کیا ہے:

ابوالمحاسن حسن بن علی نے اپنے اسناد سے ابوالبختری سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ خدمتِ (امام) جعفر صادق میں ابوحنیفہ پہنچے، دیکھتے ہی آپ نے فرمایا: گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میرے جد کی مردہ سنت کو زندہ کر رہے ہو، اس طرح تم مصیبت کے ماروں کی پناہگاہ اور غم زدوں کے فریادرس ہوگے۔ بھٹکے ہوئے تم ہی سے راستہ پائیں گے اور تم ہی انھیں واضح راستے کی ہدایت کروگے۔ خدا تمہاری توفیق میں اضافہ کرے تاکہ خداپرست تمہاری راہنمائی سے راستے کو طے کرسکیں"۔

۶۔ انھوں نے عیسیٰ بن موسیٰ کی زبانی مدح ابوحنیفہ کو نیز ابوحنیفہ اور منصور دوانقی کے مکالمے کو نقل کرنے کے بعد اس روایت کو شیعی روایت کہا ہے جب کہ یہ جھوٹ ہے، اس روایت کو نووی نے تھوڑے سے اختلاف سے "تہذیب الاسماء" میں نقل کیا ہے، اس کے علاوہ مدح عیسیٰ اور مکالمہ ابوحنیفہ و منصور عباسی کا اہلبیت کی نظر میں ابوحنیفہ کے محبوب ہونے سے کوئی ربط نہیں ہے۔

۷۔ جس روایت میں امام جعفر صادقؑ نے ابوحنیفہ کو لوگوں کو ان کے سوال کا جواب دینے کا حکم دیا ہے اس کو بھی شیعی روایت کہا ہے جب کہ یہ جھوٹ ہے۔ کابلی نے بھی اس روایت کو اور مکالمۂ منصور والی روایت کو الصواقع میں ذکر کیا ہے مگر روایت کو شیعی روایت نہیں کہا ہے۔

۸۔ دونوں روایتوں کی شرح تجرید کی طرف نسبت دی جب کہ یہ بھی جھوٹ ہے۔

۹۔ لکھا کہ دونوں روایتوں کو علامہ حلی نے شرح تجرید میں بحث تفضیل امیر المومنین میں نقل کیا ہے مگر یہ بھی جھوٹی بات ہے کیونکہ علامہ حلی کی شرح تجرید کے نسخے ہر جگہ موجود ہیں اس میں دیکھئے کیا یہ روایتیں اس میں نظر آرہی ہیں؟

۱۰۔ کتاب مجالس المومنین کے حوالے سے لکھا کہ ابن عباس حضرت علیؑ کے سامنے اجتہاد کرتے تھے اور بعض مسائل میں اختلاف نظر رکھتے تھے، جب کہ یہ بات بھی جھوٹی ہے۔

۱۔ جامع مسانید ابی حنیفہ، ج۱، ص۱۹۔

حدیث تشبیہ سے متعلق شاہ صاحب کے جھوٹے بیانات

۱۔ حدیث تشبیہ سے ہر طرح کے استدلال کے بے اساس ہونے کا ان کا بے بنیاد دعوا۔

۲۔ اس حدیث کے احادیث اہلسنت ہونے سے ان کا انکار۔

۳۔ تصانیف بیہقی میں اس حدیث کے وجود سے ان کا انکار۔

۴۔ یہ کہنا کہ اہلسنت کا قاعدۂ کلیہ ہے کہ جس حدیث کو بعض ائمہ حدیث نے اس کتاب میں نقل کیا ہو جس میں بخاری، مسلم اور بقیہ ارباب صحاح کی طرح شرائط صحت حدیث کی رعایت نہ کی ہو اور مؤلف کتاب یا ان کے علاوہ دیگر محدثین نے اس حدیث کی صحت کی تصریح نہ کی ہو تو اس سے احتجاج و استدلال جائز نہیں ہے۔

۵۔ دیلمی، خطیب اور ابن عساکر نے یہ سوچ کر احادیث کی جمع آوری کی کہ بعد میں ان پر دقت کرکے ان کے صحت و سقم کو بیان کریں گے مگر عمر نے ان کے ساتھ وفا نہ کی اور یہ کام ادھورا رہ گیا۔

۶۔ دیلمی، خطیب اور ابن عساکر وغیرہ نے انھیں باتوں کو مقدمہ کتاب میں لکھا ہے۔

۷۔ اہلسنت کی کسی بھی کتاب میں حدیث تشبیہ کا وجود نہیں ہے خواہ ضعیف ہی سند سے۔

۸۔ اس حدیث میں صرف تشبیہ دی گئی ہے کوئی اور مقصد نہیں تھا۔

۹۔ مشبہ کو مشبہ بہ سے تشبیہ کی وجہ سے دونوں میں مساوات کا قائل ہونا عقلمندی نہیں ہے۔

۱۰۔ افضلیت، امامت و خلافت کی موجب نہیں بنتی۔

۱۱۔ اس حدیث سے حضرت علیؑ کی خلفاء ثلاثہ پر برتری اس وقت ثابت ہوگی جب وہ (خلفاء) ان صفات میں انبیاء کے برابر نہ ہوں۔

۱۲۔ اگر کتب اہلسنت کا دقیق مطالعہ کیا جائے تو شیخین کے انبیاء سے مشابہ ہونے کے بارے میں جتنی حدیثیں نظر آئیں گی اتنی کسی اور کے بارے میں دکھائی نہیں دیں گی۔

۱۳۔ اولاد حضرت علیؑ میں جو امامت تھی اور اس کے لئے ایک دوسرے کو وصیت کرتے تھے وہ صرف لوگوں کی ہدایت کے لئے تھا۔

۱۴۔ ائمہ سے مروی نہیں ہے کہ انھوں نے سب پر عقیدۂ امامت کو واجب قرار دیا ہے۔

یہ تھیں شاہ صاحب کی غلط باتیں اوران کے جھوٹے بیانات۔ جب کہ آپ نے اس کتاب میں ملاحظہ فرمایا کہ حدیث تشبیہ اہلسنت کی کتابوں میں بھی ہے اور بیہقی کی تالیفات میں بھی، بلکہ بہت سارے بزرگ علماء اہلسنت نے اس حدیث کونقل بھی کیا ہے اوراس کی صحت کا اعتراف بھی کیا ہے کہ جن میں خود شاہ صاحب (مولف تحفہ) کے والد بھی ہیں۔

محدث دہلوی: اہلسنت کا یہ قاعدۂ کلیہ ہے کہ جس حدیث کوبعض محدثین نقل کریں اور بخاری، مسلم اور دیگر مؤلفین صحاح کی طرح کتاب میں صرف صحیح حدیث نقل کرنے کا عہد نہ کریں خاص طور سے اس کتاب کے مولف یا دوسرے ثقہ محدث نے اس حدیث کی صحت کی تصریح نہ کریں تو اس سے احتجاج واستدلال نہیں کیا جاسکتا۔

میرحامد حسین: خدا کا شکر کہ شاہ صاحب (مولف تحفہ) بہت جلد خواب غفلت سے بیدار ہوگئے۔ کیونکہ جیسے ہی انھوں نے اس حدیث (تشبیہ) کے روایت بیہقی یا دیگر محدثین اہلسنت کی حدیث سے انکار کیا۔ یہ سوچ کر کہ کہیں کتب اہلسنت میں یہ حدیث نظر نہ آجائے جس کی وجہ سے میری نادانی وتجاہل کا راز فاش ہوجائے، مذکورہ قاعدہ کو بیان کیا۔ گرچہ انھوں نے اس کو اہلسنت کا قاعدۂ کلیہ کہا مگر سوائے نصر اللہ کابلی کے کسی نے اس کا تذکرہ نہیں کیا اور انھوں نے بھی بلا اسناد اس کی اہلسنت کی طرف نسبت دی۔ عبارت کابلی یہ ہے:

"السادس ماروی عن النبی صلی اللّٰہ علیہ انہ قال: من اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ، و الی نوح فی تقواہ، والی ابراھیم فی خلتہ، والی موسیٰ فی ھیبتہ، والی عیسی فی عبادتہ، فلینظر الی علی بن ابی طالب. فانہ اوجب مساواتہ للانبیاء فی صفاتھم و الانبیاء افضل من غیرھم، فکان علی افضل من غیرھم. وھو باطل، لانہ لیس من احادیث اھل السنۃ، وقد اوردہ ابن المطھر الحلی فی کتبہ، و عزیٰ روایتہ تارۃ الی البیھقی و اخریٰ الی البغوی، ولم یوجد فی کتبھما، و الحلی لا یصدق اثرہ، و لان الخبر الذی رواہ بعض ائمۃ الحدیث فی کتاب لم یلتزم صحۃ جمیع ما اوردہ فیہ، و لم

یصرح بصحتہ و غیرہ من المحدثین، لا یحتجّ بہ"

چھٹی حدیث جس کی نبی صلی اللہ علیہ سے روایت کی گئی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: جس کو علم آدم، تقوائے نوح، خلت ابراہیم، ہیبت موسیٰ اور عبادت عیسیٰ دیکھنا ہو وہ علی بن ابی طالب کی طرف نظر کرے۔ (شیعہ) اس حدیث سے علی کی انبیاء کی فضیلت میں برابری کو ثابت کرتے ہیں اور چونکہ انبیاء سب سے افضل ہیں اس لئے علی بھی سب سے افضل ہوئے۔ مگر یہ بات غلط ہے کیونکہ یہ اہلسنت کی حدیث نہیں ہے۔ اس کو ابن مطہر حلی (علامہ حلی) نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے اور ایک بار اس کی بیہقی کی طرف نسبت دی ہے تو دوسری بار بغوی سے منسوب کیا ہے، جب کہ ان دونوں کی کتابوں میں یہ حدیث نظر نہیں آتی اور (علامہ) حلی پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ جس حدیث کی بعض ائمہ حدیث نے روایت کی ہو اور اپنی کتاب میں صحیح حدیث کونقل کرنے میں ملتزم بھی نہ ہوئے ہوں اور نہ ناقلِ حدیث نے اس کی صحت کی تصریح کی ہو نہ ہی دوسرے محدثین نے اس بات کی وضاحت کی ہو تو ایسی حدیث سے احتجاج واستدلال نہیں کیا جاسکتا ہے۔

آپ نے دیکھا کہ کابلی نے اس قاعدہ کی اہلسنت کی طرف نسبت نہیں دی اور بلا اسناد اس کو بیان کیا، مگر دیغ سے زیادہ کف گیر گرم، کے مصداق شاہ صاحب نے اس کو اہلسنت کا قاعدہ کلیہ کہا اور چونکہ کابلی نے اس قاعدہ کے صحیح ہونے پر کوئی دلیل پیش نہیں کی اس لئے شاہ صاحب کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

بلکہ درج ذیل وجوہات کی بناء پر یہ قاعدہ ہی غلط ہے:

۱۔ بخاری، مسلم اور دیگر ارباب صحاح سے پہلے بہت ساری حدیثیں جن سے علماء احتجاج واستدلال کرتے تھے اوراس وقت کسی کے اعتراف صحت کو تلاش نہیں کرتے تھے بلکہ جب بھی کوئی جامع الشرائط اور لائق احتجاج حدیث وہ دیکھتے تھے اس سے احتجاج کرتے تھے۔ لہٰذا ثقہ محدثین کے صحت حدیث کی تصریح نہ کرنے اور صرف صحیح حدیث کے نقل کرنے کے عہد نہ کرنے سے حدیث میں احتجاجی صلاحیت ختم نہیں ہوتی، خود علماء سابقین کا عمل اس قاعدہ کو رد کرتا ہے۔

۲۔ اس قاعدہ کی رو سے ہر وہ حدیث جس میں حجیت کے شرائط پائے جارہے ہوں مگر اس کتاب میں

جس میں مصنف سارے مطالب کے صحیح ہونے کا تعہد نہ کئے ہو نقل نہ ہوئی ہو نہ ہی کسی محدث نے علمی طور سے اس حدیث کی صحت کا اعتراف کیا ہو، اس کو اعتبار سے گر جانا چاہئے اور اس میں استناد واحتجاج کی صلاحیت نہیں ہونی چاہئے، جب کہ یہ بات بالکل غلط ہے، کیونکہ صحت حدیث کا معیار مسلم الثبوت قواعد ہیں لہذا ہر اس حدیث سے احتجاج کیا جاسکتا ہے جس کے راوی موثق اور اس میں شرائط صحت کی تصریح کی ہو۔

۳۔ اس قاعدہ کے مطابق صحت مطالب کا ذمہ دار اگر حدیث حسن کو اپنی کتاب میں نقل نہ کرے گرچہ ائمہ محدثین نے اس کے حسن ہونے کی تصریح کی ہو، قابل احتجاج نہ ہوگی جب کہ حدیث حسن بھی قابلِ احتجاج ہے۔

۴۔ جس حدیث میں حدیث حسن کے سارے شرائط پائے جارہے ہوں گرچہ محدثین نے اسے حسن نہ کہا ہو اس کے باوجود اس سے احتجاج کیا جاسکتا ہے، مگر اس قاعدہ کے مطابق وہ حدیث بھی قابل احتجاج نہ ہوگی جب کہ اکابر محققین نے حدیث صحیح کی طرح حدیث حسن سے بھی احتجاج کو جائز کہا ہے۔ بلکہ خطابی کے بقول اکثر حدیثیں حسن ہیں۔ اب اگر شاہ صاحب اور کابلی کی بات مان لیتے ہیں تو اکثر حدیثیں کھونی پڑیں گی۔ حدیث حسن کے بارے میں چند مستند علماء کے بیانات ملاحظہ فرمائیے:

حدیث حسن کے بارے میں علماء کے بیانات

زین الدین عراقی ''شرح الفیہ'' میں لکھتے ہیں:

والحسن المعروف مخرجا و قد — اشتهرت رجاله بذاک حد
حمد وقال الترمذی ماسلم — من الشذوذ مع راوٍ ما اتهم
بکذب لم یکن فرداً ورد — قلت و قد حسن بعض ما انفرد
و قیل ما ضعف قریب محتمل — فیه و ما بکل ذا حد حصل

(حدیث حسن وہ حدیث ہے جو معروف اور اس کے راوی مشہور ہوں۔ حمد (خطابی) نے حدیث حسن کی اسی طرح تعریف کی ہے۔ ترمذی کا کہنا ہے کہ حدیث حسن اس حدیث کو کہتے ہیں جو نادر مطالب سے خالی، جھوٹے راویوں سے پاک اور منفرد طریقہ سے نقل نہیں ہوئی

ہو۔ مگر میں کہتا ہوں کہ بعض حدیثیں منفرد طریقہ سے نقل ہوئی ہیں مگر انھیں حسن شمار کیا گیا ہے۔ اسی طرح کہا گیا ہے کہ حدیث حسن وہ حدیث ہے جس میں ضعف کا ہلکا سے شبہ پایا جاتا ہو)

حدیث حسن کے بارے میں ائمہ حدیث کے مختلف اقوال ہیں۔ ابوسلیمان خطابی جن کو دوسرے شعر میں حمد سے یاد کیا گیا ہے، کا کہنا ہے کہ حدیث حسن وہ حدیث ہے جس کو نقل کرنے والا شناختہ شدہ ہو اور اس کے راوی مشہور ہوں۔ حدیثوں کی اکثریت حسن حدیثوں کی ہے اور اکثر علماء کی نظر میں قابل عمل ہے اور فقہاء عام طور سے اس سے استنباط کرتے ہیں۔

والفقهاء کلهم تستعمله — والعلماء الجل منهم تقبله
وهو باقسام الصحیح ملحق — حجیة و ان یکن لایلحق

(سارے فقہاء اس حدیث (حسن) سے استنباط کرتے ہیں اور بہت سارے علماء نے اس کو قابل احتجاج کہا ہے۔ حجیت کے لحاظ سے یہ بھی اقسام صحیح میں ہے گرچہ رتبہ میں اس (صحیح) سے کم ہے)

پہلا شعر، خطابی کے بیان سے ماخوذ ہے صرف اتنا فرق ہے کہ انھوں نے لفظ ''عامۃ الفقہاء'' استعمال کیا ہے اور 'عامہ'' زیادہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور سارے کے بھی۔ بظاہر لگتا ہے کہ خطابی کی مراد سارے فقہا ہیں کیونکہ اگر مراد زیادہ تر ہوتی تو علماء اور فقہاء میں فرق نہیں کرتے، اور حجیۃ، تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یعنی حدیث حسن، احتجاج میں اقسام صحیح کے مانند ہے گرچہ اس کے ہم رتبہ نہیں ہے''(۱)

ابن حجر عسقلانی (۲)، محمد بن محمد بن علی فارسی (۳) اور جلال الدین سیوطی (۴) نے بھی حدیث حسن کو قابل احتجاج واستدلال اور حدیث صحیح کے مانند کہا ہے بلکہ سیوطی کے بقول حاکم، ابن حبان اور ابن خزیمہ

۱۔ شرح الفیۃ الحدیث عراقی فتح المغیث سخاوی، ج۱، ص۷۰۔
۲۔ نزھۃ النظر، شرح نخبۃ الفکر، ص۳۳۔
۳۔ جواھر الاصول، ص۲۲، فصل۲، ط مدینہ منورہ۔
۴۔ تدریب الراوی، ص۱۳۸۔

نے بھی حدیث حسن کو حدیث صحیح کے اقسام میں شمار کیا ہے۔(۱)

محدث دہلوی: دیلمی، خطیب اور ابن عساکر جیسے محدثین کی ایک جماعت طبقہ متاخرین میں پیدا ہوئی جنہوں نے دیکھا کہ صحیح وحسن حدیثوں کو تو متقدمین نے اپنی کتابوں میں محفوظ کرلیا اور اب اس پر مزید کام کی ضرورت نہیں ہے اس لئے وہ ضعیف اور سند ومتن میں ہیرا پھیری کی جانے والی جعلی حدیثوں کی جمع آوری میں مشغول ہوگئے تاکہ ان پر نظر ثانی کرنے کے بعد جعلی حدیثوں کو ان سے بہتر سے جدا کرسکیں۔

میر حامد حسین: کابلی کے بنائے قاعدہ میں اضافہ کرکے پیش کی جانے والی شاہ صاحب کی یہ بات کئی لحاظ سے غلط ہے:

۱۔اس بات کا ان کے ادعا سے بالکل ربط نہیں ہے، کیونکہ ان کا ادعا یہ ہے کہ جو حدیث اس کتاب میں نظر آئے جس کا مولف اس کتاب میں موجود سارے مطالب کے صحیح ہونے کا عہدو پیمان نہ لئے ہو نہ ہی کسی محدث نے اس کی صحت کی تصریح کی ہو اس سے احتجاج نہیں کیا جاسکتا، جب کہ اس کا ان کی اس بات سے کوئی ربط نہیں ہے کہ دیلمی، خطیب اور ابن عساکر جیسے بعد کے محدثین نے ضعیف اور جعلی حدیثوں کو اس لئے جمع کیا تاکہ ان پر نظر ثانی کرکے جعلی کو اس سے بہتر حدیثوں سے جدا کریں۔ کیونکہ اس دوسری بات کے ثابت ہونے سے نہ ان کا ادعا ثابت ہوگا نہ ہی اس کی نفی سے ان کے ادعا کی نفی ہوگی۔

۲۔ان کی بات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ کتب متقدمین میں موجود حدیثیں معتبر اور قابل احتجاج ہیں

۱۔جیسا کہ عبقات الانوار مجلد حدیث ولایت میں بیان کیا ہے کہ حدیث ضعیف اگر بہت زیادہ طرق واسناد سے نقل ہوئی ہو تو اس سے احتجاج کیا جاسکتا ہے، لیکن لگتا ہے کہ مذکورہ قاعدہ کو ایجاد کرنے والے کابلی اور شاہ صاحب بہت سارے مواقع پر اس کو بھول گئے اور ان حدیثوں سے جن کو نقل کرنے والے نے سارے مطالب کے صحیح ہونے کا عہد نہیں کیا تھا یا محدثین نے ان کی صحت کی تصریح نہیں کی تھی، احتجاج کر بیٹھے شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) نے جب خود اعتراف کیا کہ اس قاعدہ کو سارے اہلسنت نے تسلیم کیا ہے تو پھر اس کے برخلاف کیوں ان افراد نے عمل کیا اور وہ بھی اہل حق (شیعوں) کے مقابل؟ اس سے بدتر، ان دونوں (کابلی و دہلوی) کا ان احادیث سے استناد واحتجاج واستدلال کرنا ہے جن کو ان کے ائمہ حدیث نے جعلی اور جھوٹی کہا ہے، مگر جب فضائل علی کی بات آئی تو خود اپنے بنائے ہوئے قاعدہ کے پابند نہ رہے اور حدیث ولایت، حدیث طیر اور حدیث مدینہ جیسی حدیثوں کو جھوٹی کہہ دیا جب کہ محدثین نے ان کی صحت کی علنی تصریح کی ہے اور خود ان کے بنائے قاعدہ کے مطابق وہ واجب القبول اور قابل احتجاج ہیں؟ مذکورہ دلائل کے روشنی میں کابلی اور شاہ صاحب کا بنایا ہوا یہ قاعدہ غلط اور ردی کی ٹوکری میں ڈال دینے کے قابل ہے۔

اور چونکہ حدیث تشبیہ کی عبدالرزاق (م ۲۱۱ھ)، احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ)، ابوحاتم (م ۲۷۷ھ)، ابن شاہین (م ۳۸۵ھ)، ابن بطہ (م ۳۸۷ھ)، حاکم (م ۴۰۵ھ)، ابن مردویہ (م ۴۱۰ھ)، ابونعیم (م ۴۳۰ھ)، اور بیہقی (م ۴۵۹ھ) نے روایت کی ہے اس لئے وہ حدیث معتبر اور قابل احتجاج ہے کیونکہ وہ دیلمی اور ابن عساکر سے پہلے تھے۔ اس لئے کہ بیہقی کا انتقال ۴۵۹ھ میں ہوا تھا جب کہ دیلمی کا سال وفات ۵۰۹ھ اور ابن عساکر کا سال وفات ۵۷۱ھ ہے۔ لہٰذا شاہ صاحب کے نظریہ کے مطابق بھی یہ حدیث احتجاج واستدلال کے لائق ہے۔

تعجب شاہ صاحب (مولف تحفہ) کے حافظہ پر ہوتا ہے کہ ایک طرف تو دیلمی اور ابن عساکر کے متعلق کہا کہ انھوں نے صرف ضعیف اور جعلی حدیثیں جمع کیں اور دوسری طرف (تحفہ میں) مطاعن عثمان میں جب کچھ جواب دیتے نہ بنا تو طعن دہم کے جواب میں کابلی کی تقلید کرتے ہوئے دیلمی کی ان جھوٹی حدیثوں کو پیش کیا جن کے جعلی ہونے کی بزرگ علماء نے تصریح کی تھی! نیز محبت ابوبکر سے متعلق ابن عساکر کی بھی جعلی حدیثوں کا سہارا لیا۔

۳۔بزرگوں کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حسن حدیثیں بھی صحیح حدیثوں کی طرح قابل احتجاج ہیں کیونکہ اگر وہ قابل احتجاج نہ ہوتیں تو ہرگز علماء متقدمین انھیں صحیح حدیثوں کی طرح اپنی کتابوں میں محفوظ نہ کرتے، مگر شاہ صاحب کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حسن حدیثیں اگر ان کتابوں میں نظر آئیں جن کے مولفین تمام مطالب کے صحیح ہونے کے متعہد نہیں ہیں تو وہ قابل احتجاج نہیں ہیں۔ کتنا فرق ہے بزرگ علماء اور شاہ صاحب کے نظریئے میں۔

۴۔شاہ صاحب کا یہ کہنا کہ متاخر علماء نے وہ حدیثیں اس لئے جمع کیں تاکہ جعلی حدیثوں کو ان سے بہتر حدیثوں سے جدا کریں، یہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ متاخرین کی حدیثیں یا جعلی ہیں یا اس سے تھوڑا بہتر، جب کہ متاخرین کی کتابوں میں ایسی ضعیف حدیثیں ہیں جو یا جعلی حدیثوں سے بہتر ہیں یا ان سے بہتر نہیں ہیں مگر جعلی کہلانے کے لائق نہیں ہیں پھر کیوں ان کا تذکرہ نہیں کیا؟

۵۔سارے بزرگ ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جعلی حدیثوں کا نقل کرنا ان کے جعلی ہونے کی نشاندہی کئے بغیر حرام ہے، اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے دیلمی، خطیب اور ابن عساکر جیسوں کے بارے میں یہ کہنا

کہ انھوں نے جعلی حدیثوں کی جان بوجھ کر روایت کی تھی، ان کی توہین اور ان کے فسق کو بیان کرنا ہے۔

۶۔ صفدی کے بقول سمعانی نے ذیل تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ ''خطیب کی قدماء حفاظ میں یحییٰ بن معین علی بن مدینی، احمد بن ابی خیثمہ اور ان کے ہم طبقوں جیسی حیثیت تھی، وہ اپنے زمانہ کے علامہ تھے اور علم حدیث نے انھیں کی وجہ سے اپنے میں نکھار پیدا کیا تھا'' سمعانی کا یہ بیان کہ وہ قدماء حفاظ میں تھے، شاہ صاحب کی بات کو غلط ثابت کرتا ہے کہ خطیب متاخرین میں تھے اور قدماء میں بھی یحییٰ بن معین اور استاد بخاری علی بن مدینی کے ہم پلہ تھے۔

محدث دہلوی: مگر قلتِ وقت اور کوتاہی عمر کی وجہ سے وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو پائے۔

میر حامد حسین: ان افراد کے بارے میں تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا مگر شاہ صاحب کو دنیاوی مشاغل کے بناء پر اتنا وقت ہی نہ ملا کہ کابلی کی سرقہ اپنی کتاب (تحفہ اثنا عشریہ) پر نظر ثانی کر کے جھوٹی باتوں کو صحیح باتوں سے جدا کر سکیں۔ لیکن ان کے بعد جو بھی آیا خاص طور سے ان کے شاگردِ خاص فاضل رشید نے کوشش کی کہ جس راہ کو انھوں نے اپنایا تھا اس کو اختیار نہ کریں تا کہ ہلاکت سے بچ سکیں۔ دیلمی، خطیب بغدادی، ابن عساکر اور ان کی روائی کتابون کے بارے میں ممتاز علماء کے بیانات، شاہ صاحب کی بات کو رد کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی کے بارے میں ذہبی لکھتے ہیں:

''حاکم وقت نے اپنے خطباء اور وعاظ کو حکم دے رکھا تھا کہ جس حدیث کی روایت کرنا چاہیں انھیں پہلے خطیب بغدادی کو دکھائیں اور جس کو صحیح کہیں، نقل کریں ورنہ چھوڑ دیں''(۱)

اسی بات کو خود شاہ صاحب نے ''بستان المحدثین'' میں نقل کیا ہے۔ اب آپ خود ہی بتائیں کہ خطباء، واعظین اور دیگر محدثین وعلماء کی پیش کی جانے والی حدیثوں کو دیکھنے کا تو خطیب بغدادی کے پاس وقت تھا مگر خود کی کتاب جس میں جعلی اور جھوٹی حدیثیں تھیں کو دیکھنے کا ان کے پاس وقت نہیں تھا؟ اور اگر تھا تو کیا اس آیت کے مصداق بنا چاہ رہے تھے؟ ''اتامرون الناس با البر و تنسون انفسکم و کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون''؟

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۸، ص ۲۸۰، نمبر ۱۳۷؛ تذکرۃ الحفاظ، ج ۳، ص ۲۲۴۔

محدث دہلوی: ان (دیلمی، خطیب اور ابن عساکر) کے بعد افراد پیدا ہوئے جنھوں نے موضوعات (جعلی حدیثوں) کو دیگر حدیثوں سے جدا کیا مثلاً ابن جوزی نے موضوعات کو اور سخاوی نے ''المقاصد الحسنۃ'' میں اور سیوطی نے ''الدرالمنثور'' میں حسن حدیثوں کو جمع کیا۔

میر حامد حسین: شاہ صاحب (محدث دہلوی) کا یہ اعتراف کہ ان افراد نے جعلی حدیثوں کو دوسری حدیثوں سے جدا کر دیا تو یہ اعتراف ان کے لئے نقصاندہ ثابت ہوگا۔ اس لئے کہ علماء متقدمین کی طرح علماء متاخرین نے بھی ایسی بے شمار حدیثیں نقل کی ہیں جو شیعوں کی حقانیت کو ثابت کرتی ہیں۔ چنانچہ سخاوی نے "**المقاصد الحسنة فی الاحادیث المشتهره علی الالسنة**" میں حدیث: ''**انا مدینة العلم و علی بابها**'' کو نقل کر کے اس کی صحت کی تصریح بھی کی اور اس پر حافظ علائی کو گواہ بھی بنایا۔ جب کہ شاہ صاحب اس حدیث کی تضعیف میں لگے رہے، مگر چونکہ سخاوی نے حسن حدیثوں کو دوسری حدیثوں سے جدا کر کے انھیں ایک مستقل کتاب میں جمع کیا اور اس میں حدیث مدینہ کو نقل کیا اس لئے شاہ صاحب کی تضعیف حدیث مدینہ والی محنت اکارت ہوگئی۔

شاہ صاحب کے بقول سیوطی نے بھی حسن حدیثوں کو دوسری حدیثوں سے جدا کر کے انھیں ''الدرالمنثور'' میں جمع کیا ہے۔ اتفاق سے اس میں بھی بہت ساری حدیثیں ہیں جو شیعوں کے عقائد کی تائید اور ان کے مخالفوں کے خیالات کو غلط ثابت کرتی ہیں۔ چنانچہ جو کوئی بھی درمنثور میں آیہ **انما ولیکم اللہ**... آیہ **انما انت منذر و لکل قوم هاد**، سورۂ برائت اور ان جیسی آیتوں اور سوروں کی تفسیر کا مطالعہ کرے گا اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی۔

ابن جوزی کا شاہ صاحب نے اس صف میں اس لئے تذکرہ کیا کہ انھوں نے جعلی حدیثوں کو جدا کر کے انھیں ایک مستقل کتاب میں جمع کیا ہے اور ان میں بہت ساری فضائل علیؑ میں ان حدیثوں کو شامل کیا جن کی صحت محدثین کی نظر میں مسلم ہے جیسے حدیث طیر اور حدیث مدینہ وغیرہ مگر ان کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہی ابن جوزی اور شاہ صاحب کو ان کے مقصد میں ناکام بنانے کے لئے کافی ہے۔

بزرگ علماء اہلسنت نے تصریح کی ہے کہ ابن جوزی نے ''الموضوعات'' میں بہت ساری صحیح اور حسن حدیثوں کو بھی ذکر کیا ہے۔ ان افراد کے بقول ابن جوزی نے چھ سو غیر جعلی حدیثوں کو جعلی حدیثوں کی صف

میں پیش کیا ہے جن میں بعض وہ حدیثیں ہیں جو صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر صحاح وسنن میں موجود ہیں اور علماء نے ان میں کیڑے بھی نہیں نکالے ہیں۔ بلکہ ان میں بہت سارے کے بارے میں تو صراحتاً کہا ہے کہ یہ جعلی نہیں ہیں۔ اسی لئے محمد طاہر گجراتی نے "تذکرۃ الموضوعات" میں لکھا کہ ابن جوزی کی یہ کتاب بڑی نقصاندہ کتاب ہے۔

شاہ صاحب نے ابن جوزی کو اچھی اور خراب حدیثوں کو جدا کرنے والوں میں جو پیش کیا ہے تو یہ ان کے حق میں مضر ثابت ہوں گے، کیونکہ انھوں نے "الموضوعات" میں مناقب ابوبکر میں پندرہ جعلی حدیثوں کو نقل کرنے کے بعد لکھا کہ اس طرح کی اور بھی بہت ساری جعلی حدیثیں ان کے فضائل میں بیان کی جاتی ہیں جنھیں میں نے ترک کیا ہے ان کی بیان کردہ جعلی حدیثوں میں سے چند یہ ہیں: "ما صب اللہ فی صدری شیئاً الا وصببته فی صدر ابی بکر" یعنی جو بھی خدا نے میرے سینے میں اتارا اسے میں نے سینۂ ابوبکر میں منتقل کردیا۔

ابن جوزی "الموضوعات" میں باب فضل عثمان میں لکھتے ہیں:

"دوسری حدیث: ہم سے محمد بن عبدالملک بن حیرون نے بیان کیا انھوں نے اسماعیل بن مسعدہ سے انھوں نے حمزہ بن یوسف سے انھوں نے ابواحمد بن عدی سے انھوں نے عبدالکریم بن ابراہیم بن حبان سے انھوں نے لیث بن حرث بخاری سے، انھوں نے عثمان بن زفر سے انھوں نے محمد بن زیاد سے انھوں نے محمد بن عجلان سے انھوں نے ابی زبیر سے اور انھوں نے جابر سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا ایک جنازہ پر آئے مگر اس کی نماز میت نہیں پڑھی، لوگوں نے پوچھا یا رسولؐ اللہ آج تک ایسا نہیں ہوا کہ آپ کسی جنازے پر پہنچیں اور نماز نہ پڑھیں، تو پھر آج آپ نے کیوں نماز نہ پڑھی؟ حضرتؐ نے جواب دیا چونکہ یہ دشمن عثمان تھا اس لئے اس کی نماز نہیں پڑھی۔ اسی کی دوسرے طریق سے بھی روایت ہوئی ہے چنانچہ ہم سے علی بن عبیداللہ زاغونی نے بیان کیا انھوں نے علی بن احمد بن بندار سے انھوں نے عبیداللہ بن محمد فقیہ سے انھوں نے ابوبکر احمد بن ہشام انماطی سے انھوں نے یحییٰ بن ابی طالب سے انھوں نے احمد بن عمران اخنسی سے انھوں نے احمد بن زیاد سے انھوں نے محمد بن عجلان سے انھوں نے

ابوزبیر سے اور انھوں نے جابر سے روایت کی ہے۔ جابر کا بیان ہے کہ ایک انصاری کا انتقال ہوا، حضرتؐ اس کے جنازے پر آئے مگر اس کی نماز میت نہیں پڑھی۔ دفن کے بعد جب آپ سے علت پوچھی گئی تو آپ نے جواب دیا وہ چونکہ دشمن عثمان تھا اس لئے اس کی نماز میت نہیں پڑھی۔ مگر میں (ابن جوزی) کہتا ہوں کہ دونوں سندوں میں محمد بن زیاد ہے جس کو احمد بن حنبل نے کذاب، خبیث اور جاعلِ حدیث کہا ہے۔ یحییٰ نے کذاب وخبیث کہا ہے۔ سعدی اور دارقطنی نے کذاب کہا ہے۔ بخاری، نسائی، فلاس اور ابوحاتم رازی نے متروک الحدیث کہا ہے اور ابن حبان نے ثقات کے نام سے جعل حدیث کرنے والا کہا ہے"۔

ابن جوزی "الموضوعات" کے اسی باب میں لکھتے ہیں:

"پانچویں حدیث جس کی ہمیں ابن ناصر نے خبر دی انھوں نے مبارک بن عبدالجبار سے انھوں نے عبدالباقی بن احمد واعظ سے انھوں نے ابوجعفر بن علان سے انھون نے حافظ ابوالفتح ازدی سے انھوں نے ابوبکر احمد بن محمد بن عبدالخالق سے انھوں نے زکریا بن یحییٰ بن سعید سے انھوں نے احمد بن یزید کوفی سے انھوں نے ابراہیم بن منقوش زبیدی سے انھوں نے محمد بن ابان کوفی سے انھوں نے میمون بن مہران سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں رسولؐ خدا کو بڑی شان وشوکت والے لباس میں دیکھا، جب اس کی علت پوچھی تو فرمایا: جنت میں عثمان بن عفان دولہا بنائے گئے ہیں اور مجھے ان کی شادی میں بلایا گیا ہے۔ مگر اس کے سلسلۂ سند میں ابراہیم بن منقوش ہے جس کو ازدی نے واضع حدیث (حدیثیں گڑھنے والا) کہا ہے"۔

ابن جوزی نے ان ساری حدیثوں کو "الموضوعات" میں ذکر کرنے کے بعد ان کے جعلی ہونے کی تصریح کی ہے مگر شاہ صاحب نے تحفۂ اثنا عشریہ میں انھیں کو شیعوں کے جواب میں بیان کیا ہے۔ انھوں نے سینے میں علم منتقل والی جعلی حدیث کو حدیث مدینہ کے جواب میں، ابن عباس کے خواب والی روایت مطاعن عثمان کے طعن دہم کے جواب میں اور دشمن عثمان کی ترک نماز والی روایت کو آیہ مودت کے جواب میں پیش کیا ہے۔ خواب والی اور ترک نماز والی روایتوں کو کابلی نے بھی صواقع میں ذکر کیا ہے۔

دیلمی، خطیب بغدادی، ابن عساکر، ابن جوزی اور سیوطی کے بارے میں شاہ صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ سب ان کے والد کی باتیں ہیں جنہیں انھوں نے ''قرۃ العینین'' میں بیان کیا ہے البتہ تھوڑی سی ان میں تبدیلی کردی مثلاً حاکم نیشاپوری کا نام طبقۂ بخاری ومسلم وترمذی سے حذف کردیا کیونکہ حاکم نے حدیث ولایت، حدیث طیر اور حدیث مدینہ کو نقل کرکے ان کی صحت کا اعتراف کیا ہے اب اگر ان کا نام لیتے تو ان کی بات کا اعتبار ختم ہوجاتا کیونکہ حاکم نے مذکورہ حدیثوں کو صحیح کہا ہے جب کہ شاہ صاحب نے ان کی تضعیف کی ہے ''قرۃ العینین'' میں شاہ صاحب کے والد کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

''جب علم حدیث دیلمی، خطیب اور ابن عساکر کے طبقے تک پہنچی تو ان افراد نے دیکھا کہ صحیح اور حسن حدیثوں کو تو متقدمین نے جمع کردیا ہے مگر انھوں نے ضعیف اور جعلی حدیثوں کو چھوڑ رکھا ہے لہذا ان کی جمع آوری میں مشغول ہوگئے۔ اس کام سے ان کا مقصد یہ تھا کہ حفاظ ومحدثین ان حدیثوں میں دقت کرکے جعلی حدیثوں کو دوسری حدیثوں سے جدا کریں۔ چنانچہ اصحاب مسانید نے طرق احادیث کو جمع کیا تا کہ محدثین متواتر، مشہور، مستفیض، صحیح، حسن اور غریب غیر ضعیف کو ایک دوسرے سے جدا کریں اور فقہ وتفسیر واعتقاد سے متعلق حدیثوں کو انھیں کے باب میں ذکر کریں۔ چنانچہ دونوں ہی گروہ نے اس کام کو عملی جامہ پہنایا اور بخاری، مسلم، ترمذی اور حاکم نے صحیح وحسن حدیثوں کو جدا کیا، ابوداؤد، نسائی، دارقطنی اور بیہقی نے فقہی حدیثوں کو جدا کرکے انھیں ایک جگہ جمع کیا، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابن جریر نے تفسیری روایتوں کو جدا کرکے انھیں آیات کے ذیل میں ذکر کیا اور اجری اور بیہقی نے عقائدی حدیثوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا۔ اسی طرح متاخرین نے خطیب اور ان کے ہم طبقوں کی حدیثوں پر کام کیا اور ابن جوزی نے جعلی حدیثوں کو جدا جمع کیا اور سخاوی نے حسن حدیثوں کو ضعیف اور منکر حدیثوں سے جدا کرکے ''مقاصد حسنہ'' میں جمع کیا''۔

آپ نے دیکھا کہ شاہ صاحب کے والد نے حاکم کو ترمذی کے مثل بلکہ بخاری ومسلم کی طرح ارباب نقد احادیث میں شمار کیا اور مذکورہ تینوں افراد کی طرح حاکم کو بھی حدیثوں کو صحیح وحسن کہنے والا بتایا اور ان کے بڑے مرتبے کی نشاندہی کی۔ مگر چونکہ ان کی وجہ سے شاہ صاحب کے حدیث ولایت، حدیث طیر اور حدیث

مدینہ کے بارے میں ان کے غلط نظریئے کو نقصان پہنچتا اور ان کا بیان کمزور پڑجاتا اس لئے حاکم کے نام کو حذف کردیا اور خطیب ودیلمی وابن عساکر کا جو مقصد تھا اس میں ہیرا پھیری کردی۔

محدث دہلوی: ان حدیثوں کو جمع کرنے والوں (دیلمی، خطیب اور ابن عساکر) نے اپنی کتابوں کے مقدموں میں اس ہدف کی تائید کی ہے۔

میر حامد حسین: اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حدیثوں کو جمع کرنے والوں نے اپنی کتابوں کے مقدموں میں تصریح کی ہے کہ ان حدیثوں کو جعلی اور ضعیف ہونے کے باوجود انھوں نے اپنی کتاب میں جمع کیا ہے تا کہ بعد میں ان سے حسن حدیثوں کو جدا کرسکیں، جب کہ یہ بات غلط ہے، کابلی (مولف صواقع) بھی ایسا نہیں کہہ پائے صرف شاہ صاحب (محدث دہلوی مولف تحفہ) نے ایسا کہا ہے۔

بلکہ شاہ صاحب کی بات کو غلط ثابت کرنے کے لئے خود ''الفردوس'' کا مقدمہ کافی ہے کیونکہ دیلمی نے اس کتاب ''الفردوس'' کے مقدمہ میں داستان گڑھنے والے راویوں اور جعلی حدیثوں کی بڑی سخت مذمت کی ہے نیز کابلی کا اپنی کتاب ''صواقع'' میں دیلمی اور ابن عساکر کی روایتوں سے احتجاج واستدلال کرنا بھی شاہ صاحب کی بات کو غلط ثابت کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

کابلی ''الصواقع'' میں شیعوں کے آیۂ مودت سے استدلال کے جواب میں لکھتے ہیں:

''صحابہ میں سوائے علی کے دوسروں کی محبت کے واجب ہونے کی نفی کرنا افترا اور جھوٹ ہے کیونکہ ابوطاہر سلفی نے انس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: ابوبکر کی محبت اور ان کا شکر امت کی ہر فرد پر واجب ہے، اسی کی ابن عساکر نے بھی روایت کی ہے اور اسی کی دوسرے طریق سے سعید بن سہل ساعدی سے بھی روایت کی گئی ہے۔ اور حافظ عمر بن محمد بن خضر ملا نے اپنی سیرت میں نبیؐ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: اللہ نے تم پر ابوبکر و عمر وعثمان وعلی کی محبت اسی طرح واجب کی ہے جس طرح تم پر نماز وزکوٰۃ وروزہ وحج کو واجب کیا۔ ابن عدی نے انس سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: ابوبکر وعمر کی محبت ایمان اور ان کا بغض نفاق ہے۔ اور ابن عساکر نے جابر سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: ابوبکر وعمر کی محبت ایمان اور ان کا بغض کفر ہے''۔

نیز کابلی ''الصواقع'' میں شیعوں کے تعصبات کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''انتیسواں تعصب: اہلسنت، اہلبیت سے بہت زیادہ دشمنی کرتے ہیں، یہ بات ابن شہر آشوب اور بہت سارے علماء نے لکھی ہے اور انھیں ناصبی کہا ہے۔ جب کہ یہ جھوٹی اور تعصب سے بھری بات ہے کیونکہ وہ (اہلسنت) کہتے ہیں کہ اللہ نے اہلبیت نبیؐ کی محبت سب پر واجب کی ہے اور اس وقت تک کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے سے زیادہ ان سے محبت نہ کرے۔ اس سلسلے میں وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جن کی بیہقی، ابوالشیخ اور دیلمی نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لا یومن احدحتیٰ اکون احب الیه من نفسه و یکون عترتی احب الیه من نفسه** یعنی جب تک کوئی مجھ کو اور میری عترت کو اپنے سے زیادہ نہ چاہے وہ مومن نہیں ہوسکتا''۔

خود شاہ صاحب تحفہ کے ساتویں باب میں آیہ مودۃ کے جواب میں لکھتے ہیں:

''ہم اس بات کو نہیں مانتے کہ صرف انھیں چار (ابوبکر و عمر و عثمان و علی) کی محبت واجب ہے اور بھی ہیں جن کی محبت واجب ہے۔ حافظ ابوطاہر سلفی نے انس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: ابوبکر کی محبت اور اس کا شکر میری امت کی ہر فرد پر واجب ہے، اسی کو ابن عساکر نے انس سے روایت کی ہے اسی کی دوسری طریق سے سہل بن سعد ساعدی سے روایت کی گئی ہے۔ اور حافظ عمر بن محمد بن خضر ملا نے اپنی سیرت میں نبیؐ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: تم پر ابوبکر و عمر و عثمان و علی کی محبت اسی طرح واجب ہے جس طرح نماز و زکوٰۃ و روزہ و حج واجب ہے۔ اور ابن عدی نے انس سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: ابوبکر و عمر کی محبت ایمان اور ان کا بغض نفاق ہے اور ابن عساکر نے جابر سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: ابوبکر و عمر کی محبت ایمان اور ان کا بغض کفر ہے''۔

شاہ صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں مطاعن عثمان کے دسویں طعن کے جواب میں دیلمی کی دو روایتوں سے استناد کیا ہے۔ نیز انھوں نے ''فتح العزیز'' میں آیہ ''سیجنبها الاتقی'' کی تفسیر میں فضیلت ابوبکر کو ثابت کرنے کے لئے خطیب بغدادی کی روایت نقل کی ہے۔

اب اگر ہم شاہ صاحب کی مذکورہ بات کو صحیح مانیں تو پھر اکابر علماء، ان کی کتابوں کی کیوں تعریف و تمجید کرتے؟ دیلمی کی کتاب ''الفردوس'' کی عظمت کو بحث سند حدیث تشبیہ کے نمبر ۱۱ میں شہردار دیلمی کی مسند الفردوس اور سید علی ہمدانی کی روضۃ الفردوس سے نقل کیا ہے لہذا یہاں صرف خطیب اور ابن عساکر کی کتابوں کے بارے میں علماء کے نظریات بیان کر رہے ہیں۔

تالیفات خطیب بغدادی کے بارے میں علماء کے تاثرات

۱۔ ابوعلی یحییٰ بن عیسیٰ بن جزلہ بغدادی ''مختار مختصر تاریخ بغداد'' میں لکھتے ہیں:

''علم حدیث اور راویوں کے بارے میں لوگوں نے بہت زیادہ کتابیں لکھیں اور کوشش کی کہ ثقہ راوی کو متہم راوی سے اور ضعیف کو قوی سے جدا کریں۔ یہ کام مفید اور لائق تقدیر ہے اس لئے کہ بے دینوں اور زندیقوں نے بہت ساری جعلی اور سماعت پر بار ہونے والی ایسی حدیثوں کو حقیقی حدیثوں میں شامل کردیا ہے جن کو سننے والے اور فریب کھانے والے ہلاک ہوگئے۔ یہ کتاب جس کو شیخ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت معروف بہ حافظ خطیب بغدادی نے لکھا اور اس کا ''تاریخ بغداد'' نام رکھا، اس علم کی بڑی عظیم کتاب ہے۔ اس کی تالیف میں انھوں نے بڑی سختیاں جھیلیں، راتیں کو بیداری میں گزاریں اور بہت بڑا وقت اس کو دیا، خدا ان کو اس کا اجر دے۔ مگر چونکہ بڑی طولانی کتاب ہے جس کو دیکھتے ہی لوگ نڈھال ہوجاتے ہیں اس لئے اس کو مختصر کیا اور جس ترتیب سے انھوں نے لوگوں کا ذکر کیا تھا اسی ترتیب سے میں نے بھی ان کا تذکرہ کیا ہے.....''۔

۲۔ عبدالکریم سمعانی ''الانساب'' میں لکھتے ہیں:

''خطیب نے لگ بھگ سو کتابیں لکھیں جو محدثین کی تکیہ گاہ بن گئیں کہ انھیں میں ایک ''التاریخ الکبیر لمدینة السلام بغداد'' ہے''۔(۱)

۱۔ الانساب، ج۵، ص۱۵۱، مادہ الخطیب۔

۳۔ ابن خلکان لکھتے ہیں:

"ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت بغدادی معروف بہ خطیب، تاریخ بغداد جیسی کئی مفید کتابوں کے مصنف ہیں۔ وہ حافظ، متقن اور عالم متبحر تھے اگر ان کی تاریخ کے سوا کوئی اور کتاب نہ ہوتی تو وہی ان کے وسیع معلومات کی عکاس بنتی"(۱)

۴۔ ذہبی خطیب کے حالات میں لکھتے ہیں:

"حافظ ابن عساکر کا بیان ہے کہ میں نے حسین بن محمد سے ابن خیرون یا کسی اور سے نقل کرتے سنا کہ خطیب نے کہا تھا کہ جب میں حج کے لئے گیا تو تین گھونٹ آب زمزم کے پئے اور خدا سے تین حاجتیں مانگیں، ۱۔ مکہ میں لوگوں کے سامنے تاریخ بغداد پڑھوں، ۲۔ مسجد منصور میں حدیثوں کا املا کراؤں، ۳۔ بشر حافی کے پاس دفن کیا جاؤں۔ چنانچہ ان کی تینوں حاجتیں پوری ہوگئیں"(۲)

ذہبی ہی ان کے حالات میں لکھتے ہیں: "عنبر ارمیاری نے مکی رمیلی سے نقل کیا ہے کہ ربیع الاول ۴۶۳ھ میں شہر بغداد میں خواب میں دیکھا کہ تاریخ بغداد کو پڑھنے کے لئے حسب دستور بھی خانہ خطیب میں جمع ہوئے۔ خطیب بیٹھے ہوئے تھے اور شیخ ابوالفتح نصر بن ابراہیم مقدسی دائیں طرف تھے اور بائیں طرف ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جس کو میں نے پہچانا نہ تھا، جب اس کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا وہ رسولؐ خدا ہیں جو تاریخ بغداد سننے کے لئے تشریف لائے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں سوچا یہ خطیب کی عظمت کی علامت ہے کیونکہ رسولؐ خدا ان کی نشست میں حاضر ہوئے تھے، یہ ان لوگوں کی بات کو غلط ثابت کرتا ہے جو خطیب کی تاریخ میں کیڑہ نکالتے ہیں"(۳) اسی خواب کو سبکی نے بھی نقل کیا ہے۔(۴)

۱۔ وفیات الاعیان، ج۱، ص۵۴، نمبر۳۴۔
۲۔ سیر اعلام النبلاء، ج۱۸، ص۲۷۹، نمبر۱۳۷۔
۳۔ سیر اعلام النبلاء، ج۱۸، ص۲۸۸، نمبر۱۳۷؛ تذکرۃ الحفاظ، ج۳، ص۲۲۶، نمبر۱۳۷۔
۴۔ طبقات الشافعیہ، ج۴، ص۳۶۔

۵۔ خود شاہ صاحب "بستان المحدثین" میں خطیب کے حالات میں لکھتے ہیں:

"ان کی ساٹھ سے زیادہ تصنیفات ہیں کہ انھیں میں تاریخ بغداد، کفایہ، شرف اصحاب الحدیث، السابق واللاحق، المتفق والمفترق، المؤتلف والمختلف، تلخیص المتشابہ، کتاب الرواۃ عن مالک، غنیۃ المقتبس فی تمییز الملتبس، متصل الاسانید اور روایۃ الابناء عن الآباء جیسی مفید کتابیں ہیں" اس کے بعد انھوں نے خطیب کے بارے میں ابوطاہر سلفی کے اشعار، آب زمزم پی کر حاجت مانگنے اور ان کے پوری ہونے اور خواب میں پیغمبرؐ کے آنے والے واقعات کو نقل کئے ہیں۔

تالیفات ابن عساکر کے بارے میں علماء کے نظریات

۱۔ ابن خلکان لکھتے ہیں:

"ابن عساکر نے مفید کتابیں تصنیف کیں اور تاریخ لکھی، حدیثوں کے بارے میں اچھی نظر رکھتے تھے۔ جمع آوری اور تالیف میں بڑی دقت کرتے تھے۔ انھوں نے تاریخ بغداد کی روش پر اسی مجلد میں دمشق کی تاریخ کبیر لکھی اور اس میں تعجب خیز مطالب بیان کئے۔ ہمارے شیخ حافظ علامہ ابومحمد عبدالعظیم منذری علامہ مصر سے جب اس تاریخ کے بارے میں گفتگو ہوئی تو اس کی ایک جلد دکھا کر اس کی بڑی تعریف کی اور کہا: میں تو سمجھتا ہوں کہ زمانہ بلوغ ہی سے انھوں (ابن عساکر) نے اس کتاب کو لکھنے کا ارادہ بنالیا تھا بلکہ اسی وقت اس کی تالیف میں مشغول ہوگئے تھے کیونکہ ایسی کتاب کی تالیف کے لئے عمر بڑی چھوٹی ہے۔ حق یہ ہے کہ بڑی صحیح بات انھوں نے کہی۔ جو بھی اس کتاب سے آشنائی پیدا کرے گا وہ اس حقیقت کا اعتراف کرے گا۔ انسان کو اتنا وقت ہی کب ملتا ہے کہ اس جیسی کتاب لکھ سکے۔ میں بھی ان کے بارے میں ایسی ہی نظر رکھتا ہوں۔ انھوں نے اس کتاب میں وہی مطالب لکھے جو درجہ صحت تک پہنچ چکے تھے۔ تاریخ دمشق کے علاوہ ان کی اور بھی مفید کتابیں ہیں"(۱)

۱۔ وفیات الاعیان، ج۲، ص۱۴۷۔

۲۔ یافعی لکھتے ہیں:

"حدیث اور تاریخ کے بعض اہل علم کہتے ہیں کہ وہ (ابن عساکر) اپنے زمانہ کے علماء حدیث ورجال کے سردار تھے اور اس علم میں بہت بلند مرتبہ حاصل کر لیا تھا۔ جس نے ان کی تاریخ کا مطالعہ کیا اس نے ان کے حافظہ کی منزلت جان لی، بلکہ جس نے ان کی تصانیف پر اجمالی نظر ڈالی اس کو ان کے علم وحافظہ وفہم وذکاوت وبلاغت وتحقیقات وفضائل ومحاسن کے اعلی درجہ کا اچھی طرح اندازہ ہوگیا" (۱)

۳۔ سبکی لکھتے ہیں:

"ابن عساکر کی اسی جلدوں میں تاریخ شام ہے۔ انھوں نے ان باتوں سے پردہ ہٹایا جو دوسروں پر پوشیدہ تو نہیں تھیں مگر ان میں لکھنے کی جرأت نہیں تھی۔ جو اس کتاب (تاریخ دمشق) کا مطالعہ کرے گا وہ سمجھ جائے گا کہ یہ امام کس مرتبے تک پہونچے ہوئے تھے۔ وہ ثریا کو کم اور بدر کامل پر قانع نہیں تھے۔ تاریخ دمشق کے علاوہ الاطراف اور تبیین کذب المفتری فیما نسب الی الامام ابی الحسن الاشعری وغیرہ ان کی تالیفات ہیں جن کی حفاظ کو سخت ضرورت ہوتی ہے۔ علمی نشست میں اپنے حافظے سے وہ علمی مطالب لکھواتے تھے کہ اگر بخاری اس نشست میں ہوتے تو سر نیاز خم کر دیتے اور مسلم ان مطالب کو تسلیم کر لیتے، اور اگر وہاں سے وہ کہیں جاتے تو نو سالہ تیز رو اونٹ پر سوار ہو کر دوبارہ اس نشست میں پہنچنے کی کوشش کرتے" (۲)

محدث دہلوی: ان کتابوں کے بارے میں ان کے مصنفین کے بیانات کی روشنی میں کس طرح ان کی حدیثوں سے احتجاج کیا جا سکتا ہے۔

میر حامد حسین: جس بات کی شاہ صاحب نے ان کتابوں کے مصنفین کی طرف نسبت دی ہے وہ ہمیں کہیں نظر نہیں آئی نہ ہی دیگر علماء اہلسنت نے شاہ صاحب کی بات کی تائید کی ہے بلکہ اس کے برعکس علماء نے "الفردوس"، "تاریخ بغداد" اور "تاریخ دمشق" کی تعریف وتمجید کی ہے اور ان کی حدیثوں سے احتجاج و

۱۔ مرآۃ الجنان وقائع ۵۷۱ھ، ج ۳، ص ۲۹۷۔
۲۔ طبقات الشافعیہ، ج ۷، ص ۲۱۶، نمبر ۹۱۹۔

استدلال کئے ہیں۔ بلکہ خود شاہ صاحب نے "بستان المحدثین" میں خطیب کی کتابوں کی تعریف وتوصیف کی ہے اور تحفہ اثنا عشریہ میں کابلی کی طرح دیلمی اور ابن عساکر کی روایتوں سے استناد کیا ہے پھر کیوں شیعہ ان حضرات کی حدیثوں سے احتجاج نہیں کر سکتے؟

محدث دہلوی: اسی لئے صاحب جامع الاصول کا کہنا ہے کہ خطیب نے برادر رضی، شریف مرتضی سے صرف اس لئے شیعی حدیثوں کی روایت کی تاکہ بعد میں کھرے کھوٹے کی تشخیص دے سکیں۔

میر حامد حسین: سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ شاہ صاحب نے نہیں لکھا کہ صاحب جامع الاصول نے یہ بات کس کتاب میں کہی ہے تاکہ اس کو دیکھ کر سچ اور جھوٹ کی تشخیص دی جا سکے۔ دوسری بات یہ ہے کہ خطیب کا صرف سید مرتضی سے شیعی حدیثوں کی روایت کرنا، تاریخ بغداد کی تضعیف کا باعث نہیں بنتا اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ خطیب نے ان کو جدا ایک کاغذ پر لکھا ہو نہ کہ تاریخ بغداد میں۔ جس کی بزرگ علماء نے دل کھول کے تعریف کی ہے، لہذا تاریخ بغداد اور دوسری رائج کتابوں میں موجود روایتوں سے احتجاج کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ شاہ صاحب نے تحفہ کے گیارہویں باب میں ایسا ہی کیا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ شاہ صاحب کے اس بیان سے سید مرتضی کی عظمت آشکار ہوگئی کیونکہ خطیب بغدادی جیسے جلیل القدر محدث نے ان سے اخذ حدیث کیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ سید مرتضی خطیب کے استاد ٹھہرے لہذا تحفہ کے باب نبوت میں سید مرتضی کے خلاف جو شاہ صاحب نے کردار دکھایا اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

محدث دہلوی: یہ حدیث (تشبیہ) حتی ضعیف سند سے بھی اہلسنت کی کسی کتاب میں نہیں ہے۔

میر حامد حسین: شاہ صاحب کا یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے کہ حدیث تشبیہ حتی ضعیف سند سے بھی اہلسنت کی کسی کتاب میں نقل نہیں ہوئی ہے یعنی نہ صحاح میں ہے نہ غیر صحاح میں، نہ طبقہ متقدم میں نہ طبقہ متاخرین میں نہ بسند صحیح نہ بسند ضعیف۔ جب کہ اس کے پہلے ہم نے (بحث سند میں) بیان کیا ہے کہ حدیث تشبیہ مختلف الفاظ واسلوب میں ابن شاہین کی کتاب السنۃ میں، حاکم نیشاپوری کی تاریخ نیشاپور میں، ابن بطہ کی ابانہ میں، ابونعیم اصفہانی کی فضائل الصحابۃ میں، بیہقی کی فضائل الصحابۃ میں، ابن مغازلی کی کتاب المناقب میں، شیرویہ دیلمی کی فردوس الاخبار میں، عاصمی کی زین الفتی میں، نطنزی کی خصائص علویہ میں، شہردار دیلمی کی مسند الفردوس میں، خطیب خوارزمی کی کتاب المناقب میں، یاقوت حموی کی معجم البلدان میں، ملا عمر کی وسیلۃ

المتعبدین میں، ابن طلحہ کی مطالب السؤل میں، گنجی کی کفایۃ الطالب میں، محب طبری کی ریاض النضرۃ اور ذخائر العقبیٰ میں، سید علی ہمدانی کی مودۃ القربیٰ میں، سید شہاب الدین احمد کی توضیح الدلائل میں، شہاب الدین دولت آبادی کی ہدایۃ السعداء میں، ابن صباغ مالکی کی فصول المھمۃ میں، میبدی کی فواتح میں، صفوری کی نزھۃ المجالس میں، ابراہیم وصابی کی الاکتفا میں، جمال الدین محدث کی الاربعین میں، احمد بن فضل باکثیر مکی کی وسیلۃ المآل میں، میرزا محمد بدخشانی کی مفتاح النجا میں، محمد صدر عالم کی معارج العلی میں، محمد بن اسماعیل یمانی کی روضۃ الندیۃ میں، ان کے علاوہ اوروں کی بھی کتابوں میں نقل ہوئی ہے۔ پھر کیوں شاہ صاحب نے اس حدیث کے وجود سے انکار کیا؟

محدث دہلوی: اس بیان (حدیث) میں جناب امیر (حضرت علیؑ) کے بعض صفات کی انبیاء کے بعض صفات سے صرف تشبیہ دی گئی ہے (نہ تو ان صفات کے وجود کو آپ کی ذات میں بیان کرنا مقصود تھا نہ ہی ان صفات میں برابری مقصود تھا)۔

میر حامد حسین: اس حدیث (تشبیہ) میں انبیاء کے ان صفات میں حضرت علیؑ کے مساوی ہونے سے انکار کرنا اور اس کو صرف ایسی تشبیہ کہنا جیسے خاک کو مشک سے اور سنگریزے کو مروارید اور یاقوت سے تشبیہ دی جائے تو یہ ایسا جھوٹ ہے جس کے بیان کی ضرورت نہیں ہے درج ذیل وجوہات کی بناء پر یہ نظریہ بالکل غلط ثابت ہو جائے گا۔

۱۔ خود عبارت حدیث "من اراد ان ینظر الی آدم ...." بتا رہی ہے کہ جس کے دیکھنے (کمالات انبیاء) کی خواہش کی جا رہی ہے اور جس (حضرت علیؑ) کو دیکھنے کا حکم دیا جا رہا ہے ان میں عینیت اور یکسانیت ہے یہ ایسے ہی جیسے کوئی کہے کہ جو شخص اس شہر کی افضل فرد کو دیکھنا چاہتا ہے وہ فلاں شخص کو دیکھے تو اس کا مطلب یقیناً یہ ہوگا کہ وہ شخص شہر کی عین افضل فرد ہے نہ یہ کہ وہ حقیقت میں افضل نہیں ہے بلکہ افضل سے مشابہ ہے۔ البتہ چونکہ حدیث میں حضرت علیؑ کا عین انبیاء ہونا ممکن نہیں ہے لہذا جو عینیت سے قریب معنی ہوگا وہی مراد ہوگا اور وہ مساوات ہے۔ اس لحاظ سے اس حدیث کے معنی یہ ہوں گے کہ جو کوئی علم آدم کو دیکھنا چاہے وہ علی بن ابی طالب کی طرف نگاہ کرے کیونکہ آپ اس طرح علم میں جناب آدم کے مساوی اور ان کے حقیقی مثل ہیں کہ وہ سارے علوم جو جناب آدم کے پاس تھے وہ آپ کے پاس بھی تھے اسی طرح دیگر

صفات (زہد و ہیبت و عبادت وغیرہ) کے بارے میں یہی معنی لئے جائیں گے۔ کیونکہ اگر حدیث کے یہ معنی نہ لئے جائیں تو سرکارِ دو عالم کا معجزہ نما کلام بلاغت سے گر جائے گا۔ محمد بن فضل اللہ محبی "خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر" میں عیسیٰ بن محمد مغربی کے شرح حال میں لکھتے ہیں:

"لوگوں کا ان کے بارے میں گہرا اعتقاد ہے یہاں تک کہ عارف باللہ سید محمد بن علوی کا کہنا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے زروق تھے۔ اور سید عمر باعلوی کا کہنا ہے کہ جو چاہتا ہے کہ ایسے شخص کو دیکھے جس کی ولایت میں ذرہ برابر شک نہ ہو وہ ان (عیسیٰ) کی طرف نگاہ کرے، ان کے فخر کے لئے یہی کافی ہے اور اس بات کی گواہی خزیمہ نے دی ہے" (۱)

عیسیٰ مغربی کے بارے میں باعلوی کی مراد وہی ہے جو میں نے بیان کیا ہے کیونکہ اگر مذکورہ عبارت میں صفت کو بیان کرنا مقصود نہ ہوتا بلکہ صرف ایسی تشبیہ دینی ہوتی جیسے خاک کی مشک سے اور سنگریزے کی مروارید اور یاقوت سے، تو عیسیٰ مغربی کے بارے میں عمر باعلوی کا بیان نہ تو ان کی قطعی ولایت کو ثابت کر پائے گا نہ ہی ان کے بارے میں لوگوں کے عقیدۂ راسخ کو صحیح ثابت کر پائے گا اور نہ ہی ان کے لئے یہ باعث فخر ہوگا۔

۲۔ مثلاً زید کے بارے میں اگر کوئی کہے کہ وہ علم میں یا حسن و جمال میں یا قد و قامت میں یا مال و دولت میں یا اولاد میں یا عمر میں یا جثہ میں یا اخلاق میں یا زہد و ورع میں عمرو کے مانند ہے تو اس کو سنتے ہی ذہن میں آئے گا کہ زید ان چیزوں میں عمر کے مساوی (برابر) ہے۔ یہ ایسی چیز ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا سوائے اس کے جو واضح و بدیہی چیزوں کا انکار کرتا ہے۔ لہذا اس اصول (تبادر) کے مطابق اگر حدیث میں لفظ مساوی کے بجائے حرف تشبیہ (ک) ہوتا تب بھی مساوات و برابری ہی سمجھ میں آتا۔ اسی طرح اگر دو افراد کے درمیان کسی چیز میں مساوات و برابری نہ ہو تو اس میں ایک کو دوسرے سے جدا کیا جا سکتا ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ مثلاً زید حُسن میں عمرو کے برابر نہیں ہے۔ لہذا اگر تشبیہ، برابری کی علامت نہ ہوتو، نابرابری میں سلب تشبیہ درست نہیں ہونا چاہئے مگر جب برابری نہ ہو تو سلب تشبیہ درست ہے تو پھر تشبیہ میں بھی مساوات و برابری ہی درست ہوگا۔

۱۔ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر، ج ۳، ص ۲۴۲۔

اسی طرح اگر کوئی وجوب نماز وروزہ وزکوٰۃ وحج وجہاد کو ذکر کرنے کے بعد کہے کہ ان کا وجوب قرآن وسنت سے بھی ثابت ہے یا کسی حدیث کو بیان کرنے کے بعد کہے کہ اسی طرح کی حدیث کو بخاری اور مسلم نے بھی نقل کیا ہے یا کسی فقہی مسئلہ کو بیان کرنے کے بعد کہے کہ ایسا ہی ابوحنیفہ یا مالک یا شافعی وغیرہ نے کہا ہے تو اس تشبیہ سے ان میں یقیناً پوری طرح مطابقت اور مساوات مراد ہوگی اور سننے والے کے ذہن میں یکسانیت وبرابری ہی آئے گی اور یکسانیت ومساوات کے نہ ہونے کی صورت میں کہنے والا تنقید کا شکار ہوگا۔ لہذا صفات علیؑ کو صفات انبیاء سے تشبیہ دینے سے ان میں پوری مساوات ہی سمجھا جائے گا کوئی اور معنی مراد نہیں لیا جائے گا۔

ان کے علاوہ بزرگ علماء اہلسنت نے اس آیت سے آنحضرتؐ کو سارے انبیاء سے افضل ثابت کیا ہے جس میں آپ کو ہدایت انبیاء کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ اور جب ایسا ہے تو حدیث تشبیہ جو ذات علیؑ میں صفات انبیاء کے وجود کو ثابت کر رہی ہے، اسی افضلیت کو ثابت کر رہی ہے اور جب حدیث تشبیہ سے حضرت علیؑ کا سارے انبیاء (بجز سرکار دوعالمؐ) سے افضل ہونا ثابت ہو جائے تو پھر تینوں خلفاء سے افضل ہونا کیوں ثابت نہ ہوگا۔

یہاں پہلے اس آیت کے سیاق کو بیان کیا جارہا ہے جس میں آنحضرتؐ کو ہدایت انبیاء کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے، پھر علماء اہلسنت کے بیانات کی روشنی میں آنحضرتؐ کی افضلیت کو ثابت کیا جائے گا اور اس کے بعد حضرت علیؑ کی افضلیت کو بیان کیا جائے گا۔ آیات ملاحظہ فرمائیے:

"ووھبنا لہ اسحاق و یعقوب کلاھدینا و نوحا ھدینا من قبل و من ذریتہ داؤد و سلیمان و ایوب و یوسف و موسیٰ و ھارون و کذالک نجزی المحسنین .وزکریا و یحییٰ و عیسیٰ و الیاس کل من الصالحین . و اسماعیل و الیسع و یونس و لوطا و کلّا فضلنا علی العالمین . و من آبائھم و ذریاتھم و اخوانھم و اجتبیناھم و ھدینا ھم الی صراط مستقیم. ذالک ھدی اللہ یھدی بہ من یشاء من عبادہ و لو اشرکوا لحبط عنھم ما کانوا یعملون . اولئک آتیناھم الکتاب و الحکم و النبوۃ فان یکفربھا ھؤلاء فقد

و کلنا بھا قوما لیسوبھا بکافرین . اولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ قل لا اسئلکم علیہ اجراً ان ھو الا ذکری للعالمین "(۱)

اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق و یعقوب (سا بیٹا پوتا) عطا کیا ہم نے سب کی ہدایت کی اور ان سے پہلے نوح کی (بھی) ہم نے ہدایت کی اور ان ہی (ابراہیم) کی اولاد سے داؤد و سلیمان وایوب و یوسف و موسیٰ وہارون (سب کی ہم نے ہدایت کی) اور نیکوکاروں کو ہم ایسا ہی صلہ عطا فرماتے ہیں اور زکریا و یحییٰ و عیسیٰ والیاس (سب کی ہدایت کی اور یہ) سب (خدا کے) نیک بندوں میں سے ہیں اور اسماعیل و یسع و یونس ولوط (کی بھی ہدایت کی) اور سب کو سارے جہان پر فضیلت عطا کی اور (صرف انھیں کو نہیں بلکہ) ان کے باپ داداؤں اور ان کی اولاد اور ان کے بھائی بندوں میں سے (بہتروں کو) اور ان کو منتخب کیا اور انھیں سیدھی راہ کی ہدایت کی (دیکھو) یہ خدا کی ہدایت ہے، اپنے بندوں سے جس کو چاہے اسی کی وجہ سے راہ پر لائے اور اگر ان لوگوں نے شرک کیا ہوتا تو ان کا کیا (دھرا) سب اکارت ہو جاتا۔ یہ (پیغمبرؑ) وہ لوگ تھے جن کو ہم نے (آسمانی) کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائی، پس اگر یہ لوگ اسے بھی نہ مانیں تو (کچھ پروا نہیں) ہم نے تو اس پر ایسے لوگوں کو مقرر کر دیا ہے جو (ان کی طرح) انکار کرنے والے نہیں (یہ اگلے پیغمبر) وہ لوگ تھے جن کی خدا نے ہدایت کی پس تم بھی ان کی ہدایت کی پیروی کرو (اے رسول ان سے) کہو کہ میں تم سے اس (رسالت) کی مزدوری کچھ نہیں چاہتا۔

امام رازی مذکورہ آیت کی تفسیر کے بعد آیہ "فبھداھم اقتدہ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اس آیت میں چند مطالب بیان کئے گئے ہیں۔ پہلا مطلب یہ ہے کہ "اولئک الذین ھدی اللہ" سے مراد بلاشک وہ انبیاء ہیں جن کا اس آیت سے پہلی والی آیتوں میں ذکر ہوا ہے (اسحاق و یعقوب وغیرہ) اور "فبھداھم اقتدہ" میں یقیناً خدا نے محمدؐ کو خطاب کیا ہے۔ صرف بچی یہ بات کہ خدا نے کن چیزوں کی پیروی کا محمدؐ کو حکم دیا تھا (اس میں اختلاف ہے)

۱۔ سورۂ انعام آیت ۹۰۔۸۳۔

بعض کا کہنا ہے کہ دیگر انبیاء کی طرح آنحضرت کو جس چیز کی پیروی کا حکم دیا گیا تھا وہ خدا کی وحدانیت کا اعتقاد رکھنا تھا اور ان ساری چیزوں سے خدا کو پاک وصاف ماننا تھا جو اس کی ذات وصفات وافعال کے لئے شائستہ نہیں تھیں نیز ان کو بھی تسلیم کرنا تھا جن کا ربط عقل سے تھا۔ بعض کا کہنا ہے کہ اقتداء سے مراد سارے اخلاق حمیدہ اور سفیہوں کی اذیتوں پر صبر اور ان سے درگذشت جیسے بلند صفات کی پیروی تھی۔ بعض کا کہنا ہے کہ اقتداء سے مراد ان انبیاء کی شریعتوں کی پیروی تھی سوائے ان چیزوں کے جنہیں اس سے جدا کیا گیا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے کی شریعتیں ہمارے لئے بھی قابل تاسی ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ پہلے کی آیتوں میں اس لئے نبیوں کا نام لیا گیا ہے تاکہ بتایا جائے کہ وہ شرک سے دور اور اس کو ختم کرنے میں کوشاں تھے کیونکہ بات اس آیت پر ختم ہوتی ہے: "**ولو اشرکوا لحبط عنهم ما کانوا یعملون**" (اگر ان لوگوں نے شرک کیا ہوتا تو انکا کیا دھرا سب اکارت ہو جاتا) پھر ان کو، توحید کو ماننے اور شرک کے قریب نہ جانے کی تاکید کی گئی اس کے بعد فرمایا: "**اولئک الذین هدی الله**" (یہی انبیاء وہ تھے جن کی خدا نے ہدایت کی) یعنی خدا نے ان کی، ابطال شرک اور اثبات توحید کی ہدایت کی **فبهداهم اقتده** لہذا اس ابطال شرک، اثبات توحید اور جاہلوں کی حماقتوں کو تحمل کرنے میں ان (انبیاء) کی پیروی کرو۔ بعض کا کہنا ہے کہ آیت میں لفظ (اقتدہ) مطلق ہے جو سارے امور کی پیروی کو شامل ہے سوائے ان چیزوں کے جن سے منع کیا گیا ہے۔ مگر قاضی کا کہنا ہے کہ درجہ ذیل دلائل کی بنیاد پر بعید ہے کہ آنحضرت کو سارے انبیاء کی شریعتوں کی پیروی کا حکم دیا گیا ہوگا۔

ا۔ ان کی شریعتیں مختلف اور متناقض تھیں لہذا یہ بات صحیح نظر نہیں آتی کہ حضرت کو متناقض احکام کی پیروی کا حکم دیا گیا ہوگا۔

۲۔ آیت میں لفظ "ھدیٰ" سے مراد دلیل ہے نہ کہ نفس عمل اور جب ایسا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کی شریعتوں کے اثبات کی دلیل ان کے زمانے سے مخصوص تھی نہ کہ دوسرے زمانے کے لئے۔ لہذا ان دلیلوں کی پیروی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس زمانے میں ان افعال کے

واجب ہونے کا اقرار کریں پھر کس طرح ان کی شریعتوں کی ہر زمانے میں پیروی کرنے پر اس آیت سے استدلال کیا جا سکتا ہے؟

۳۔ آنحضرتؐ کے انبیاء گذشتہ کی شریعتوں پر عمل کرنے کی صورت میں آپ کا مرتبہ ان سے کم ہو جائے گا۔ جب کہ کوئی بھی آپ کے مرتبے کی کمی کا قائل نہیں ہے۔ مگر پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ درست ہے کہ آیت عام ہے جو بعض متناقض احکام کو بھی شامل ہو جائے گی مگر جب عام کو تخصیص دے دی جائے تو لامحالہ وہ تناقض ختم ہو جائے گا اور جو احکام بچیں گے وہ حجت ہوں گے۔ دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ اگر آنحضرتؐ مامور تھے کہ انھیں دلیلوں سے استدلال کریں جن سے انبیاء گذشتہ نے استدلال کیا تھا تو یہ پیروی نہیں کہلائے گی اس لئے کہ جب مسلمان خدا کے خالق ہونے پر عالم کے حادث (مخلوق) ہونے سے استدلال کرتے تھے تو ان کے بارے میں نہیں کہا جاتا تھا کہ وہ اس بارے میں یہودیوں یا عیسائیوں کی پیروی کررہے ہیں کیونکہ وہ اپنے مدعا پر صحیح دلیل پیش کر رہے تھے اور اس پر کوئی بھی دھیان نہیں دیتا تھا کہ اس سے پہلے کس نے یہ بات کہی ہے، اس لئے کہ پیروی اس وقت کہا جاتا ہے جب پہلا فعل دوسرے فعل کے وجود کا سبب بنے اور تیسری دلیل جو دی ہے کہ انبیاء گذشتہ کے اوصاف حمیدہ کی پیروی کرنے سے آپ کا مرتبہ کم ہو جائے گا، تو اس سے نہ یہ کہ آپ کا مرتبہ گھٹے گا نہیں، مرتبہ بلند ہوتا نظر آئے گا جیسا کہ چند سطروں بعد بیان کیا جائے گا۔ لہذا یہ آیت انبیاء گذشتہ کی شریعتوں کو ہمارے لئے بھی قابل عمل ثابت کرتی ہے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ علماء نے اسی آیت سے ثابت کیا ہے کہ ہمارے رسولؐ سارے انبیاء سے افضل تھے ان کی دلیل یہ ہے کہ کمال وصفات حمیدہ سارے انبیاء میں بٹے ہوئے تھے مثلاً داؤد وسلیمان نعمتوں پر شکر کرنے والے تھے، ایوب بلاؤں پر صبر کرنے والے، یوسف میں دونوں صفتیں پائی جارہی تھیں، موسیٰ صاحب شریعت ومعجزہ تھے، زکریا ویحییٰ وعیسیٰ والیاس صاحبان زہد تھے۔ اسماعیل صدیق تھے اور یونس بارگاہ معبود میں نالہ وزاری کرنے والے تھے۔ خدا نے ان کا اس لئے ذکر کیا کہ ان میں اکثر سے ایک خاص صفت حمیدہ ظاہر ہوئی تھی اور

جب خدا نے ان سب (انبیاء) کا ذکر کر لیا تب محمدؐ کو ان سب کی پیروی کا حکم دیا تا کہ جو صفات پراکندہ تھے اور مختلف افراد میں پائے جا رہے تھے وہ سب کے سب آپ کی ذات میں جمع ہو جائیں۔ اور جب خدا نے اس کا حکم دیا ہوگا تو محال ہے کہ آنحضرتؐ نے ان پر عمل نہیں کیا ہوگا اور ان میں کوتاہی کی ہوگی لہذا جو صفات مختلف افراد میں بٹے ہوئے تھے وہ سب کے سب آپ میں پائے جا رہے تھے۔ ان کو دیکھتے ہوئے صرف یہی کہا جائے گا کہ آنحضرتؐ سارے انبیاء سے افضل تھے۔ واللہ اعلم۔"(۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ علماء نے آیہ **فبھداھم اقتدہ** سے ان دلائل کی روشنی میں جنہیں امام رازی نے بیان کیا سارے انبیاء پر رسالتمآب کی افضلیت کو ثابت کیا ہے۔ پھر ہم بھی اسی بنیاد پر سارے انبیاء پر حضرت علیؑ کی افضلیت کو ثابت کریں گے۔ کیونکہ جب ہدایت انبیاء کی پیروی کرنے کی وجہ سے آنحضرتؐ سارے انبیاء سے افضل ہو سکتے ہیں تو حدیث تشبیہ کی روشنی میں چونکہ وہ سارے صفات حضرت علیؑ میں موجود تھے اس لئے آپ بھی سارے انبیاء سے افضل قرار پائیں گے۔ لہذا حدیث تشبیہ وہ حدیث ہے جو ادعائے شیعہ کو صحیح ثابت کرتی ہے۔

بلکہ حدیث تشبیہ کی روشنی میں حضرت علیؑ کا سارے انبیاء سے افضل ہونا رسولؐ خدا کے سارے انبیاء سے افضل ہونے سے زیادہ واضح ہے۔ اس لئے کہ جس آیہ اقتداء سے آنحضرتؐ کی افضلیت کو ثابت کیا گیا ہے اس کے لئے درج ذیل مقدمات کی ضرورت ہے کہ بغیر ان کے آپ کی افضلیت ثابت نہیں ہو سکتی:

۱۔ جن ہدایتوں کی پیروی کا حکم دیا گیا تھا انھیں انجام دیا گیا ہو۔

۲۔ ھدیٰ سے مراد انبیاء کے سارے صفات حمیدہ ہوں۔

۳۔ پیروی، افضلیت میں مانع نہ بن رہی ہو۔ جب کہ حدیث تشبیہ (من اراد ان ینظر الی ادم فی علمہ .....) میں کسی بھی مقدمہ کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ سارے صفات انبیاء (علم وحلم وعبادت و زہد) کو ذاتِ علیؑ میں ثابت کر رہی ہے اور اس حدیث میں چونکہ لفظ اقتدا نہیں ہے لہذا اس بحث کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ پیروی افضلیت میں مانع بنتی ہے یا نہیں۔ اس بناء پر صفات علیؑ کا صفات انبیاء میں مساوی ہونا بالکل واضح

۱۔ التفسیر الکبیر، ج ۱۳، ص ۷۱۔۶۹۔

ہے بلکہ آیہ اقتداء سے آنحضرت کی افضلیت سے واضح تر ہے۔

امام رازی کی طرح نیشاپوری نے بھی "غرائب القرآن" میں آیہ اقتداء کے ذیل میں آنحضرتؐ کی افضلیت سے متعلق علماء کے اقوال کو نقل کرنے کے بعد لکھا:

"خدا نے ان سارے صفات کو جمع کرنے کا آنحضرت کو حکم دیا جو دیگر انبیاء میں بٹے ہوئے تھے جیسے شکر داؤد و سلیمان میں، صبر ایوب میں، زہد زکریا و یحییٰ و عیسیٰ میں، صدق اسماعیل میں، تضرع یونس میں اور معجزات موسیٰ و ہارون کے حصے میں تھے اسی وجہ سے آنحضرتؐ نے فرمایا تھا: "**لو کان موسیٰ حیًا لما وسعہ الا اتباعی**" یعنی اگر موسیٰ ہمارے زمانے میں ہوتے تو سوائے میری پیروی کے کوئی چارہ نہیں تھا"(۱) شربینی نے ان ہی اجتماع اوصاف سے آنحضرت کی افضلیت ثابت کی ہے۔(۲)

۳۔ اگر پیروی کرنے کا حکم آنحضرتؐ میں سارے اوصاف انبیاء ماسبق کے وجود کی علامت ہو اور اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ چونکہ سارے پراکندہ اوصاف انبیاء آپ میں جمع ہو گئے تھے اس لئے آیہ اقتدا آپ کی افضلیت کو ثابت کر رہی ہے اس لئے حدیث تشبیہ بھی حضرت علیؑ کی افضلیت کو ثابت کرے گی، کیونکہ یہ حدیث سارے اوصاف انبیاء کے وجود کو آپ کی ذات میں بیان کر رہی ہے، اس بناء پر آپ مذکورہ انبیاء سے افضل قرار پائیں گے اور جب مذکورہ پانچوں انبیاء سے افضل قرار پائیں گے تو سارے انبیاء بجز خاتم النبیین سے بھی افضل ہوں گے۔ بلکہ چند سطروں بعد والی روایت ہمدانی میں آپ کو صفات یعقوب و یوسف و ایوب و یونس اور ہیبت اسرافیل، منزلت میکائیل اور جلالت جبرئیل سے تشبیہ دی گئی ہے۔

۴۔ سید علی ہمدانی نے (جو شاہ صاحب کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی کے مشائخ میں سے ہیں اور انھیں رشید الدین نے ایضاح میں مناقب اہلبیتؑ میں لکھنے والے سنی مؤلفین میں شمار کیا ہے) جناب جابر سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

۱۔ تفسیر غرائب القرآن، ج ۳، ص ۱۱۵، تفسیر آیہ ۹۰، انعام۔

۲۔ السراج المنیر، ج ۱، ص ۳۵۸۔

"من اراد ان ینظر الی اسرافیل فی هیبته و الی میکائیل فی رتبته و الی جبرائیل فی جلالته و الی آدم فی سلمه و الی نوح فی حسنه و الی ابراهیم فی خلته و الی یعقوب فی حزنه و الی یوسف فی جماله و الی موسیٰ فی مناجاته و الی ایوب فی صبره و الی یحییٰ فی زهده و الی عیسیٰ فی سننه و الی یونس فی ورعه و الی محمد فی جسمه و خلقه ، فلینظر الی علی ، فان فیه تسعین خصلة من خصال الانبیاء ،جمعها اللّٰه فیه و لم تجمع فی احد غیره .وعد جمیع ذالک فی جواهر الاخبار" (۱) جوشخص ہیبت اسرافیل، منزلت میکائیل، جلالتِ جبرئیل، صلح جوئی آدم، حسن نوح، خلت ابراہیم، حزن یعقوب، جمال یوسف، مناجات موسیٰ، صبر ایوب، زہد یحییٰ، سیرت عیسیٰ، ورع یونس اور خلقت وخُلق محمد کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علی کو دیکھے، اس لئے کہ ان میں نوے خصلتیں ایسی خدا نے جمع کر دیں جو کسی میں جمع نہیں کیں۔ میں (سید علی) نے انھیں جواھر البیان میں بیان کیا ہے۔

اس عبارت حدیث سے بالکل واضح ہے کہ حضرتؑ نے اس حدیث میں صرف تشبیہ نہیں دی ہے بلکہ اس کو بیان کرنا چاہا ہے کہ حضرت علیؑ میں خدا نے نوے ایسے صفات انبیاء جمع کیے جنہیں کسی اور میں جمع نہیں کئے۔ اس سے آپ کا سب سے افضل ہونا روز روشن کی طرح واضح وروشن ہے۔

۵۔ متعصب عالم اہلسنت فضل ابن روزبہان نے حدیث تشبیہ سے اسی طرح افضلیت کی تصریح کی ہے جس طرح شیعہ افضلیت کو ثابت کرتے ہیں۔ انھوں نے اس حدیث سے یہی نتیجہ تو نکالا مگر جعلی بتا کر اس کو رد کر دیا۔ ملاحظہ فرمائیں:

"اس حدیث (تشبیہ) کا جعلی ہونا بالکل واضح ہے اور باوجودیکہ اس کی بیہقی کی طرف نسبت دی گئی ہے مگر اس کے منکر (ضعیف) ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس حدیث سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ علی بن ابی طالب مذکورہ انبیاء سے افضل تھے جب کہ یہ بات

۱۔ مودۃ القربیٰ مودۃ ۸، مشمولہ ینابیع المودۃ، ص ۳۰۴۔

غلط ہے کیونکہ نبی سے غیر نبی افضل نہیں ہوسکتا۔ اس حدیث سے افضلیت علی اس لئے ثابت ہوتی ہے کہ اس کے مطابق ان میں وہ سارے فضائل جمع ہو گئے تھے جو انبیاء میں جدا جدا تھے (اور وہ سب کے سب کسی نبی میں نہیں پائے جارہے تھے) اور جو ان فضائل کا جامع ہو وہ بہرحال اس سے افضل ہوگا جس میں یہ سب کے سب نہ پائے جارہے ہوں (بلکہ ہر صفت کسی خاص میں پائی جارہی ہو) اس طرح کی حدیثیں غالیوں کی گڑھی ہوئی ہیں" (۱)

آپ نے دیکھا کہ فضل ابن روزبہان نے حدیث کے وہی معنی ومفاد بتائے جو شیعہ بیان کرتے ہیں کابلی اور شاہ صاحب کی طرح حدیث کے مفاد سے انکار نہیں کیا یہ اور بات ہے کہ بغیر دلیل کے اس کو جعلی کہہ کر رد کر دیا۔ ایسا اس لئے کیا تاکہ شیعہ اپنے مذہب کی حقانیت کو اس سے ثابت نہ کرنے پائیں۔

ابن روزبہان نے مذکورہ انبیاء سے حضرت علیؑ کے افضل ہونے سے جو یہ کہہ کر انکار کیا کہ غیر نبی، نبی سے افضل نہیں ہوسکتا تو ان کی یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ آیہ مباہلہ اور اس کے ذیل میں بیان ہوئی حدیثیں نیز علیؑ کو نفس رسول بتانے والی حدیثیں، جناب آدم کا آپ سے توسل کرنا (۲)، حدیث نور (۳) اور درج ذیل بعث انبیاء پر ولایت علیؑ والی روایت ان کے نظریہ کو غلط ثابت کرتی ہیں۔

شہاب الدین احمد "توضیح الدلائل" میں لکھتے ہیں:

"عن ابی هریره رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و علی آله بارک وسلم :لما اسری بی لیلة المعراج اجتمع علی الانبیاء فی السماء فاوحی اللّٰه الیّ سل هم یا محمد ، بماذا بعثتم فقالوا بعثنا علی شهادة ان لا اله الا اللّٰه و علی الاقرار بنبوتک والولایة لعلی بن ابی طالب . اورده الشیخ العالم العارف الربانی السید شریف الدین علی همدانی فی بعض تصانیفه و قال رواه الحافظ ابو نعیم "جب میں شب معراج آسمان پر پہنچا اور

۱۔ ابطال الباطل، ذیل احقاق الحق۔

۲۔ درمنثور، ج ۱، ص ۱۴۷، کنز العمال، ج ۲، ص ۳۵۸، حدیث ۴۲۳۷۔

۳۔ ریاض النضرۃ، ج ۳، ص ۱۲۰، ذکر اختصاص علی بانہ قسم النبی فی نور۔۔۔

انبیاء میرے پاس جمع ہوئے تو خدا نے مجھ پر وحی نازل کی کہ اے محمد ان سے پوچھو تمھیں کس چیز پر مبعوث کیا گیا۔ انھوں نے جواب دیا: لا الٰہ الا اللہ کی گواہی اور آپ کی نبوت اور علی بن ابی طالب کی ولایت کے اقرار پر۔ اس کو شیخ، عالم، عارف ربانی سید شرف الدین علی ہمدانی نے اپنی بعض تصانیف میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی حافظ ابونعیم نے روایت کی ہے۔

۶۔ علامہ محمد بن اسماعیل نے "روضۃ الندیہ شرح التحفۃ العلویۃ" میں حدیث تشبیہ کی بڑی لطیف شرح کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"آنحضرتؐ نے علیؑ کی پانچ انبیاء سے تشبیہ دی ہے جیسا کہ محب طبری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ باب علی رضی اللہ عنہ کے پانچ انبیاء سے تشبیہ سے متعلق ہے۔ چنانچہ ابوالحمراء کا بیان ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو شخص علم آدم، فہم نوح، حلم ابراہیم، زہد یحییٰ بن زکریا اور ہیبت وصولتِ موسیٰ کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علی بن ابی طالب کی طرف نگاہ کرے۔ اس کی ابوالخیر حاکمی نے روایت کی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو شخص چاہتا ہے کہ حلمِ ابراہیم، حکمتِ نوح اور جمال یوسف کو دیکھے وہ علی بن ابی طالب کی طرف نگاہ کرے اس کی ملّا نے اپنی سیرت میں روایت کی ہے۔ میں (محمد بن اسماعیل) کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفات علی کو پانچ رسولوں کی صفات حمیدہ سے تشبیہ دی ہے۔ علم کو علم ابو البشر آدم سے تشبیہ دی کیونکہ خدا نے انھیں سارے ناموں کی تعلیم دے کر اسی سے ان کو برتری دی تھی، اس لئے کہ پہلے ملائکہ سے خدا نے ان ناموں کے بارے میں پوچھا مگر وہ جواب نہ دے سکے تو آدم سے پوچھا، آدم نے وہ نام بتا دیئے۔ یہی آدم کے اہم فضائل میں سے ہے کیونکہ اسی کی وجہ سے انھیں ملاء اعلیٰ میں برتری حاصل ہوئی تھی۔ فہم علی کو فہم نوح سے تشبیہ دی۔ کیونکہ خدا نے انھیں کشتی بنانے کا حکم دیا تھا جس میں اتنی دقت کی ضرورت تھی جسے بیان نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ اس وقت تک نہ کسی نے کشتی بنائی تھی نہ ہی کوئی اس صنعت سے واقف تھا بلکہ اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ نوح نے اس طرح کشتی بنائی کہ اس میں اپنے اور اپنے متعلقین کے رہنے کے لئے بھی جگہ بنائی اور جانوروں اور درندوں کے رہنے کا

بھی اس میں انتظام کیا، اس کا نقشہ پرندے کے سینے کے مانند تھا۔ یہ کشتی اتنی عظیم المرتبت تھی کہ خدا نے اس پر سوار ہونے کو اپنی قدرت کی نشانی قرار دیا اور فرمایا: "و آیۃ لھم انا حملنا ذریتھم فی الفلک المشحون" (اور ان کے لئے (میری قدرت کی) ایک نشانی یہ ہے کہ ان کے بزرگوں کو (نوح کی) بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ یٰس ر۴۱) خدا نے قرآن میں متعدد جگہوں پر کشتی کو جہاں اپنی نعمت شمار کیا ہے وہیں اسے زمین و آسمان اور شب و روز کے ہم پلہ قرار دیا ہے۔ لہذا فہم نوح سے مراد ان کا کشتی بنانے کے طریقہ کا سمجھنا تھا جس کی خدا نے راہنمائی کی تھی اور انھیں اس طرح حکم دیا تھا: "واصنع الفلک باعیننا" (ہمارے روبرو اور ہمارے حکم سے کشتی بنا ڈالو۔ ہود ر۳۷) بعض روایتوں میں "فہم نوح" کے بجائے "حکم نوح" آیا ہے جس سے مراد حکمت نوح ہے۔ البتہ ممکن ہے کہ فہم نوح کا ربط صرف کشتی بنانے سے نہ ہو بلکہ ساخت کشتی اور ان دیگر امور کو بھی شامل ہو جنھیں خدا نے سمجھا کر ان کو انجام دینے کا حکم دیا تھا۔ حلم و بردباری علی کو اس حلم و بردباریِ ابراہیم سے تشبیہ دی جس سے بہت کم انبیاء کی خدا نے توصیف کی ہے۔ خدا نے جناب ابراہیم کی اس طرح توصیف کی ہے۔ "ان ابراھیم لاوّاہ حلیم" (بے شک ابراہیم بڑے دردمند بردبار تھے۔ توبہ ر۱۱۴)، "ان ابراھیم لحلیم اوّاہ منیب" (بے شک ابراہیم بردبار نرم دل (ہر بات میں خدا کی طرف) رجوع کرنے والے تھے۔ ہود ر۷۵) حلم ابراہیم کا ایک نمونہ جس کو پہاڑ بھی دیکھنے کی تاب نہیں رکھتا حکم الٰہی کی پیروی کرنے کی خاطر بیٹے کو ہاتھ پیر باندھ کر ذبح کرنا تھا کہ اگر خدا نہ روکتا تو یقیناً بیٹا ذبح ہو گیا ہوتا، اسی وجہ سے خدا نے باپ اور بیٹا دونوں کی حلم سے توصیف کی۔ آنحضرتؐ نے زہد علی کو زہد یحییٰ بن زکریا سے تشبیہ دی کیونکہ اولاد آدم میں ان جیسا زاہد کوئی نہیں گزرا ہے ان کے زہد کے تھوڑے بہت نمونے کتابوں میں نظر آتے ہیں۔ پیغمبرؐ اسلام نے ہیبت علی کی موسیٰ کی ہیبت وصولت سے تشبیہ دی کیونکہ موسیٰ بہت ہیبت و صولت والے تھے آپ نے ایک قبطی کو ایسا گھونسا مارا کہ وہ وہیں مر گیا تھا۔ اس کے علاوہ فرعون کی سرزمین پر موسیٰ زندگی گزار رہے تھے جہاں بنی اسرائیل ذلیل و خوار کئے جا رہے تھے تو قبطی

جاہ وحشم کے مالک تھے، مگر موسیٰ تھے جو کسی سے دب کر نہیں رہتے تھے۔

دوسری روایت میں آنحضرتؐ نے جمال علی کو جمال یوسف سے تشبیہ دی اور جس طرح جمال یوسف اظہر من الشمس ہے اسی طرح جمال علی بھی نا قابل انکار۔ کتابوں میں ان کے جسم کی ساخت اس پر شاہد ہے۔ آخر میں یہ کہوں گا کہ حلم وعلم وفہم وزہد وہیبت وحسن بڑی عظیم صفتیں ہیں اور علی ان میں بلند ترین مرتبے پر فائز تھے کیونکہ علم انبیاء عیب ونقص سے پاک علم تھا، حلم انبیاء کامل ترین حلم تھا، فہم انبیاء درک ترین فہم تھا، زہد انبیاء رفیع ترین زہد تھا اور توانمندی انبیاء بالاترین توانمندی تھی۔ کتنا عظیم شخص (علیؑ) تھا وہ جس کو خدا نے ان سارے اوصاف سے آراستہ کیا اور اس کے رسول (محمد) نے اس سے اس طرح لوگوں کو آگاہ کیا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ ان صفات سے متصف انبیاء کو زندہ دیکھے وہ علی کو دیکھے۔

یہ بات صحیح ہے کہ آنحضرتؐ نے بعض صحابہ کو بعض رسولوں کی بعض صفتوں سے تشبیہ دی ہے مگر کسی میں نہ تو پانچ انبیاء کی صفتیں بیان کیں نہ ہی تین انبیاء کی صفتوں کا ذکر کیا اور نہ ہی یہ عبارت اس کے لئے استعمال کی کہ جو چاہتا ہے کہ علم آدم.... دیکھے۔ مگر علی کے بارے میں اس عبارت کو استعمال کرنا اس کی علامت ہے کہ وہ ان سارے صفات کے حامل تھے‘‘۔

آپ نے دیکھا کہ اس عالم نے حدیث تشبیہ کی کتنی اچھی وضاحت کی اور مختصر عبارت میں کیسے حقائق بیان کئے جو شیعوں کے احتجاج واستدلال کو روشن اور شاہ صاحب کے تعصب کو ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ انھیں کا خیال ہے کہ اس حدیث میں مقصود صرف تشبیہ ہے وہ بھی ایسی جیسے خاک وسنگریزے کے مروارید ویاقوت سے۔ اس بارے میں ابن طلحہ، حافظ گنجی اور شہاب الدین احمد کے گذشتہ بیانات کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے جو دلائل شیعہ کی حقانیت کو ثابت کرتے ہیں۔

۷۔ اگر کوئی ہمارے مذکورہ دلائل کو تسلیم نہ کرے تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ بعض روایتوں کے مطابق حدیث تشبیہ میں خود حضرت ابوبکر نے حضرت علیؑ کو پانچ انبیاء کے برابر بلکہ ان سے افضل کہا ہے۔ خوارزمی اپنی مناقب میں لکھتے ہیں:

’’شہردار نے مجھ سے اجازے کے طور پر بیان کیا انھوں نے ابوالفتح عبدوس بن عبداللہ بن

عبدوس ہمدانی سے انھوں نے شریف ابوطالب مفضل بن محمد بن طاہر جعفری سے انھوں نے حافظ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ بن فورک اصفہانی سے انھوں نے محمد بن احمد بن ابراہیم سے انھوں نے حسن بن علی بن حسین سلوی سے انھوں نے سوید بن مسعر بن یحییٰ بن حجاج نہدی سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے شریک سے انھوں نے ابواسحاق سے اور انھوں نے علمدار لشکر علی، حارث اعور سے روایت کی ہے۔ حارث کا بیان ہے کہ ہمیں خبر ملی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے جھرمٹ میں تھے کہ ایک مرتبہ فرمایا: میں تمھیں آدم کو ان کے علم میں، نوح کو ان کے فہم میں اور ابراہیم کو ان کی حکمت میں دکھاؤں گا، ابھی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ علی آگئے۔ ابوبکر نے کہا: یا رسول اللّٰہ اقست رجلاً بثلاثہ من الرسل بخ بخ لھذا الرجل من ھو یا رسول اللّٰہ۔ یعنی اے رسول خدا آپ نے اس شخص کا تین رسولوں سے مقائسہ کیا ہے، وہ لائق مبارک شخص کون ہے اے رسولؐ خدا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے ابوبکر کیا تم اسے نہیں پہچانتے؟ ابوبکر نے جواب دیا وہ کون ہے اسے تو خدا و رسول ہی بہتر طور پر جان سکتے ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا: وہ ابوالحسن علی بن ابی طالب ہے۔ ابوبکر نے کہا مبارک ہو آپ کو اے ابوالحسن، آپ کے جیسا کون ہو سکتا ہے اے ابوالحسن‘‘(۱)

شہاب الدین احمد ’’توضیح الدلائل‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’لشکر امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کے علمبردار حارث اعور کا بیان ہے کہ ہمیں خبر ملی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم اصحاب کے ہمراہ تھے، آپ نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: میں تمھیں آدم کو ان کے علم میں، نوح کو ان کے فہم میں اور ابراہیم کو ان کے فہم میں دکھاؤں گا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ آگئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے رسولؐ خدا آپ نے کس خوش نصیب کا تین رسولوں سے مقائسہ کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وبارک وسلم نے پوچھا کیا تم اسے نہیں پہچانتے ہو؟ ابوبکر نے جواب دیا خدا اور اس کا رسول اچھی طرح

۱۔ مناقب خوارزمی، ص ۸۸، حدیث ۷۹۔

سے واقف ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم نے فرمایا وہ ابوالحسن علی بن ابی طالب ہے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا مبارک ہو آپ کو اے ابوالحسن۔ اس کی صالحانی نے روایت کی ہے اور ان کے اسناد میں حافظ ابوسلیمان ہیں'۔

اس روایت سے واضح ہوا کہ حدیث تشبیہ سے حضرت ابوبکر ان انبیاء اور حضرت علیؑ کے درمیان وہی برابری کے معنی سمجھے جسے شیعہ بیان کرتے ہیں اور نبیؐ نے بھی ان کی بات رد نہیں کی تھی جو اس کی صحت کی علامت ہے کیونکہ انھوں نے کہا تھا: ''یا رسول اللہ قست رجلاً بثلاثة من الرسل '' یعنی اے رسولؐ خدا آپ نے اس شخص (علیؑ) کا تین رسولوں سے مقائسہ کیا؟ اور کسی کا کسی سے قیاس (موازنہ) کرنے کا مطلب ہی دونوں میں برابری دکھانا ہوتا ہے۔ قیاس کے یہی معنی جرجانی (۱)، جوہری (۲)، فیروزآبادی (۳) اور ابن اثیر (۴) نے بیان کئے ہیں اور ابن اثیر سے اسی معنی کو محمد طاہر گجراتی نے ''مجمع البحار'' میں نقل کیا ہے۔

تعجب شاہ صاحب (محدث دہلوی مولف تحفہ) پر ہوتا ہے کہ وہ کس طرح اس حدیث سے صرف تشبیہ سمجھے اور مساوات کے منکر ہو گئے اور ایسا کر کے حضرت ابوبکر کو سفیہ و احمق بنا بیٹھے کیونکہ انھوں نے کہا ہے (جیسا کہ آغاز کتاب میں ان کا بیان نقل کیا گیا ہے) کہ تشبیہ سے مساوات سمجھنا انتہائی حماقت ہے اور حدیث تشبیہ سے حضرت ابوبکر مساوات و برابری سمجھے اس کا مطلب یہ ہوا کہ شاہ صاحب کے بیان کے مطابق وہ احمق ہوئے۔ بلکہ انھوں نے تحفہ اثنا عشریہ کے گیارہویں باب میں حضرت ابوبکر کو ممیز بچے سے خارج اور غیر ممیز بچوں میں داخل کیا ہے، جب کہ سبھی جانتے ہیں کہ سفیہ (احمق) اور غیر ممیز بچہ خلیفہ و رسول بننے کے اہل نہیں ہیں۔ کیونکہ سارے مسلمان خلیفہ رسول کے لئے عقل و بلوغ کو شرط مانتے ہیں۔

بلکہ حضرت ابوبکر کا انداز خطاب بتاتا ہے کہ وہ حدیث تشبیہ سے برابری ہی سمجھتے تھے کیونکہ انھوں نے حضرت علیؑ سے مخاطب ہو کر کہا تھا: ''من مثلک یا ابا الحسن'' آپ جیسا کون ہوگا اے ابوالحسن؟

۱۔ التعریف، ص ۷۸، قیاس۔
۲۔ الصحاح مادہ قوس، قیس، ج ۲، ص ۹۶۷۔
۳۔ القاموس مادہ قیس، ص ۷۳۳۔
۴۔ النہایۃ، قیس، ج ۴، ص ۱۳۱۔

۸۔ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

''مخلوقات میں سب سے افضل رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور لوگوں میں جو سب سے زیادہ آپ سے مشابہ ہوگا وہ ان لوگوں سے افضل ہوگا جو ایسے نہیں ہیں، اور خلافت جانشینیٔ نبوت کا نام ہے کہ نہ کہ جانشینیٔ پادشاہی کا، اس لحاظ سے جو بھی نبی کا جانشین ہوگا اور آپ کی جگہ بیٹھے گا وہ نبی سے سب سے زیادہ مشابہ ہوگا اور نبی سے سب سے زیادہ شخص سب سے افضل ہوگا، اس بناء پر جو بھی جانشین پیغمبرؐ ہوگا وہ دوسروں سے زیادہ آپ سے مشابہ ہوگا اور جو سب سے زیادہ آپ سے مشابہ ہوگا وہ سب سے افضل ہوگا لہذا جو آپ کا خلیفہ ہوگا وہ سب سے افضل ہوگا''۔(۱)

ابن تیمیہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جو بھی افضل مخلوقات جناب رسالتمآبؐ سے زیادہ مشابہ ہوگا وہ سب سے افضل ہوگا اور چونکہ حدیث تشبیہ کی روشنی میں حضرت علیؑ مذکورہ انبیاء سے سب سے زیادہ مشابہ تھے کہ وہ انبیاء یقیناً خلفاء ثلاثہ اور دوسروں سے افضل تھے لہذا حضرت علیؑ خلفاء ثلاثہ سے بھی افضل ہوں گے اور دوسروں سے بھی۔

اسی طرح ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ: ''جو بھی نبی کا جانشین ہوگا اور آپ کی جگہ بیٹھے گا وہ نبی سے سب سے زیادہ مشابہ ہوگا اور نبی سے مشابہ شخص سب سے افضل ہوتا ہے'' بتاتا ہے کہ وہ اس سے خلافت نبیؐ اور آنحضرتؐ کی قائم مقامی پر استدلال کر رہے ہیں اور بتانا چاہ رہے ہیں کہ جو مسند نبی پر بیٹھے گا وہ آپ سے سب سے زیادہ مشابہ ہوگا جس کی وجہ سے وہ سب سے افضل ہوگا۔ مگر حدیث تشبیہ کے مطابق حضرت علیؑ، مذکورہ انبیاء (آدم و نوح وغیرہ) سے زیادہ مشابہ تھے اور یہ ایسی دلیل ہے جو ابن تیمیہ کی دلیل سے زیادہ قوی ہے کیونکہ ابن تیمیہ کی دلیل خیالی اور غیر منصوص ہے جب کہ حضرت علیؑ کی اشبہیت ارشاد پیغمبرؐ (حدیث تشبیہ) سے ثابت ہے۔ پس کہاں خیال ابن تیمیہ اور کہاں بیان پیغمبرؐ، اور جب بیان پیغمبرؐ سے حضرت علیؑ کی اشبہیت ثابت ہوگئی تو پھر آپ کی افضلیت بھی ثابت ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ جب خلیفہ کے لئے آنحضرتؐ سے مشابہ ہونا ضروری ہے تو پھر خلیفہ کے لئے بھی آنحضرتؐ کی طرح معصوم ہونا ضروری ہوا اور چونکہ خلفاء ثلاثہ

۱۔ منہاج السنہ، ج ۸، ص ۲۲۸۔

معصوم نہیں تھے اس لئے ان کے خلیفہ ہونے کے بارے میں سوچا بھی نہیں جاسکتا۔

۹۔سبکی ،ابوداؤد کے شرح حال میں لکھتے ہیں:

''ہمارے استاد ذہبی نے کہا کہ ابوداؤد نے احمد بن حنبل سے علم فقہ حاصل کیا اور ایک مدت تک ان کے ساتھ رہے۔انھوں نے ابوداؤد کو احمد بن حنبل سے اسی طرح تشبیہ دی جس طرح احمد کو ان کے استاد وکیع سے ،وکیع کو ان کے استاد سفیان سے ،سفیان کو ان کے استاد منصور سے منصور کو ان کے استاد ابراہیم سے ،ابراہیم کو ان کے استاد علقمہ سے اور علقمہ کو ان کے استاد عبد اللہ بن مسعود سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ نیز ہمارے شیخ ذہبی کا بیان ہے کہ ابومعاویہ نے اعمش سے اور انھوں نے ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ علقمہ ،عبداللہ بن مسعود کو راہ وروش میں نبیؐ سے تشبیہ دیتے تھے مگر میں رسولؐ خدا سے ان کو تشبیہ نہیں دے سکتا بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جن چیزوں کی خدا نے انھیں توفیق دی تھی اور جو ان کی توانائی میں تھا صرف اس میں وہ آنحضرتؐ کی پیروی کرتے تھے، کیونکہ نہ ابن مسعود ،نہ صدیق ،نہ ہی وہ جس کو خدا نے بعنوان خلیل منتخب کیا تھا اس مرتبے پر فائز تھے کہ انھیں رسولؐ خدا سے تشبیہ دی جاسکے''(۱)

آپ نے دیکھا کہ سبکی نے علقمہ کے عمل کو قبیح سمجھا اور پسند نہیں کیا کہ ابن مسعود جیسے صحابی کو رسولؐ خدا سے تشبیہ دیں جن (ابن مسعود) کی مدح وثنا میں آنحضرتؐ کی حدیثوں سے کنز العمال جیسی کتابیں بھری پڑی ہیں حتی ابوبکر کے لئے نہیں چاہتے تھے کہ ان کو رسولؐ خدا سے تشبیہ دی جائے۔اب اگر حضرت علیؑ (معاذ اللہ)معصوم اور آنحضرتؐ کے بعد سب سے افضل نہیں تھے تو کس طرح رسالتمآب نے دیگر انبیاء کے صفات سے آپ کو تشبیہ دی؟ مگر آنحضرتؐ کا صفات انبیاء سے حضرت علیؑ کو تشبیہ دینا بتاتا ہے کہ آپ معصوم بھی تھے اور سب سے افضل بھی۔ نیز اگر اس حدیث میں تشبیہ شرعی تشبیہ ہوتی تو ابن مسعود بلکہ خلیفہ اول ودوم وسوم کو بھی تشبیہ دی جاسکتی ہوتی جب کہ سبکی نہ یہ کہ ابن مسعود کو آنحضرتؐ سے تشبیہ دینے پر راضی نہ ہوئے خلیفہ اول کے لئے بھی اسی نظریئے پر ڈٹے رہے۔ پھر کس طرح شاہ صاحب نے آنحضرتؐ کے بیان (حدیث تشبیہ) کی طرف تشبیہ مجازی کی نسبت دے دی؟ (اور کہہ دیا کہ اس کا حقیقت سے کوئی ربط نہیں ہے یہ ایسے

۱۔طبقات الشافعیۃ ،ج۲،ص۲۹۶،نمبر ۶۷۔

ہی ہے جیسے شاعر بادشاہ کے صحن کی مٹی کو مشک سے اور وہاں کے سنگریزوں کو یاقوت ومروارید سے تشبیہ دیتے ہیں) سبکی کے اس ردعمل سے معلوم ہوا کہ خلفاء ثلاثہ کے اوصاف انبیاء سے مساوی ہونے والا ادعا بھی غلط ہے کیونکہ اگر وہ ان اوصاف میں انبیاء کے برابر ہوتے تو سبکی دوسروں کو، خلیفہ اول کو رسولؐ خدا سے تشبیہ دینے سے منع نہ کرتے نیز اس ادعا کو بھی جڑ سے اکھاڑ پھینکا کہ شیخین کمالات انبیاء کے حامل تھے۔

۱۰۔قاضی عیاض نے ''کتاب الشفا'' ج۲، القسم الرابع، ص۲۰۶ پر غیر نبی کو نبی سے تشبیہ دینے بلکہ غیر نبی کی بعض چیزوں کو نبی سے تشبیہ دینے کو حرام قرار دیا ہے اور اس بارے میں بڑی تفصیل سے بحث کی ہے اور اپنے مدعا پر دلائل پیش کرنے کے ساتھ ساتھ، تائید میں تاریخی ،روائی اور قدماء کی سیرت پیش کی ہے۔ مثلاً ابونواس نے عصائے خصیب کو جب عصائے موسیٰ سے تشبیہ دی تو اس کو برا بھلا بھی کہا گیا اور لشکر سے بھی نکال دیا گیا، یا خلیفہ عباسی محمد امین کو پیغمبرؐ اسلام سے تشبیہ دینے کی وجہ سے ابونواس کی تکفیر کی گئی، یا جب ایک غریب نے اپنی غربت کی پیغمبرؐ اسلام کی چوپانی سے تشبیہ دی تو مالک نے اسے مستحق سزا سمجھا۔

جب ایسا ہے تو اگر حضرت علیؑ نہ معصوم ہوتے نہ ہی بعد رسولؐ خدا سب سے افضل ہوتے بلکہ دیگر صحابہ کی طرح غیر معصوم ہوتے تو آنحضرتؐ ہرگز آپ کو حضرت آدم اور دیگر انبیاء سے تشبیہ نہ دیتے، مگر سرکار دو عالم کا حضرت علیؑ کو انبیاء سے تشبیہ دینا آپ کی افضلیت کو بھی ثابت کرتا ہے اور آپ کی عصمت کو بھی واضح کرتا ہے۔

۱۱۔علی بن محمد بزودی ''اصول فقہ'' میں لکھتے ہیں:

''کلام کی بنیاد صراحت ووضاحت پر ہوتی ہے اور کنایہ سے بات آشکار نہیں ہو پاتی اس لئے کہ کلام کرنے والے (متکلم) کی نیت کو سمجھے بغیر کنایہ سے اس کی بات واضح نہیں ہو پاتی اور نہیں معلوم ہو پاتا کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے جب کہ کلام کا مقصد دل کی بات سمجھانی ہوتی ہے۔ اسی لئے کسی پر حد قذف (کسی کی طرف زنا کی نسبت دینا) زنا کی تصریح کئے بغیر جاری نہیں ہوسکتی۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی کی طرف زنا کی نسبت دے اور دوسرا شخص اس سے کہے کہ تم سچ کہہ رہے ہو تو تائید کرنے والے پر حد (قذف) جاری نہیں ہوگی۔ نیز اگر کہے کہ تم زنا کار نہیں ہو جب کہ (کنایہ سے) بتانا چاہ رہا ہو کہ زنا کار ہو تب بھی اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔ مگر

اسی کے برخلاف اگر کوئی کسی کی طرف زنا کی نسبت دے اور دوسرا شخص کہے کہ "ھو کما قلت" وہ ایسا ہی ہے جیسا تم نے کہا ہے تو اس پر حد (قذف) جاری ہوگی جیسا کہ کتاب الحدود میں بیان کیا گیا ہے کیونکہ یہ بیان، تصریح جیسا ہے (نہ کہ کنایہ ہے)"۔

عبدالعزیز بن احمد بخاری "کشف الاسرار" میں اس آخری فقرہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

"شمس الائمہ نے "ھو کما قلت" (وہ ایسا ہی ہے جیسا تم نے کہا ہے) کے بارے میں کہا ہے کہ کاف تشبیہ کے لئے ہوتا ہے جو ہماری نظر میں عمومیت کا فائدہ دیتا ہے اگر وہاں اس (عموم) کا احتمال دیا جا سکے۔ اسی لئے علی رضی اللہ عنہ کے اس بیان: **انما اعطیناھم الذمۃ وبذلوا الجزیۃ لیکون اموالھم کاموالنا و دمائھم کدمائنا** " (یعنی ہم نے اس لئے انھیں پناہ دے کر اپنی حفاظت میں لیا اور انھوں نے جزیہ دیا تاکہ ان کے اموال ہمارے اموال جیسے اور ان کے خون ہمارے خون جیسے محترم رہیں) کے بارے میں کہا کہ اس سے مراد عام ہے یعنی جس طرح شبہات سے حدود ساقط ہو جاتے ہیں یا شبہات سے اموال ثابت ہو جاتے ہیں ایسا ہی حکم ان کے بارے میں بھی جاری ہوگا۔ اسی طرح یہاں (ھو کما قلت) بھی کاف تشبیہ کے لئے ہے جو امکانی صورت میں عمومیت کا فائدہ دے گا لہٰذا کلام اول (وہ زناکار) کی طرح اس "ھو کما قلت" سے بھی زنا کی نسبت دینا ثابت ہوگا کیونکہ تشبیہ عام اور پہلے معنی جیسا ہوتا ہے"(۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کاف تشبیہ میں اگر امکان عموم ہو تو عمومیت کا باعث بنتا ہے اسی لئے بیان حضرت علیؑ میں کاف معنی عام میں استعمال ہوا ہے۔ اس بناء پر آنحضرتؐ کا صفات انبیاء سے حضرت علیؑ کو تشبیہ دینے سے معنی عام مراد لیا جائے گا اور جب معنی عام ہوئے تو لامحالہ مساوات ثابت ہو جائے گا کیونکہ مساوات ثابت نہ ہونے کی صورت میں عموم تشبیہ ثابت نہ ہوگی۔

۱۲۔ اگر کسی کی جگہ پر کسی کو قرار دیا جاتا ہے تو بالکل اس کے احکام اس پر جاری کئے جاتے ہیں جس کا

۱۔ کشف الاسرار فی شرح اصول الفقہ، ج ۲، ص ۳۹۱۔۳۸۹۔

لازمہ برابری ہے۔ اس کو بھی تسلیم کرتے ہیں، ائمہ اہلسنت از جملہ شاہ صاحب نے حدیث منزلت (انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ) کے ذیل میں اس بات کی تصریح کی ہے۔ تو حدیث تشبیہ میں بھی حضرت علیؑ کو علم آدم سے تشبیہ دینے کا مطلب، علم علیؑ کو علم آدم کے برابر برقرار دینا ہوا۔ نیز حدیث میں مزید دوسرے صفات بھی اسی کے مانند ہوں گے یعنی حضرت علیؑ مذکورہ صفات انبیاء میں سب کے مساوی ہوں گے۔

۱۳۔ سورۂ احقاف میں ارشاد الٰہی ہے: " **فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل** " (اے رسولؐ پیغمبروں میں جس طرح اولوالعزم صبر کرتے رہے تم بھی صبر کرو۔ احقاف/۳۵) ظاہری بات ہے کہ اس آیت میں تشبیہ سے انبیاء اولوالعزم کے صبر سے آنحضرتؐ کے صبر کی برابری مراد ہے نہ کہ معاذ اللہ آپ کا صبر ان کے صبر سے کم تھا۔ لہٰذا اس آیت سے جن بنیادوں پر مفسرین نے صبر میں مساوات مراد لیا ہے انھیں اصولوں پر ہم بھی صفات انبیاء میں صفات علیؑ کی برابری کو ثابت کریں گے۔ ابوالسعود عمادی "ارشاد العقل السلیم الی مزایا کتاب اللہ الکریم" میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

آیہ " **فاصبر کما صبر أولو العزم من الرسل** "، شرط محذوف کا جواب ہے یعنی جب کافروں کی مذکورہ سختیوں کا سامنا کرنا پڑے تو اسی طرح صبر کرنا جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا تھا۔ کیونکہ تم بھی انھیں کی طرح بلکہ ان سے بلند ہو۔ "من الرسل" میں من تبیین کے لئے ہے لیکن بعض نے تبعیض والا کہا ہے، اور الوالعزم سے مراد صاحبان شریعت ہیں جنھوں نے ان کی تاسیس اور تبلیغ میں پوری سعی و کوشش کی تھی اور دشمنوں کی طرف سے جن اذیتوں سے دوچار ہوئے تھے ان پر صبر کیا تھا کہ ان میں مشہور نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیھم السلام ہیں: بعض کا کہنا ہے کہ اولوالعزم سے مراد وہ ہیں جنھوں نے آزمائش الٰہی میں صبر کیا تھا اور وہ نوح ہیں جنھوں نے قوم کی اذیتوں پر صبر کیا تھا وہ انھیں اتنا مارتے تھے کہ غش کھا جاتے تھے، ابراہیم ہیں جنھوں نے آتش نمرود اور ذبح فرزند کے وقت صبر کیا تھا، یعقوب ہیں جنھوں نے بیٹے کے نظروں سے اوجھل ہونے اور آنکھوں سے بینائی کے زائل ہونے پر صبر کیا تھا۔ یوسف ہیں جنھوں نے کنواں اور قید خانہ میں جانے پر صبر کیا تھا، ایوب ہیں جنھوں نے

مصیبتوں پر صبر کیا تھا، موسیٰ ہیں جن سے ان کی قوم نے کہا تھا: ''انا لمدرکون'' (لو اب تو پکڑے گئے۔ شعراء/۶۱) موسیٰ نے کہا: ''کلا ان معی ربی سیھدین'' (ہرگز نہیں کیونکہ میرے ساتھ میرا پروردگار ہے وہ فوراً مجھے کوئی (مخلصی کا) راستہ بتادے گا۔ شعراء/۶۲) اور داؤد ہیں جنہوں نے اپنی چوک پر چالیس سال تک گریہ کیا تھا''(۱)

مذکورہ دلائل کی روشنی میں حدیث تشبیہ سے ہمارا مدعا پوری طرح ثابت ہو جاتا ہے۔

۱۴۔ شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) نے حدیث منزلت کے جواب میں لکھا ہے:

''چونکہ آنحضرتؐ نے حضرت امیر (علیؑ) کو ہارون سے تشبیہ دی ہے اور یہ بات واضح ہے کہ حضرت ہارون حیات موسیٰ اور آپ کی غیبت میں، آپ کے خلیفہ ہوئے تھے اور وفات موسیٰ کے بعد آپ کے یوشع بن نون خلیفہ بنے تھے اسی طرح حضرت امیر (علیؑ) بھی حیات پیغمبرؐ میں آپ کی غیبت میں خلیفہ تھے نہ کہ آپ کی وفات کے بعد خلیفہ تھے، پس آپ کی وفات کے بعد دوسروں کو خلیفہ ہونا چاہئے تا کہ تشبیہ کامل ہو اس لئے کہ اگر کلام پیغمبرؐ میں تشبیہ ہو تو اس کی ناقص تشبیہ دینا نہایت بددیانتی ہے''۔

شاہ صاحب (محدث دہلوی) نے امام رازی کے اس بیان کو اس لئے پیش کیا تا کہ حضرت علیؑ کی خلافتِ بلا فصل کو رد کر دیں اسی لئے انھوں نے کہا کہ حضرتؐ کے بیان میں اگر تشبیہ ہو تو اس سے پوری تشبیہ مراد لینی چاہئے نہ کہ ناقص تشبیہ کیونکہ ناقص تشبیہ لینا بددیانتی ہے اور جب تشبیہ کے بارے میں شاہ صاحب کا یہ نظریہ ہے تو پھر حدیث تشبیہ میں بھی کامل تشبیہ لینی پڑے گی اور کامل تشبیہ کا مطلب صفات علیؑ کا صفات انبیاء میں مساوات ہے کیونکہ اگر مساوات مراد نہ لیں گے تو تشبیہ ناقص ہو جائے گی جو شاہ صاحب کے بقول بہت بڑی بددیانتی ہے۔

۱۵۔ شاہ صاحب (محدث دہلوی) نے حدیث ثقلین کے جواب میں کتاب (تحفہ) کے حاشیہ پر لکھا ہے۔

۱۔ ارشاد العقل السلیم معروف بہ تفسیر ابوالسعود، ج۸، ص۹۰۔

''سنی عالم ملا یعقوب ملتانی کا کہنا ہے کہ پیغمبرؐ اسلام نے اہلبیت کو جو سفینہ (کشتی) سے اور صحابہ کو نجوم (ستارے) سے تشبیہ دی ہے اس کا اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ شریعت کو صحابہ سے اور طریقت کو اہلبیت سے لینا چاہئے کیونکہ طریقت کی پیروی اور شریعت کی حفاظت کے بغیر حقیقت تک پہنچنا اور معرفت کو حاصل کرنا اسی طرح محال ہے جس طرح کشتی پر سوار ہوئے بغیر یا ستاروں کی راہنمائی کے بغیر مقصد تک پہنچنا محال ہے کیونکہ کشتی پر سوار ہو کر ڈوبنے سے تو بچا جا سکتا ہے مگر ستاروں کی راہنمائی کے بغیر منزل و مقصد تک پہنچا نہیں جا سکتا اسی طرح اگر ستاروں کی راہنمائی ہو مگر کشتی پر سوار نہ ہو تب بھی مقصد تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ اس نکتہ پر خوب غور کرنا چاہئے کیونکہ بہت عمیق ہے''۔

اس عبارت سے ظاہر ہوا کہ صحابہ کی ستاروں (نجوم) سے صرف تشبیہ کا لازمہ ان سے شریعت کا لینا ہے اور ان کے بغیر صرف کشتی اہلبیتؑ پر سوار ہونے سے اسی طرح مقصد تک پہنچا نہیں جا سکتا جس طرح بغیر ستاروں کی راہنمائی کے دنیاوی کشتی پر صرف سوار ہونے سے منزل تک پہنچا نہیں جا سکتا۔ لہذا اگر تشبیہ مساوات پر دلالت نہ کرے تو یہ نکتہ (بیانِ ملتانی) نہ یہ کہ قابل غور نہ ہوگا قابلِ ذکر بھی نہ ہوگا۔ البتہ محمد بن حسن صفار کی ''بصائر الدرجات'' اور شیخ صدوق کی ''معانی الاخبار'' میں موجود رسالتمآب کی حدیث کے مطابق حدیث ''اصحابی کالنجوم'' میں صحابہ سے مراد اہلبیت علیہم السلام ہیں۔ لہذا انھیں سے احکام بھی اخذ کرنا چاہئے نہ کہ دوسروں کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ مذکورہ حدیث حدیث نجوم کو بزرگ علماء اہلسنت نے ضعیف بلکہ جعلی کہا ہے جیسا کہ عبقات الانوار مجلد حدیث ثقلین میں اس بات کو ثابت کیا ہے لہذا ملتانی نے جو نظریہ پیش کیا ہے وہ غلط ہے۔

۱۶۔ شاہ صاحب (محدث دہلوی) نے اسی تحفہ اثنا عشریہ کے بارہویں باب میں لکھا ہے:

''اہلسنت کہتے ہیں کہ حضرت امیر (علیؑ) کی مسائل فقہیہ میں اگر اجتہاد کی بنیاد پر مخالفت کرے تو یہ نہ کفر ہے نہ ہی معصیت کیونکہ دیگر مجتہد صحابہ کی طرح، حضرت امیر (علیؑ) بھی ایک مجتہد تھے اور مسائل اجتہادی میں ایک مجتہد کے لئے دوسرے مجتہد کی مخالفت جائز ہے بلکہ اجر کا بھی مستحق ہے لیکن اگر کوئی بغض و عناد کی وجہ سے حضرت مرتضیٰ (علیؑ) سے جنگ کرے تو

علماء اہلسنت کا اس پر اجماع ہے کہ وہ کافر ہے۔ اہلسنت کی نظر میں خوارج اور اہل نہروان کے بارے میں یہی نظریہ ہے کیونکہ (حضرت علیؑ کے بارے میں آنحضرتؐ کی) حدیث "حربک حربی" کے مصداق یہی ہیں"۔

شاہ صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حدیث "حربک حربی" کی روشنی میں حضرت علیؑ سے بغض و عداوت کی بنیاد پر لڑنے والا کافر ہے" اور مذکورہ عبارت سے چند سطر پہلے انھوں نے لکھا ہے کہ :"حضرتؐ کی حدیث (حربک حربی) مجاز پر حمل کی جائے گی البتہ حرف تشبیہ (ک) کے حذف کے ساتھ یعنی حدیث اس طرح ہوگی (حربک کانه حربی) نہ کہ معنی حقیقی مراد لیا جائے گا کیونکہ حضرت امیر (علیؑ) سے جنگ حضرت رسولؐ سے واقعی جنگ نہیں تھی بلکہ آپ سے جنگ کرنا آنحضرتؐ سے جنگ کرنے کے حکم میں تھا"۔

تو جب حدیث "حربک حربی" میں تشبیہ کی وجہ سے حضرت علیؑ سے جنگ کرنے والا خواہ دشمنی ہی کی وجہ سے جنگ کر رہا ہو کافر ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے جب بھی تشبیہ دی اس میں مبالغہ سے کام نہیں لیا اور ایسا نہیں کہ آپ نے خاک کو مشک سے اور سنگریزے کو یاقوت و مروارید سے تشبیہ دی ہوگی اور جب ایسا ہے تو علم حضرت علیؑ کو علم آدم سے تشبیہ دینا آپ میں ان کے سارے علوم کے وجود کی نشاندہی کرانا تھا نیز دوسرے صفاتِ انبیاء کے وجود کو بھی ذات علیؑ میں بیان کرنا مقصود تھا۔

۱۷۔ باوجودیکہ شاہ صاحب نے حدیث تشبیہ سے صفات انبیاء میں حضرت علیؑ کے مساوی ہونے کو غلط ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے مگر اہلسنت نے جس روایت میں حضرات ابوبکر و عمر کو بعض اوصاف انبیاء سے تشبیہ دی اس میں انھیں انبیاء کے برابر قرار دے دیا۔ چنانچہ وہ اسی حدیث تشبیہ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"اس حدیث سے خلفاء ثلاثہ پر حضرت امیر (علیؑ) کی افضلیت اس وقت ثابت ہوگی جب وہ (خلفاء) ان صفات میں مذکورہ انبیاء کے برابر نہ ہوں، بلکہ اگر اہلسنت کی کتابوں کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو ان میں شیخین (ابوبکر و عمر) کے انبیاء سے مشابہ ہونے سے متعلق اتنی حدیثیں نظر آئیں گی جو ان کے معاصرین میں سے کسی کے بارے میں نظر نہیں آئیں گی، اسی لئے صوفی محققین کا کہنا ہے کہ شیخین حاملِ کمالات نبوت تھے اور حضرت امیر حاملِ کمالات ولایت"۔

ان کے اس بیان سے بالکل واضح ہو گیا کہ انبیاء سے تشبیہ دینے والی حدیثیں ان اوصاف میں ان کے برابر ہونے کو ثابت کرتی ہیں تو پھر حضرت علیؑ کے مساوی ہونے سے کیوں انکار کیا جا رہا ہے؟

۱۸۔ شاہ صاحب نے مذکورہ بالا سطروں کے بعد لکھا: "اسی لئے کفار سے جہاد، ترویج احکام شریعت اور اصلاح امور امت جیسے انبیاء کے کاموں کو شیخین نے بڑی اچھی طرح انجام دیا تھا" اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ان کاموں کو شیخین نے اس لئے بنحو احسن انجام دیا کہ ان میں کمالات نبوت پائے جا رہے تھے اور کمالات نبوت کا اس وقت تصور کیا جا سکتا ہے جب انبیاء سے شیخین کی تشبیہ صحیح ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس کے بارے میں انبیاء سے مشابہت ثابت ہو جائے وہ کار انبیاء کو بہتر انجام دے گا۔ لہٰذا حضرت علیؑ کی مذکورہ صفات میں انبیاء سے مشابہت، آپ کے ان صفات سے متصف ہونے کا ثبوت ہے۔

محدث دہلوی: جس طرح کاف، کانّ، مثل اور نحو جیسے الفاظ سے تشبیہ دی جاتی ہے، علم بیان کے قاعدہ کے مطابق "من اراد ان ینظر الی القمر لیلة البدر فلینظر الی وجه فلان" (جو چودھویں کے چاند کو دیکھنا چاہتا ہے وہ فلاں کے چہرے کو دیکھ لے) بھی تشبیہ میں داخل ہے۔

میر حامد حسین: مفتاح اور اس کی شرحوں نیز تلخیص المفتاح کی شرحوں جیسی، معانی و بیان کی کتابوں (۱) کے مطابق یہ عبارت (من اراد ان ینظر القمر...) تشبیہ میں داخل نہیں ہے۔ بلکہ اس جیسی عبارت مثلاً "من اراد ان ینظر الی افضل رجل فی البلد فلینظر الی فلان" (جو شہر کے با فضل ترین شخص کو دیکھنا چاہتا ہے وہ فلاں شخص کو دیکھے) سے عینیت (بالکل وہی ہے) سمجھ میں آتا ہے اسی طرح ان عبارتوں "من اراد ان ینظر الی الرجل الکریم فلینظر الی فلان" (جو ایک کریم شخص کو دیکھنا چاہتا ہے وہ فلاں شخص کو دیکھے) "من اراد ان ینظر الی احسن الوجوه فی هذا البلد فلینظر الی وجه فلان" (جو اس شہر کے خوبصورت چہرہ والے کو دیکھنا چاہتا ہے وہ فلاں شخص کو دیکھے) سے بھی عینیت ہی (بالکل وہی ہے) سمجھ میں آتا ہے نہ کہ تشبیہ۔ مگر چونکہ اس حدیث (حدیث تشبیہ) میں عینیت ممکن نہیں ہے لہٰذا مساوات و مماثلت مراد لئے جائیں گے جو عینیت سے بہت قریب ہے۔ اور جس قاعدہ کی شاہ صاحب نے بات کی

۱۔ المختصر فی شرح تلخیص المفتاح، ص۱۴۳۔ المطول فی شرح تلخیص المفتاح، ص۳۳۰۔

ہے اے کاش اس کا وہ حوالہ بھی دے دیتے کیونکہ کتاب کو بیان کئے بغیر علم بیان کے کسی قاعدہ کو بیان کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

عینیت کی صورت میں پہلی مثال (افضل رجل) کی پوری عبارت اس طرح ہوگی: "**من اراد ان ینظر الی افضل رجل فی البلد فلینظر الی فلان فانه افضل اوفانه عینه**" (جو شہر کے با فضل و باشرف کو دیکھنا چاہتا ہے وہ فلاں شخص کو دیکھے اس لئے کہ وہ صاحب فضل وشرف ہے یا بالکل صاحب فضل و شرف جیسا ہے) تو پھر حدیث تشبیہ کی بھی پوری عبارت اس طرح ہوگی: "**من اراد ان ینظر الی آدم فی علمه فلینظر الی علی فانه مساوٍ لآدم فی العلم**" (جو شخص آدم کو ان کے علم میں دیکھنا چاہتا ہے وہ علی کو دیکھے کیونکہ وہ علم میں آدم کے بالکل مساوی ہیں) لہذا اس پر تشبیہ کا اطلاق اصطلاحی لحاظ سے نہ ہوگا بلکہ یا عام معنی کے لحاظ سے ہوگا اور یہ عبارت پوشیدہ ماننی پڑے گی: "**فانه مثل آدم فی العلم**" کیونکہ وہ (علی) علم میں آدم کے مثل ہیں) تب اس پر تشبیہ کا اطلاق ہوگا۔

محدث دہلوی: اسی لئے اس مشہور شعر: **لاتعجبوا من بلی غلالته . قدزرّ ازراره علی القمر** ۔ (کرتے کی کہنگی پر تعجب نہ کر اس کے تکمے (بٹن) چاند پر لگائے گئے ہیں) اور متنبی کے ان شعروں: **نشرت ثلاث ذوائب من خلفها . فی لیلة فارت لیالی اربعا . استقبلت قمرا السماء بوجهها. فارتنی القمرین فی وقت معا.** (معشوقہ نے رات میں اپنی پشت سے تین بالوں کو بکھیر کر چار راتیں دکھائیں اور چاند کی طرف رخ کر کے دو چاند مجھے دکھائے) کو تشبیہ میں شمار کیا گیا ہے۔

میر حامد حسین: پہلی بات یہ ہے کہ ان اشعار کا انداز بیان اور حدیث تشبیہ کا انداز بیان ایک نہیں ہے بلکہ دونوں کے اسلوب بیان میں فرق ہے۔ کیونکہ میں نے حدیث کو بعنوان تشبیہ کے پیش کیا ہے جب کہ مذکورہ اشعار میں تشبیہ کا وجود نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مذکورہ مشہور شعر: **لا تعجبوا من بلی غلالته** ..... استعارہ (۱) ہے نہ کہ اصطلاحی تشبیہ (۲) گرچہ استعارہ کی بنیاد تشبیہ پر ہوتی ہے مگر (علم بیان کی اصطلاح

۱۔ استعارہ، علم بیان کی اصطلاح میں مجاز کی ایک قسم جس میں کسی لفظ کے مجازی اور حقیقی معنی کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہوتا ہے اور بغیر حروف تشبیہ (کاف، کان مثل وغیرہ) کے حقیقی معنی کو مجازی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ فیروز اللغات ص ۹۱ (جیسے فی الحمام اسد یعنی حمام میں شیر ہے کہہ کر بہادر انسان مراد لیا جائے)۔

۲۔ ایک چیز کو دوسری چیز کے مانند ٹھہرانا، فیروز اللغات ص ۳۶۱۔

میں) اس کو تشبیہ نہیں کہتے بلکہ خود شاہ صاحب نے یہاں تشبیہ اور استعارہ میں فرق کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں: "اگر ہم ان ساری باتوں سے چشم پوشی کرلیں تو یہ استعارہ ہوگا جس کی بنیاد تشبیہ پر ہوتی ہے" اور یہ کہ مذکورہ شعر (**لا تعجبوا من بلی غلالته** ...) استعارہ ہے نہ کہ تشبیہ تو اس بات کی تفتازانی (۱) نے وہاں تصریح کی ہے جہاں اس بات پر بحث کی ہے کہ استعارہ مجاز لغوی ہے یا مجاز عقلی، تیسری بات یہ ہے کہ تفتازانی کے بقول مذکورہ شعر (**لاتعجبوا**.....) میں جب قمر (چاند) استعارہ ہوا تو متنبی کے مذکورہ دونوں شعروں میں رات کا بالوں پر اور چاند کا رخسار محبوب پر اطلاق بھی استعارہ ہوگا نہ کہ تشبیہ۔ البتہ ان کے استعارہ ہونے اور تشبیہ کے نہ ہونے سے شاہ صاحب کے مقصد پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ وہ حدیث کو بہر حال تشبیہ میں تسلیم کرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ شاہ صاحب کا مذکورہ استعاروں کو تشبیہ کہنے کا مقصد لوگوں کے ذہنوں کو گمراہ کرنے، حدیث کے مساوات پر عدم دلالت کو ثابت کرنے اور حدیث سے ہر طرح کی فضیلت سے انکار کے سوا کچھ نہیں تھا۔

محدث دہلوی: اگر ہم ساری چیزوں سے چشم پوشی کرلیں تو حدیث استعارہ میں شمار ہوگی جس (استعارہ) کی بنیاد تشبیہ پر ہوتی ہے۔

میر حامد حسین: اگر حدیث کو تشبیہ کے بجائے استعارہ کے زمرہ میں لیا جائے تو یہ مساوات کے معنی کو تشبیہ سے زیادہ بہتر طور پر ثابت کرے گا جیسا کہ تفتازانی نے لکھا ہے کہ استعارہ میں مشبہ بہ (جس سے تشبیہ دی جائے) کی صفت کو، مشبہ (جس کو تشبیہ دی جائے) میں بدرجہ اتم واکمل بیان کیا جاتا ہے۔ (۲) لہذا تشبیہ اور استعارہ دونوں ہی مشبہ اور مشبہ میں مساوات کو ثابت کرتے ہیں، البتہ استعارہ میں یہ چیز زیادہ ثابت ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے حدیث کے معنی ہوں گے کہ آدم و علیؑ دونوں ہی علم میں برابر ہیں۔ اسی طرح دیگر مذکورہ اوصاف کے اگر یہ معنی نہ لئے جائیں تو حدیث استعارہ کے زمرے میں نہیں آئے گی کیونکہ شرط استعارہ مفقود ہو جائے گی اور وہ صفات مشبہ بہ کو، مشبہ کے لئے ثابت کرتا ہے۔ (۳) لہذا شاہ صاحب نے

۱۔ المطول، ص ۳۶۲۔۳۶۰۔

۲۔ المختصر فی شرح تلخیص المفتاح، ص ۱۸۶۔

۳۔ المختصر فی شرح التلخیص، ص ۱۷۰۔

حدیث میں مساوات کے معنی لینے والوں کو جو سفیہ و دیوانہ کہا گویا انھوں نے تفتازانی جیسے بزرگ علماء علم معانی و بیان کو سفیہ و دیوانہ کہا کیوں ان سبھی کا اتفاق ہے کہ استعارہ، مشبہ اور مشبہ بہ میں مساوات کو ثابت کرتا ہے۔

محدث دہلوی: تشبیہ اور استعارہ سے مشبہ (جس کو تشبیہ دیا جائے) کو مشبہ بہ (جس سے تشبیہ دی جائے) کے برابر سمجھنا انتہائی بے وقوفی ہے۔

میر حامد حسین: جب قرآن وحدیث اور علماء کے بیان کی روشنی میں تشبیہ مساوات پر دلالت کرتی ہے تو پھر شاہ صاحب کا تشبیہ سے برابری کے سمجھنے والوں کو، بے وقوف کہنا قرآن وحدیث کی مخالفت کرنا اور مفسرین ومحدثین وعقلا اور ارباب فہم وعلم کو سفیہ و بے وقوف کہنا ہوا۔ کیونکہ صرف ونحو ومعانی وبیان وحکمت و منطق واصول فقہ جیسے دیگر علوم میں قواعد کلیہ کے لئے نحو، مثل اور کاف جیسے حروف تشبیہ سے مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے قاعدہ کلیہ اور تمثیل وتشبیہ میں مساوات ومطابقت مقصود ہوتی ہے جیسے کہا جاتا ہے: ''**کل فاعل مرفوع ، نحو قام زیدٌ**'' (یعنی ہر فاعل مرفوع ہوتا ہے جیسے زید کھڑا ہوا کہ اس میں زید فاعل ہے جس پر پیش ہے) یا ''**کل مفعول منصوب ، کاکرمت زیداً** '' (یعنی ہر مفعول منصوب ہوتا ہے جیسے میں نے زید کا اکرام کیا کہ اس میں زید مفعول ہے جس پر زبر ہے) اسی طرح جب بھی کہا جائے کہ ''**زید کعمرو فی العلم**'' (زید علم میں عمرو جیسا ہے) تو سبھی یہی سمجھیں گے کہ زید کا علم عمرو کے برابر ہے۔ پھر تو سبھی شاہ صاحب کی نظر میں سفیہ و دیوانے ہو جائیں گے۔

برابری پر تشبیہ کی دلالت اتنی واضح ہے کہ نصر اللہ کابلی کو بھی نہ چاہتے ہوئے اس حقیقت کا اظہار کرنا پڑا چنانچہ وہ ''الصواقع'' میں حدیث تشبیہ کے ذیل میں پیترا بازی کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''**و قد یشبہ احد المتساویین با الاخر نحو زید فی حسنہ کعمرو اذا کانا متساویین فی الحسن** ''یعنی کبھی دو مساویوں کو ایک دوسرے سے تشبیہ دی جاتی ہے جیسے زید اور عمرو اگر حُسن میں برابر ہوں تو کہا جاتا ہے زید حُسن میں عمرو جیسا ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو کیونکہ جب بھی کسی کو کسی سے کسی صفت میں تشبیہ دی جاتی ہے تو سب سے پہلے جو بات ذہن میں آتی ہے وہ یہ کہ دونوں اس میں برابر ہیں نیز جو اس صفت میں برابر نہ ہو اس کو اس سے تشبیہ بھی نہیں دی جاتی لہذا تشبیہ دینے کا مطلب برابری ہوا۔ اسی برابری پر قرآنی آیتیں بھی

شاہد ہیں اور احادیث پیغمبر بھی۔

اب جب کہ نصر اللہ کابلی تشبیہ سے برابری کے قائل نظر آئے تو وہ بھی شاہ صاحب کی نظر میں سفیہ واحمق ٹھہرے؟ جب بھی تشبیہ سے مساوات مراد لیتے ہیں تو پھر شاہ صاحب اس کے منکر کیوں ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جان رہے تھے کہ حدیث میں مساوات کا اعتراف مذہب شیعہ کی حقانیت کو ثابت کرے گا جو انھیں گوارا نہیں تھا اسی لئے مساوات کے قائل افراد کو سفیہ واحمق کہہ بیٹھے بلکہ تحفہ اثنا عشریہ کے گیارہویں باب کی انیسویں نوع میں ایسا کہنے والوں کو غیر ممیز بچے کے وہم سے تعبیر کیا ہے (کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور توہین ہو سکتی ہے) وہ لکھتے ہیں:

''کسی چیز کو کسی چیز سے مشابہ دیکھ کر دونوں میں مساوات کا سمجھنا ایک کم سن وغیر ممیز کے وہم جیسا ہے نہ کہ ممیز بچے کے خیال جیسا۔ شیعہ اسی وہم میں پڑے ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت امیر (علیؑ) کو اولوالعزم انبیاء کے زہد وتقویٰ وحلم سے تشبیہ دی گئی ہے اس لئے حضرت امیر ان اولوالعزم انبیاء کے برابر ہیں اور جو اولوالعزم انبیاء کے برابر ہوگا وہ دیگر انبیاء (غیر اولوالعزم) سے افضل ہوگا مگر یہ ایسا غلط وہم ہے جس کے بیان کی ضرورت نہیں ہے''۔

شاہ صاحب کے اس بیان سے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اکابر ائمہ واساطین علماء جو تشبیہ سے مساوات سمجھے وہ غیر ممیز بچے جیسے تھے۔ تعجب ہوتا ہے کہ شاہ صاحب یہاں پر تو تشبیہ سے مساوات سمجھنے والوں کو غیر ممیز بچے سے تشبیہ دے رہے ہیں مگر اسی تحفہ کے گیارہویں ہی باب میں ایسے الفاظ انھوں نے استعمال کئے ہیں جو تشبیہ بھی ہیں اور ان سے مساوات بھی مراد لئے ہیں مثلاً ایک جگہ لکھا: ''مثل آنچہ گویند ..'' (اسی کے مثل جو کہتے ہیں) کہ اس میں لفظ مثل تشبیہ کے لئے ہے اور مراد مساوات ہے۔ اب اگر تشبیہ سے مساوات کا سمجھنا بچوں کا وہم ہے تو پھر کیوں شاہ صاحب نے اس جگہ اور دوسری جگہوں پر تشبیہ کو مساوات کے معنی میں استعمال کیا؟ انھوں نے اسی حدیث تشبیہ کی رد میں تشبیہ سے استفادہ کر کے اس سے مساوات مراد لیا۔

چنانچہ وہ حدیث تشبیہ کے چوتھے جواب میں لکھتے ہیں:

''وتشبیہ چنانچہ بادلۂ متعارفۂ تشبیہ می شود مثل کاف ، کانّ و مثل و نحو باین اسلوب نیز می آید چنانچہ در علم بیان مقرر ست کہ من اراد ان ینظر الی القمر لیلۃ البدر

فلینظر الی وجه فلان نیز در تشبیه داخل ست یعنی جس طرح کاف، کانّ، مثل اور نحو جیسے حروف سے تشبیہ دی جاتی ہے اسی طرح علم بیان کے مطابق یہ بھی تشبیہ میں داخل ہے: من اراد ان ینظر الی القمر لیلة البدر فلینظر الی وجه فلان ۔یعنی جو چودھویں کے چاند کو دیکھنا چاہتا ہے وہ فلاں کے چہرے کو دیکھے''

آپ نے دیکھا کہ شاہ صاحب نے اسی مختصر سی عبارت میں تین جگہوں پر حرف تشبیہ سے استفادہ کیا ہے ۱۔ چنانچہ (جس طرح)، ۲۔ مثل کاف ....(جیسے کاف، کان ...)، ۳۔ چنانچہ در علم بیان (جیسا کہ علم بیان میں بیان ہوا ہے) اور تینوں جگہوں پر مساوات و برابری مراد لیا ہے۔ جب شاہ صاحب نے اتنی مختصر عبارت میں تین جگہوں پر تشبیہ سے استفادہ کیا تو پھر اپنی تحفہ جیسی ضخیم کتابوں میں کتنا تشبیہ سے استفادہ کیا ہوگا؟ یقیناً ان کی اتنی تعداد ہوگی جن کو آسانی سے شمار نہیں کیا جاسکتا۔

محدث دہلوی: شعراء کے اشعار میں بادشاہوں کے صحن کی مٹی کو مشک سے اور وہاں کے سنگریزوں کو یاقوت و مروارید سے تشبیہ دی گئی ہے مگر کوئی بھی ان میں مساوات نہیں سمجھتا۔

میر حامد حسین: شاہ صاحب نے یہ بات صرف تعصب اور نصر اللہ کابلی کی تقلید میں کہی ہے۔ کیا فخر مخلوقات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام معجز نظام کا شعراء کے اشعار سے موازنہ کیا جاسکتا ہے؟ شاہ صاحب کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کا علم وتقویٰ وحلم وہیبت وعبادت معاذ اللہ مذکورہ انبیاء کے علم وتقویٰ وحلم وہیبت وعبادت جیسے نہیں تھے اور معاذ اللہ آنحضرتؐ نے حقیقت کے برخلاف شعراء کی تاسی کرتے ہوئے حضرت علیؑ کے مذکورہ صفات کو انبیاء کے ان صفات سے تشبیہ دی تھی، لہذا اگر شاہ صاحب کی بات صحیح مانیں تو پھر ہر ایک کے لئے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو کہا جاسکتا ہے کہ جو چاہتا ہے کہ آدم کا علم دیکھے وہ فلاں کو دیکھے۔ مگر میں نہیں سمجھتا کہ کوئی ایسی گمراہ کن بات کہے گا۔ اب اگر حدیث تشبیہ سے مذکورہ صفات کو حضرت علیؑ کے لئے صحیح اور حقیقت پر مبنی نہ مانیں تو آنحضرتؐ کا بیان معاذ اللہ رکیک و پست نظر آئے گا جس کو غزالی (۱) وغیرہ نے محال بتایا ہے۔

۱۔ المنخول فی علم الاصول، ص ۲۰۳۔۲۰۱۔

اگر تشبیہ سے مساوات مراد نہ لیں اور نبیؐ کی تشبیہات کو شعراء کی تشبیہات جیسی سمجھیں جو خاک کو مشک سے اور سنگریزوں کو یاقوت و مروارید سے تشبیہ دیتے ہیں تو پھر شاہ صاحب کے مقلِد یا شاگرد کو ابلیس سے تشبیہ دی جاسکتی ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ وہ مقلِد یا شاگرد ابلیس جیسا ہے، اسی طرح شاہ صاحب یا ان کے والد یا ان کے دوسرے بزرگوں کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ ابولہب اور ابوجہل کے مثل ہیں۔

جب آنحضرتؐ کی تشبیہ خاک کی مشک اور سنگریزوں کی یاقوت و مروارید جیسی ٹھہری تو جو حدیثیں شیخین کے بارے میں گڑھی گئی ہیں اور ان میں انبیاء سے انھیں تشبیہ دی گئی ہے اور شاہ صاحب، اور ان کے والد وغیرہ نے اپنی بے تکی باتوں کو ثابت کرنے کے لئے ان کا سہارا لیا ہے ان کا کیا ہوگا؟ پھر ان کی بھی حیثیت خاک کی مشک اور سنگریزوں کی یاقوت و مروارید جیسی ہوگی؟ اور جس طرح خاک اور مشک کے درمیان نیز سنگریزوں اور یاقوت و مروارید کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہوتی اسی طرح شیخین اور انبیاء کے درمیان بھی کوئی نسبت نہیں ہوگی؟

محدث دہلوی: اہلسنت کی صحیح حدیثوں میں ابوبکر کو ابراہیم وعیسیٰ سے، عمر کو نوح وموسیٰ سے اور ابوذر کو عیسیٰ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

میر حامد حسین: شیعوں کے مقابلے اہلسنت کی حدیثوں کو پیش کرنا غفلت کی علامت اور آداب مناظرہ کے خلاف بات ہے، اسی آداب مناظرہ کو مد نظر رکھتے ہوئے شیعہ، اہلسنت کے جواب میں انھیں کی حدیثوں سے احتجاج واستدلال کرتے ہیں۔ شیعوں کے سامنے اہلسنت کا اپنی حدیثوں کو پیش کرنا، اہل کتاب (یہودی وعیسائی وغیرہ) کا مسلمانون کے اعتراض کے جواب میں خود اپنی جعلی اور تحریف شدہ کتابوں (توریت وانجیل وغیرہ) سے استدلال کرنے کے مترادف ہے جس کو مسلمان کا بچہ بھی قبول نہیں کرے گا۔ اسی وجہ سے کابلی نے حضرت علیؑ سے متعلق حدیث تشبیہ کے معارض تشبیہ شیخین والی حدیثیں پیش نہیں کیں مگر ان کو شاہ صاحب نے اپنے والد شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب ''قرة العینین'' سے نقل کیا جنہیں انھوں نے خواجہ نصیر الدین طوسی کی ''تجرید العقائد'' میں موجود افضلیت حضرت علیؑ کے استدلال کے جواب میں ذکر کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی اپنی مذکورہ کتاب میں ''مساواة الانبیاء'' کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''آنحضرتؐ نے بہت ساری حدیثوں میں صحابہ کو انبیاء سے تشبیہ دی ہے جس کا مقصد ان

اوصاف انبیاء سے متصف اصحاب کو بیان کرتا تھا۔ چنانچہ ابوذر کو زہد میں حضرت عیسٰیؑ سے تشبیہ دی، حضرت صدیق (ابوبکر) کو امت کے ساتھ نرمی برتنے پر حضرت عیسٰیؑ سے تشبیہ دی ۔حضرت فاروق (عمر) کو امت کے ساتھ سختی کرنے پر حضرت نوح سے تشبیہ دی اور ابوموسیٰ کو اچھی آواز کی وجہ سے داؤد سے تشبیہ دی تھی۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے ابوبکر و عمر سے اسراء بدر کے بارے میں پوچھا تم ان کے بارے میں کیا کہتے ہو کہ یہ بھی اپنے والے بھائیوں جیسے ہیں (ان مثل هولاء کمثل اخوة کانو من قبل) جن کے بارے میں نوح نے کہا تھا: "رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا" (پروردگارا ان کافروں میں سے روئے زمین پر کسی کو بسا ہوا نہ رہنے دے۔ نوح/۲۶) موسیٰ نے کہا تھا: "ربنا اطمس علی اموالهم و اشدد علی قلوبهم" (پروردگارا تو ان کے مال کو غارت کردے اور ان کے دلوں پر سختی کر۔ یونس/۸۸) ابراہیم نے کہا تھا: "فمن تبعنی فانه منی و من عصانی فانک غفور رحیم" (جو شخص میری پیروی کرے وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی (تو تجھے اختیار ہے) تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ ابراہیم/۳۶) عیسیٰ نے کہا تھا: "ان تعذبهم فانهم عبادک و ان تغفر لهم فانک انت العزیز الحکیم" (تو اگر ان پر عذاب کرے گا تو (تو مالک ہے) یہ تیرے بندے ہیں اگر انھیں بخش دے گا تو (کوئی تیرا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا کیونکہ) بے شک تو زبردست حکمت والا ہے۔ مائدہ/۱۱۸)، اس کی حاکم نے روایت کی ہے۔ اور ابوموسیٰ سے مروی متفق علیہ حدیث میں ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: اے ابوموسیٰ خدا نے تمھیں آل داؤد کی مزماروں میں سے ایک مزمار (بانسری) دی ہے اور ابوذر سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: نہ آسمان نے کسی پر سایہ کیا نہ ہی زمین نے کسی کا بوجھ اٹھایا جو ابوذر سے زیادہ سچا اور وفادار ہو، وہ زہد میں عیسیٰ بن مریم سے مشابہ ہے۔ اس کی ترمذی نے روایت کی ہے اور استیعاب میں مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: ابوذر میری امت میں زہد میں عیسیٰ بن مریم سے مشابہ ہے۔ اور مروی ہے کہ جو عیسیٰ بن مریم کے تواضع کو دیکھنا چاہتا ہے وہ ابوذر کو دیکھے۔ اس

کی ابوعمر نے روایت کی ہے"۔

آپ نے دیکھا کہ شاہ صاحب نے اپنے والد کی ان ہی عبارتوں سے استفادہ کیا ہے مگر اس میں اس طرح ہیرا پھیری کیا:

۱۔ باپ نے لکھا کہ آنحضرتؐ نے بہت ساری حدیثوں میں صحابہ کو انبیاء سے تشبیہ دی ہے مگر بیٹے (شاہ صاحب) نے صحابہ کو شیخین سے بدل کر لکھ دیا کہ اہلسنت کی صحیح السند حدیثوں میں ابوبکر کو ابراہیم و عیسیٰ سے اور عمر کو نوح و موسیٰ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ۲۔ باپ حدیث کی صحت کے مدعی نہیں ہوئے مگر بیٹا حدیث کی صحت کا مدعی بن گیا۔ ۳۔ باپ نے نہیں کہا کہ حاکم نے حدیث ابن مسعود کو صحیح کہا ہے جب کہ بیٹے نے ایسا ادعا کردیا۔

اگر نصر اللہ کابلی کی طرح شاہ صاحب بھی ان حدیثوں کی طرف رخ نہ کرتے تو انھیں اتنا ہیرا پھیری کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی مگر نادانی اور تعصب نے ایسا کر دکھایا، لیکن اس کا ان کو فائدہ کیا ہوا کیونکہ انھوں نے تو کابلی کی تقلید میں تشبیہ کو کوئی اہمیت نہیں دی تو پھر تشبیہ شیخین والی حدیث کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے اور اس سے ان کے شرف میں کونسا اضافہ ہوجاتا ہے؟

محدث دہلوی: چونکہ یہ فرقہ (اہلسنت) خداداد عقل رکھتا ہے اس لئے ان اشخاص (ابوبکر و عمر) کو انبیاء کے برابر قرار نہیں دیتا اور ہر ایک کو ان کے خانے میں رکھتا ہے مشبہ (جس کو تشبیہ دی جائے) کو بھی اسی کے خانے میں اور مشبہ بہ (انبیاء) کو بھی اسی کے خانے میں۔

میر حامد حسین: شاہ صاحب کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ شیخین کو انبیاء کے صفات میں برابر قرار دینا خلافِ عقل بلکہ انھیں کے بقول سفاہت و دیوانگی ہے، پھر کیوں انھوں نے اس بات کو یہاں کہا مگر دوسری جگہ اس کے برخلاف پر عمل کیا؟ کیا یہ عمل میں تضاد نہیں ہے؟ شاہ صاحب کی عادتوں میں سے ہے کہ جس چیز پر وہ ایک جگہ اعتراض کرتے ہیں اسی سے دوسری جگہ احتجاج و استناد کرنے لگتے ہیں۔

اگر یہ فرقہ خداداد عقل کا مالک ہوتا تو نہ خدا کے لئے برے کام انجام دینے کا قائل ہوتا، نہ حسن و قبح عقلی کا منکر ہوتا، نہ جبر اور فعل عبث کی خدا کی طرف نسبت دیتا اور نہ ہی خدا کے بارے میں تکلیف مالا یطاق کا نظریہ رکھتا۔

محدث دہلوی: بلکہ ایسی تشبیہ میں اس شخص میں ان اوصاف کو بیان کرنا ہوتا ہے جو ان انبیاء سے مخصوص تھے گر چہ وہ ان کے مرتبے تک نہ پہنچا ہو۔

میر حامد حسین: یہ ساری پینترا بازی شیخین کو صفات انبیاء میں مساوی ثابت کرنے کے لئے کی گئی ہے۔

محدث دہلوی: عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے ابوبکر و عمر سے اسراء بدر کے بارے میں مشورہ لیا... اس کی حاکم نے روایت کر کے اس کی صحت کا اعتراف کیا ہے۔

میر حامد حسین: شاہ صاحب نے عبداللہ بن مسعود کی جو روایت نقل کی ہے (جس کو محدث دہلوی کی باتیں کے عنوان کے ذیل میں ابتدا میں پیش کیا ہے) اور اس میں کچھ اضافہ کیا ہے۔ درج ذیل وجوہات کی بنا پر ان کے لئے دردسر بن جائے گی۔

۱۔ شاہ صاحب نے اس روایت کو حاکم نیشاپوری سے نقل کر کے اس پر افتخار کیا ہے جب کہ روایت حاکم سے استناد کر کے اپنے گھر میں اپنے ہی ہاتھ سے آگ لگائی ہے۔ کیونکہ اگر حاکم قابل اعتماد ہیں جس کی وجہ سے مذکورہ عبداللہ بن مسعود والی روایت ان سے نقل کی ہے تو پھر حدیث طیر، حدیث ولایت اور حدیث مدینۃ العلم کو کیوں باطل حدیث کہا جب کہ حاکم نے انھیں نقل کر کے ان کی صحت کا اعتراف بھی کیا ہے؟ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ فضائل شیخین سے متعلق حدیثوں کو نقل کرنے میں تو حاکم قابل اعتبار ہو جائیں اور فضائل امیرالمومنین سے متعلق حدیثوں کو نقل کرنے میں غیر معتبر نظر آئیں؟

۲۔ جیسا کہ ذکر کیا ہے کہ حدیث تشبیہ کو نقل کرنے والوں میں سے ایک حاکم نیشاپوری ہیں مگر شاہ صاحب نے اس حدیث کو غلط ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا بلکہ اس کو جعلی تک بنا دیا۔ کیا یہ اچھی بات ہے کہ فضائل شیخین سے متعلق حدیثوں کے بارے میں تو حاکم قابلِ اعتماد ہوں مگر فضائل امیر المومنینؑ کے بارے میں اعتماد کے لائق نہ ہوں؟! وہ بھی ایسی حدیث (تشبیہ) جس کو حاکم کے ساتھ ساتھ عبدالرزاق صنعانی اور احمد بن حنبل جیسے محدثین نے نقل کیا ہے؟ جب کہ شیخین سے متعلق حدیث کو ان محدثین نے نہیں نقل کیا ہے!

۳۔ شاہ صاحب نے مذکورہ حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا کہ اس کو حاکم نے صحیح کہا ہے جب کہ ان کے والد نے صرف روایت نقل کی، حاکم کے ادعاء صحت کو بیان نہیں کیا۔ اگر حاکم ادعا کئے ہوتے تو ان کے

والد (شاہ ولی اللہ دہلوی) ضرور اس کو ذکر کرتے۔

۴۔ اس حدیث میں شیخین کو انبیاء سے تشبیہ ہی نہیں دی گئی ہے اور حدیث کے اس فقرہ "ان مثل **هؤلاء كمثل اخوة كانوا من قبل**" (یہ بھی اپنے پہلے والے بھائیوں جیسے ہیں) کا ربط ان افراد سے ہے جن کے بارے میں مذکورہ انبیاء (نوح وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ) نے وہ بیان دیے تھے اور ان بیانات میں ان افراد کی مدح نہیں ہوئی تھی کہ انھیں سے مدح شیخین کا بھی تصور کیا جائے بلکہ ان میں کفار و نافرمانی و عذاب کا ذکر ہے اب اگر انھیں بیانات کو شیخین سے متعلق کریں تو پھر کونسا مدح کا پہلو سامنے آئے گا، جو چیز سامنے آئے گی اس کو زبان پر نہیں لا سکتے۔

۵۔ اس حدیث میں انبیاء کے علم وفہم وتقویٰ وعبادت جیسے اوصاف سے شیخین کو تشبیہ نہیں دی گئی ہے اب اگر ان کے لئے کفار پر عذاب کے لئے بددعا یا دعاء مغفرت میں تشبیہ ثابت بھی ہو جائے تو یہ دیگر صفات انبیاء میں مساوات کا سبب نہیں بنے گی لہذا یہ روایت حدیث تشبیہ کی معارض نہیں بن سکتی۔ البتہ بعض گڑھنے والوں نے اس کو حاکم سے نقل کر کے اس میں اضافہ کیا ہے اور حضرت ابوبکر کو جناب ابراہیم اور حضرت عیسیٰ سے تشبیہ دی ہے اور حضرت عمر کو حضرت نوح اور حضرت موسیٰ سے تشبیہ دی۔ اس کے باوجود یہ حدیث تشبیہ کی معارض نہیں بن سکتی جیسا کہ ابن تیمیہ نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت حدیث شیخین کی سختی و نرمی میں تشبیہ کو تو ثابت کر رہی ہے دوسرے صفات سے اس کا ربط نہیں ہے۔ وہ "منہاج السنۃ" میں لکھتے ہیں:

"یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ بہ منزلۂ فلاں کے ہے اور یہ فلاں کے مانند ہے تو یہ ایک چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دینا ہوا اور ایسی تشبیہ ہر چیز میں برابری کو ثابت نہیں کرتی۔ کیا صحیحین (بخاری و مسلم) میں اس حدیث کو نہیں دیکھا جس میں آنحضرتؐ نے اسراء کے بارے میں ابوبکر سے پوچھا تو انھوں نے آزاد کرنے کا مشورہ دیا مگر جب عمر سے مشورہ لیا تو انھوں نے قتل کرنے کو کہا جس پر آنحضرتؐ نے ابوبکر سے مخاطب ہو کر فرمایا: تمہاری مثال ابراہیم جیسی ہے جنھوں نے فرمایا تھا: "جو شخص میری پیروی کرے وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو تجھے اختیار ہے تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے (ابراہیم/۳۶) اور تم عیسیٰ جیسے ہو جنھوں نے کہا تھا: "تو اگر ان پر عذاب کرے گا تو (تو مالک ہے) یہ تیرے بندے ہیں اور اگر انھیں بخش دے گا تو

(کوئی تیرا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا کیونکہ) بے شک تو زبردست حکمت والا ہے (مائدہ/۱۱۸)، اور اے عمر تمہارے مثال نوح جیسی ہے جنہوں نے کہا تھا: ''پروردگار ان کافروں میں سے روئے زمین پر کسی کو بسا ہوا نہ رہنے دے'' (نوح/۲۶) اور تم موسیٰ کے مانند ہو جنہوں نے کہا تھا: ''پروردگارا تو ان کے مال کو غارت کردے اور ان کے دلوں پر سختی کر کیونکہ جب تک یہ لوگ تکلیف دہ عذاب نہ دیکھ لیں گے ایمان نہ لائیں گے'' (یونس/۸۸) آنحضرتؐ کا ابوبکر کو ابراہیم و عیسیٰ سے اور عمر کو نوح و موسیٰ سے تشبیہ دینا اس بیان سے بہرحال بلند ہے جس میں آپ نے (حضرت علیؑ سے) فرمایا تھا: تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی کیونکہ نوح و ابراہیم و عیسیٰ، ہارون سے بلند مرتبہ والے تھے۔ البتہ یہاں آنحضرتؐ نے جو ابوبکر و عمر کو تشبیہ دی ہے وہ ساری صفات میں تشبیہ نہیں دی ہے بلکہ ان کو راہ خدا میں سختی و نرمی برتنے میں تشبیہ دی ہے''(۱)

لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے ابن تیمیہ نے اس حدیث کی صحیحین (بخاری و مسلم) کی طرف غلط نسبت دی ہے کیونکہ یہ حدیث نہ صحیح بخاری میں کہیں نظر آتی ہے نہ ہی صحیح مسلم میں، لہٰذا اس کو درج ذیل وجوہات کی بنا پر حدیث منزلت (جس کو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا) کی معارض قرار نہیں دے سکتے:

۱۔ حدیث منزلت، متواتر حدیث ہے جب کہ یہ حدیث ضعیف ہے، ۲۔ حدیث منزلت صحیح بخاری میں بھی نقل ہوئی ہے اور صحیح مسلم میں بھی جب کہ یہ حدیث ان میں سے کسی میں نظر نہیں آتی، ۳۔ حدیث منزلت، سارے صفات کے وجود کو ثابت کرتی ہے (سوائے نبوت کے) جب کہ یہ حدیث صرف سختی و نرمی کو ثابت کرتی ہے جس کا اعتراف ابن تیمیہ نے بھی کیا ہے۔

محدث دہلوی: ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے ان سے فرمایا: اے ابوموسیٰ خدا نے تجھے آل داؤد کے مزماروں میں سے ایک مزمار (بانسری) عطا کی ہے۔ اس کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

۱۔ منہاج السنہ، ج ۴، ص ۸۸، طبع آفسٹ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

میر حامد حسین: مسئلہ اجازتِ خانہ (یعنی گھر میں داخل ہونے کے وقت اجازت طلب کرنا) جو ایک مستحب عمل ہے اس سے متعلق جب ابوموسیٰ نے حدیث پیغمبرؐ کو حضرت عمر سے نقل کیا تو انھوں نے اس کو قبول نہیں کیا بخاری نے اپنی صحیح میں اس بات کی تصریح کی ہے، پھر کس طرح شیعہ ان کی اس حدیث کو قبول کرسکتے ہیں جو خود انھیں کی فضیلت میں ہے؟ اس کے علاوہ یہ حدیث (مزمار) اس لئے حدیث تشبیہ کی معارض نہیں بن سکتی کہ مزمار (بانسری) کا ربط علم و تقویٰ جیسے صفات کمالیہ سے نہیں ہے (جب کہ حدیث تشبیہ کا ربط علم و تقویٰ جیسے صفات کمالیہ سے ہے)

محدث دہلوی: رسولؐ خدا نے فرمایا: جو عیسیٰ بن مریم کا تواضع دیکھنا چاہتا ہے وہ ابوذر کو دیکھے، استیعاب میں اسی طرح نقل ہوا ہے، مگر ترمذی میں نقل ہوا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: نہ آسمان نے کسی پر سایہ کیا نہ ہی زمین نے کسی ایسے کا بوجھ اٹھایا جو زہد میں عیسیٰ بن مریم سے ابوذر سے زیادہ مشابہ ہو۔

میر حامد حسین: پہلی بات تو یہ ہے کہ مذکورہ حدیث شیعوں کی نہیں ہے جو اس حدیث تشبیہ کی معارض بن سکے جسے شیعہ اور سنی دونوں نے نقل کیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ صاحب استیعاب نے حدیث ولایت کو بسند صحیح نقل کیا ہے اس کے باوجود شاہ صاحب بعض متعصبین کی پیروی کرتے ہوئے اس کو باطل کرنے میں لگ گئے اور اس کا خیال نہیں کیا کہ صاحب استیعاب نے صحیح سند سے اس کو نقل کیا ہے۔ اسی طرح صاحب استیعاب نے ''بہجة المجالس'' میں حدیث طیر کی روایت کی ہے مگر شاہ صاحب نے اس کو بھی اہمیت نہیں دی اور اس کا بھی چہرہ خراب کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ آخر کیا بات ہے کہ صاحب استیعاب ابوذر سے متعلق حدیث نقل کرنے میں تو قابل اعتماد ہوں مگر حضرت علیؑ سے متعلق حدیث کو نقل کرنے میں کسی کام کے نہیں؟ تیسری بات یہ ہے کہ حدیث ولایت اور حدیث طیر کے راویوں میں سے ایک ترمذی ہیں مگر ایسا کیوں ہوا کہ ان دونوں حدیثوں کو نقل کرنے میں ترمذی کسی کام کے نہیں رہے مگر ابوذر سے متعلق حدیث نقل کرنے میں سب کچھ ہوگئے؟ چوتھی بات یہ ہے کہ حضرت عثمان کی خداترسی، حق شناسی، رقت قلبی اور دیگر اوصاف کا اہلسنت بہت قصیدہ پڑھتے ہیں مگر ان ہی حضرت نے ابوذر کو کہ جن کی فضیلت میں ترمذی اور صاحب استیعاب نے حدیثیں نقل کی ہیں اور ان کے دیگر فضائل سیوطی کی جمع الجوامع اور ملا متقی کی کنز العمال جیسی مستند روائی کتابوں میں موجود ہیں، ربذہ جلاوطن کردیا تھا اور ان پر ایسے ظلم و ستم کئے تھے جن کی

تفصیل تشئید المطاعن میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ان کو دیکھتے ہوئے اہلسنت حضرت عثمان کے بارے میں کیا کہیں گے؟

محدث دہلوی: افضل کی کسی صفت میں کسی کا مساوی ہونا اس افضل کے برابر ہونے کا باعث نہیں بنتا کیونکہ افضل کے پاس اور بھی اوصاف ہیں جن کی وجہ سے وہ افضل ہوا ہے۔

میر حامد حسین: شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) کا یہ خیال درج ذیل وجوہات کی بناء پر غلط ہے۔

۱۔ حدیث تشبیہ میں مذکورہ انبیاء (آدم ونوح وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ) کے اوصاف میں حضرت علیؑ کا مساوی ہونا اس بات کی علامت ہے کہ آپ ان سب سے افضل تھے کیونکہ جو صفات ان انبیاء میں جدا جدا موجود تھے وہ سب کے سب حضرت علیؑ میں یکجا پائے جا رہے تھے اور جو سارے صفات کا حامل ہو وہ سب سے افضل ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی بنیاد پر امام رازی نے آیہ " فبھداھم اقتدہ " (انعام/۹۰) کے ذیل میں پیغمبر اسلام کی سارے انبیاء پر افضلیت کو ثابت کیا ہے اور کہا ہے کہ سارے انبیاء میں ایک صفت یا دو صفات جمیلہ موجود تھے جب کہ آنحضرتؐ میں وہ سارے صفات جمیلہ پائے جا رہے تھے جو جدا جدا دیگر انبیاء میں پائے جا رہے تھے اس لئے آپ ان سب سے افضل تھے۔ لہذا جب جدا جدا صفاتِ انبیاء کے آنحضرتؐ میں اکٹھا ہونے کی وجہ سے آپ سب سے افضل ہو سکتے ہیں تو پھر حضرت علیؑ بھی انہیں صفات کے اکٹھا ہونے کی وجہ سے سارے انبیاء سے افضل ہوں گے (سوائے پیغمبرؐ اسلام کے کیونکہ آپ کی افضلیت پر سب کا اتفاق ہے) اور جب آپ سارے انبیاء سے افضل ٹھہرے تو خلفاء ثلاثہ سے تو بدرجہ اولیٰ افضل ہوں گے۔

۲۔ حدیث تشبیہ سے انبیاء پر افضلیت اتنی واضح ہے کہ فضل بن روزبہان کو بھی نخواستہ ''ابطال الباطل'' میں اس کا اعتراف کرنا پڑا، پھر کس طرح خلفاء ثلاثہ پر حضرت علیؑ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی؟

۳۔ حدیث تشبیہ واضح لفظوں میں بتا رہی ہے کہ علم علیؑ آدم جیسا تھا اور جناب آدم یقیناً خلفاء ثلاثہ سے زیادہ علم رکھتے تھے بلکہ ملائکہ سے بھی اعلم تھے لہذا حضرت علیؑ خلفاء ثلاثہ سے اعلم تھے اور اعلم بہر حال افضل ہوتا ہے جیسا کہ عبقات الانوار مجلد حدیث مدینہ میں تفصیل سے بیان کیا ہے اور جب علم میں آپ کی افضلیت ثابت ہو گئی تو آپ کی مطلق افضلیت بھی ثابت ہو جائے گی جیسا کہ بیضاوی (۱) نے اپنی تفسیر میں

۱۔ تفسیر بیضاوی، ج۱، ص۵۲۔

آیہ " وعلّم آدم الاسماء کلھا... " کے ذیل میں لکھا: آدم، سارے ملائکہ سے افضل تھے کیونکہ وہ ملائکہ سے اعلم تھے اور اعلم (سب سے زیادہ جاننے والا) افضل ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ''ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون'' کیا جاننے والے نہ جاننے والوں کے برابر ہو سکتے ہیں۔

اسی طرح اس حدیث سے حضرت علیؑ کا اتقی' (سب سے زیادہ متقی) ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ حضرت نوح خلفاء ثلاثہ سے اتقیٰ تھے اور اتقیٰ بھی افضل ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے: ''ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم '' (خدا کے نزدیک سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ با تقویٰ ہے۔ حجرات ۱۲) گرچہ اہلسنت آیہ ''سیجنبھا الاتقی'' (لیل/۱۷) کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی اور اس سے ساری امت سے ان کی افضلیت کو ثابت کرتے ہیں مگر اس حدیث تشبیہ سے حضرت علیؑ کا حضرت ابوبکر سے زیادہ متقی ہونا واضح ہے کیونکہ آپ کا تقویٰ جناب نوح کے تقویٰ جیسا تھا اور جناب نوح کا تقویٰ بہر حال خلفاء ثلاثہ کے تقویٰ سے زیادہ تھا۔ لہذا آپ (حضرت علیؑ) کا بھی تقویٰ خلفاء ثلاثہ کے تقویٰ سے زیادہ رہا ہوگا۔ یہی بات آپ کے سب سے زیادہ عبادت گزار ہونے، سب سے زیادہ بردبار ہونے اور سب سے زیادہ توانمند ہونے کے بارے میں کہی جائے گی اور آپ کا اعلم اور اتقیٰ ہونا آپ کی افضلیت پر ایک صریح دلیل ہے۔

۴۔ علم وحلم وعبادت وتقویٰ اور شجاعت کے اوصاف حمیدہ ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے اور جس کے پاس یہ صفات ہوں وہ یقیناً سب سے افضل ہوگا اور یہ صفات بدرجہ اتم حضرت علیؑ میں پائے جا رہے تھے لہذا آپ بھی سے افضل تھے سوائے پیغمبرؐ اسلام کے، پھر خلفاء ثلاثہ کو آپ سے ملانا ہی نہیں چاہئے۔

۵۔ جیسا کہ روایت سید علی ہمدانی (نمبر۲۳) سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ کے پاس انبیاء کی نوے خصلتیں تھیں، گویا آپ ان خلفاء ثلاثہ سے بہتر تھے، اب اگر کوئی شخص افضلیت شیخین کو ثابت کرنا چاہتا ہے تو ان کے لئے کچھ ایسے خصائل ڈھونڈے جن کے ذریعے اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے لیکن یاد رہے کہ انبیاء کی وہ نوے خصلتیں ایسی تھیں جو علی کے پاس تھیں مگر خلفاء ثلاثہ ان سے محروم تھے۔

۶۔ کتاب ''تشئید المطاعن'' اور اس جیسی دیگر کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء ثلاثہ میں نہ

یہ کہ اوصاف انبیاء پائے نہیں جارہے تھے بلکہ وہ ان اوصاف کی ضد صفتوں سے متصف تھے پھر کیسے ان کا اس (علیؑ) سے مقابلہ کیا جاسکتا ہے جو اوصاف انبیاء سے آراستہ تھا؟

محدث دہلوی: بارہا کہا ہے کہ افضلیت، زعامت کبریٰ (امامت) کا باعث نہیں بنتی۔

میر حامد حسین: دنیا کا اصول ہے کہ اخلاف (موجودہ نسل) اپنے اسلاف (اس دنیا سے رخصت ہو جانے والے بزرگ) کو جھوٹا نہیں بناتی چہ جائیکہ بیٹا باپ کو جھوٹا بنادے۔ شاہ صاحب کو زیب نہیں دیتا تھا کہ وہ اپنے والد شاہ ولی اللہ دہلوی کی تکذیب کرتے جب کہ انھوں نے اسی تحفہ اثنا عشریہ کے باب امامت میں اپنے والد کی بھی مدح وثنا کی ہے اور ان کی کتاب "ازالۃ الخفا" کی بھی تعریف وتمجید کی ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" میں آیات واحادیث اور کلام صحابہ سے ثابت کیا ہے کہ افضلیت زعامت کبریٰ (امامت وخلافت) کا باعث بنتی ہے۔ لہٰذا ایسے کے سامنے سینہ چوڑا کرنا اور علم بغاوت بلند کرنا جو استاد بھی ہے، والد بھی اور شیخ المشائخ بھی اچھی اولاد کی علامت نہیں ہے وہ بھی ایسا شخص (شاہ ولی اللہ) جس کو خود شاہ صاحب نے آیت الٰہی اور معجزۂ نبوی سے تعبیر کیا ہے۔ اگر والد صاحب کو جھٹلانے میں شرم محسوس نہیں کیا تو کم سے کم شیخین وصحابہ کی تو تکذیب نہیں کرتے۔ میں نے خود بارہا ثابت کیا ہے کہ امامت کے لئے افضلیت شرط ہے۔

محدث دہلوی: اس حدیث (تشبیہ) سے خلفاء ثلاثہ پر حضرت امیر (علیؑ) کی افضلیت اس وقت ثابت ہوگی جب وہ (خلفاء ثلاثہ) مذکورہ صفات یا ان جیسے صفات میں انبیاء کے مساوی نہ ہوں۔

میر حامد حسین: جب میں نے حدیث تشبیہ سے انبیاء پر حضرت علیؑ کی افضلیت ثابت کردی تو پھر آپ کے خلفاء ثلاثہ سے افضل ہونے کو ثابت کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس افضلیت کا اعتراف خود حضرت ابوبکر نے کیا تھا جیسا کہ خطیب (۱) خوارزمی کی روایت سے معلوم ہوا کہ جب حضرت ابوبکر نے زبان نبیؐ سے حضرت علیؑ کے انبیاء سے مساوی ہونے کو سنا تو حضرتؑ سے مخاطب ہوکر کہا: "بخ بخ لک یا اباالحسن و این مثلک یا ابا الحسن" یعنی مبارک ہو آپ کو اے ابوالحسن! اے ابوالحسن آپ

۱۔ مناقب خوارزمی، ص ۸۸، حدیث ۷۹۔

جیسا کون ہوگا۔ حضرت ابوبکر کے اس بیان سے بالکل واضح ہوتا ہے کہ اس وقت سوائے حضرت علیؑ کے کوئی بھی انبیاء کے برابر نہیں تھا۔ بلکہ خود شاہ صاحب نے اعتراف کیا ہے کہ شیخین انبیاء کے برابر نہیں تھے کیونکہ انھوں نے ایک بات تو یہ لکھی ہے کہ تشبیہ سے مساوات وبرابری کا سمجھنا انتہائی حماقت ہے اور دوسری بات یہ کہ فرقہ اہلسنت خداداد عقل کے مالک ہیں جو ہرگز ان افراد کو انبیاء کے برابر نہیں سمجھتے اور مشبہ (جس کی تشبیہ دی جائے) اور مشبہ بہ (جس سے تشبیہ دی جائے) کو اپنے اپنے خانے میں رکھتے ہیں اور تشبیہ سے اس صفت نبی کے صرف وجود کو اس شخص میں بیان کرتے ہیں نہ کہ مرتبے میں ایک کردیتے ہیں۔ گویا شاہ صاحب (محدث دہلوی) ایک طرف شیخین (حضرات ابوبکر وعمر) کے انبیاء کے برابر ہونے کے قائل ہیں تو دوسری طرف مذکورہ بالا بیان کے ذریعے اس کی تکذیب کردیتے ہیں۔ آخر یہ کیسی عقل ہے جو متضاد باتوں کو زبان پر لارہی ہے۔ کیا خداداد عقل کے حامل ایسی ہی متضاد باتیں کرتے ہیں؟ یا یہ کہا جائے کہ اہلسنت تو خداداد عقل کے حامل ہوتے ہیں مگر شاہ صاحب اہلسنت میں سے نہیں ہیں بلکہ اس کے زمرے سے خارج یعنی نواصب میں سے ہیں۔

اگر حلم حضرت عمر کو جاننا ہے تو ازواج پیغمبرؐ سے پوچھیے جو مشکوٰۃ وصحیح بخاری کے بقول انھیں بد خلق وسخت کلام کرنے والا کہتی تھیں، شیخین کی شجاعت کو جاننا ہے تو جنگ خیبر کو دیکھئے اور ان حضرات کے علم وتقویٰ کو جاننا ہو تو "تشئید المطاعن عن کشف الضغائن" کا مطالعہ کیجئے۔

محدث دہلوی: جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ شیخین مذکورہ صفات میں انبیاء کے مساوی نہیں تھے اس وقت تک افضلیت علیؑ ثابت نہیں ہوسکتی۔

میر حامد حسین: خود شاہ صاحب نے مذکورہ عبارتوں میں اعتراف کیا ہے کہ شیخین، انبیاء کے برابر نہیں تھے بلکہ انبیاء سے برابری کو انھوں نے انتہائی حماقت سمجھا ہے، اور جب ایسا ہے تو دوسری بات یعنی افضلیت علیؑ خود بخود ثابت ہوجاتی ہے۔

محدث دہلوی: اگر کتب اہلسنت کا دقیق مطالعہ کیا جائے تو انبیاء سے شیخین کی تشبیہ والی جتنی حدیثیں نظر آئیں گی اتنی ان کے کسی ہم عصر کے بارے میں دکھائی نہیں دیں گی۔

میر حامد حسین: خطیب خوارزمی (۱) کی مذکورہ روایت جس میں حضرت ابوبکر نے حضرت علیؑ سے مخاطب ہوکر کہا تھا کہ آپ جیسا کون ہوگا، شاہ صاحب کے منہ کو بند کرنے کے لئے کافی ہے۔اس کے علاوہ درج ذیل باتوں پر شاہ صاحب دھیان دیں:

۱۔جیسا کہ سید علی ہمدانی کی روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ میں انبیاء کی نوّے خصلتیں پائی جارہی تھیں اب اگر شاہ صاحب کو خلفاء کی افضلیت ثابت کرنی ہوتو پہلے انبیاء کی نوّے خصلتوں سے زیادہ خصلتیں ان کے بارے میں ثابت کریں اس کے بعد اپنے ادعا کی تکرار کریں۔

۲۔کوئی ایسی حدیث پیش کریں جو اعتراف ابوبکر والی حدیث کا مقابلہ کرسکے۔

۳۔اپنی جعلی حدیث سے اپنے مدعا کی صحت کو ثابت کریں۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ خلیفہ سوم کو چھانٹ دیا اور صرف شیخین سے متعلق حدیث تشبیہ پیش کی وہ بھی صرف ایک حدیث اور اس میں بھی صرف چند صفات انبیاء کا ذکر کیا ہے جب کہ دعویٰ کیا کہ انبیاء سے شیخین کی تشبیہ والی حدیثیں بہت زیادہ ہیں۔اے کاش اپنی ہی کتاب سے سہی، ایک ایسی حدیث پیش کرتے جس میں انبیاء کی انھیں پانچ خصلتوں کا ذکر ہوتا جن کا حضرت علیؑ کے بارے میں حدیث تشبیہ میں ذکر ہوا ہے تاکہ عوام کو خوش کرنے کے لئے اسے بعنوان معارض قرار دیتے؟ البتہ کذابین وجاعلین حدیث نے ابوبکر کو خلتِ ابراہیم سے، عمر کو شدت نوح سے اور عثمان کو رفعت ادریس سے تشبیہ دینے والی حدیث گڑھی ہے مگر ناقدین حدیث نے اس کے کھوٹے پن کو آشکار کردیا۔سیوطی ''الموضوعات'' کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''ابن عساکر نے ابومحمد اکفانی سے نقل کیا انھوں نے عبدالعزیز بن احمد سے انھوں نے اسحاق بن ابراہیم بن محمد قرمنی سے انھوں نے عمر بن علی بن سعید سے انھوں نے یوسف بن حسن بغدادی سے انھوں نے محمد بن قاسم سے انھوں نے ابویعلی احمد بن علی بن مثنی سے انھوں نے محمد بن بکار سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے ثابت سے اور انھوں نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو چاہتا ہے کہ ابراہیم کو ان کی خلت میں دیکھے وہ

۱۔مناقب خوارزمی، ص ۸۸، حدیث ۷۹۔

ابوبکر کی سخاوت کو دیکھے، جو چاہتا ہے کہ نوح کی شدت وصلابت کو دیکھے وہ عمر بن خطاب کی بہادری کو دیکھے جو چاہتا ہے کہ ادریس کی رفعت ومنزلت کو دیکھے وہ عثمان کی رحمت ومہربانی کو دیکھے، جو چاہتا ہے کہ یحییٰ بن زکریا کی عبادت کو دیکھے وہ علی بن ابی طالب کی طہارت و پاکیزگی کو دیکھے (اس کے بعد سیوطی لکھتے ہیں) مگر ابن عساکر کا کہنا ہے کہ یہ حدیث شاذ بھی ہے اور اس کے سلسلۂ سند میں کئی راوی مجہول وناشناختہ ہیں''۔

محدث دہلوی: اسی لئے صوفی محققین نے لکھا ہے کہ شیخین کمالات نبوت کے حامل تھے اور حضرت امیر (علیؑ) کمالات ولایت کے حامل۔

میر حامد حسین: یہ بات واضح ہے کہ شاہ صاحب کا اس بیان سے مقصد حضرت علیؑ کو کمالات نبوت سے محروم دکھانا تھا اور یہ بتانا تھا کہ حضرتؑ صرف کمالات ولایت رکھتے تھے گویا جو کمالات حضرتؑ سے مخصوص تھے ان کی شیخین کی طرف نسبت دی اور جن صفات شیخین کی طرف نسبت دی جاتی ہے ان کی آپ (علی) سے نسبت دے دی مگر وہ بھول گئے کہ ارباب فہم کی نظر میں یہ حرکت دھوکہ دینے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

جیسا کہ اس کے پہلے بیان کیا ہے کہ بزرگ صوفی شیخ عطار نے حدیث تشبیہ کو منظوم پیش کیا ہے اور حکیم سنائی نے کہ وہ بھی اجلہ صوفیہ میں سے ہیں اپنے اشعار میں حضرتؑ کو جناب نوح سے تشبیہ دی ہے۔اسی طرح سید علی ہمدانی اور امیر ملا کہ ان کا بھی بزرگ صوفیوں میں شمار ہوتا ہے، حدیث تشبیہ کی روایت کی ہے بلکہ سید علی ہمدانی نے تو ''مودۃ القربیٰ'' میں ایسی حدیث کی روایت کی ہے جس کے مطابق حضرت علیؑ میں انبیاء کی ایسی نوے خصلتیں پائی جارہی تھیں جو کہیں اور دیکھنے میں نہیں آتیں، اور امیر ملا نے جو سید علی ہمدانی کے خلیفہ تھے ''خلاصۃ المناقب'' میں عطار نیشاپوری کے حدیث تشبیہ سے مربوط اشعار نقل کئے تاکہ فضائل امیر المومنینؑ کو ثابت کریں۔اسی طرح ابونعیم اصفہانی اور طالقانی نے جو اجلہ متصوفین واکابر محدثین میں سے ہیں حدیث تشبیہ کی روایت کی ہے۔بڑے تعجب کی بات ہے کہ اتنے اہم مطلب کی صوفیوں کی طرف نسبت تو دے دی مگر ایک کا نہ نام لیا نہ ہی کسی کتاب کا حوالہ دیا، جب کہ میں نے چھ عظیم المرتبت صوفیوں کو بیان کیا جنھوں نے نظم ونثر میں حدیث تشبیہ کی روایت کی ہے، اور جب علم وحلم وتقویٰ وزہد وعبادت وشجاعت وصبر وورع جیسے کمالات نبوت متفق علیہ روایات سے حضرت علیؑ کے لئے ثابت ہوگئے تو بے نام ونشان صوفیوں

کی بات پر کان دھرنا اہل ایمان کا کام نہیں ہے۔

اس کے علاوہ سنی متصوفین و محدثین و متکلمین و مفسرین و مجتہدین کے بیانات سے شیعوں کے سامنے احتجاج واستدلال کرنا درج ذیل وجوہات کی بناء پر درست نہیں ہے۔

۱۔ اگر اہلسنت کے بیانات شیعوں کے لئے حجت ہوں تو پھر شیعوں کے بیانات بھی اہلسنت کے لئے حجت ہوں گے۔

۲۔ ابتداء کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں شاہ صاحب نے عہد کیا ہے کہ صرف شیعوں کی روایات سے استناد کریں گے لہٰذا اس کے برخلاف عمل کرنا تعہد کی خلاف ورزی ہے۔

۳۔ ابتداء کتاب میں شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ ایک فرقہ کی روایت دوسرے فرقہ کے لئے حجت نہیں ہوتی لہٰذا ہر فرقہ کے لئے اسی فرقہ کی معتبر روائی کتاب سے حدیث پیش کرنی چاہئے۔ پھر کیوں انھوں نے مختلف جگہوں پر عہد شکنی کی۔

۴۔ شاہ صاحب کے والد نے ''قرۃ العینین'' میں لکھا ہے کہ امامیہ (شیعہ اثنا عشری) اور زیدیوں کے سامنے صحیحین (بخاری و مسلم) اور ان جیسی کتابوں سے حدیثیں پیش کر کے اپنی بات نہیں منوا سکتے، ان سے دوسرے طریقے سے بحث کی جائے گی۔

۵۔ فاضل رشید نے ''شوکت عمریہ'' میں لکھا ہے کہ بسا اوقات ایک فرقہ کی روایت اس فرقہ والوں کے لئے معتبر تو دوسرے فرقہ کی نظر میں غیر معتبر ہوتی ہے اسی لئے اپنے طریق سے مروی حدیث کو تسلیم کرتا ہے مگر دوسرے فرقہ کے طریق سے مروی حدیث کو رد کر دیتا ہے۔

لہٰذا شیعوں سے بحث کرنے میں سنی صوفیوں کے بیانات سے احتجاج واستدلال کرنا صحیح بات نہیں ہے کیونکہ وہ ان کی نظر میں غیر معتبر ہیں۔ مگر فاضل رشید ہی کے بتائے قاعدے کے مطابق اہلسنت مجبور ہیں کہ وہ حدیث طیر، حدیث ولایت، حدیث تشبیہ اور حدیث مدینۃ العلم جیسی شیعوں کی پیش کردہ حدیثوں کو مانیں کیونکہ انھوں نے ان ساری حدیثوں کی خود ان کے طریق سے روایت کی ہے۔ اب اگر شاہ صاحب کابلی، ابن حجر مکی اور ابن تیمیہ جیسے افراد ان حدیثوں کو نہ مانیں تو یہ ہٹ دھرمی اور مذہبی تعصب کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔

محدث دہلوی: اسی وجہ سے کفار سے جہاد، احکام شریعت کی ترویج اور ملت کے امور کی اصلاح جیسے انبیاء کے کاموں کو شیخین نے بڑے اچھے انداز میں انجام دیئے تھے۔

میر حامد حسین: اگر مراد حیات پیغمبرؐ میں شیخین کا جہاد ہے تو خیبر وحنین واحد میں ان کی شرمناک حرکتوں کو دیکھتے ہوئے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر ان کی مراد شیخین (ابوبکر وعمر) کا زمانہ ہے تو یہ صرف انھیں سے مخصوص نہیں ہے معاویہ، یزید اور دیگر سلاطین جور کے زمانے میں بھی بلاد کفار فتح ہوئے تھے پھر ان میں اور معاویہ و یزید اور دیگر حکام جور میں کیا فرق رہا؟ اس کے علاوہ صرف شہروں کو فتح کرنا شاہ صاحب کے دعویٰ کو صحیح ثابت نہیں کرتا کیونکہ (بخاری، مسلم وغیرہ کے بقول) رسولؐ خدا نے فرمایا: ''**ان اللہ یؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر**'' خدا اس دین (اسلام) کی فاجر و بدکار سے مدد کرتا ہے۔ نیز آپؐ نے فرمایا: ''**ان اللہ یؤید ھذا الدین باقوام لاخلاق لھم**'' خدا اس دین کی ایسے لوگوں سے مدد کرتا ہے جن کے پاس کوئی خوبی نہیں پائی جاتی۔ آنحضرتؐ ہی نے فرمایا: ''**ان اللہ لیؤید الاسلام برجال ماھم من اھلہ**'' خدا اسلام کی غیر مسلموں سے مدد کرتا ہے۔

عبدالرؤف مناوی اس بارے میں لکھتے ہیں:

''دین سے مراد دین محمدی ہے اس لئے کہ آنے والی روایت میں ہے کہ خدا اس دین کی مرد فاجر و بدکار سے مدد کرتا ہے۔ اور اس کو مسلم کی اس حدیث کی معارض قرار نہیں دے سکتے کہ ''**انا لا نستعین بمشرک**'' ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے کیونکہ اس کا ربط صرف اس وقت سے ہے جب آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا تھا اور اس کے منسوخ ہونے پر دلیل، جنگ حنین میں صفوان بن امیہ مشرک کا حاضر ہونا ہے۔ ابن منیر کا کہنا ہے کہ جب امام و سلطانِ فاجر اسلام کی مدد کرے تو اس کے بارے میں یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ وہ فجور و بدکاری کی وجہ سے دین سے نکال دیا گیا ہے لہٰذا اس کے خلاف خروج بھی کیا جا سکتا ہے اور اسے معزول بھی۔ کیونکہ خدا نے اس کے ذریعہ دین کی مدد کی ہے رہی بدکاری تو اس کا نقصان خود اسی کو ہوگا۔ اس لئے صبر و تحمل سے کام لینا چاہئے اور جس چیز کا شمار گناہ میں نہیں ہوتا اس میں اس کی اطاعت کرنی چاہئے۔ اسی لئے بعض علماء نے ظلم کرنے کے باوجود اس سلطان کے لئے دعا

کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ پیغمبرؐ اسلام نے یہ حدیث ''ان اللہ یؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر '' جب جنگ خیبر میں ایک شخص کو دیکھا جو اپنے کو مسلمان بھی کہہ رہا ہے اور اپنی پوری توانائی سے جنگ بھی کر رہا ہے اس کو دیکھ کر حضرتؐ نے فرمایا تھا: ھذا من اھل النار یہ جہنمی ہے۔ اس شخص نے زخمی ہونے کے بعد شدت درد کی وجہ سے اپنے کو مار ڈالا تھا۔ البتہ ممکن ہے کہ یہاں فاسق سے مراد وہ شخص ہو جو راہ خدا میں جہاد کرتا ہے۔ اس حدیث کی طبرانی نے عمر بن نعمان بن مقرّن مزنی سے روایت کی ہے جس کے بارے میں ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ وہ اور ان کے باپ دونوں ہی صحابی تھے۔ نعمان ۲۱ھ میں نہاوند کی جنگ میں شہید ہوئے تھے، جب ان کے مرنے کی خبر عمر کو ملی تو مسجد میں آکر منبر سے لوگوں کو ان کے مرنے کی خبر سنائی اور پھر رونے لگے۔ مصنف (سیوطی) کے انداز تحریر سے لگتا ہے کہ یہ حدیث نہ صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) میں ہے نہ ہی ان دونوں میں سے کسی ایک میں۔ جب کہ یہ ان کی بھول ہے کیونکہ حافظ عراقی کا کہنا ہے کہ ابو ہریرہ سے مروی اس حدیث: ''ان اللہ تعالیٰ یؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر'' (خدائے متعال اس دین کی شخصِ بدکار سے مدد کرتا ہے) کی صحت پر سب کا اتفاق ہے، بخاری نے اس کی باب ''القدر'' اور باب ''غزوہ خیبر'' میں روایت کی ہے اور مسلم نے اس حدیث کو بڑی تفصیل سے ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے، ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ ہم رسولؐ خدا کے ہمراہ جنگ خیبر میں تھے، حضرتؐ نے ایک شخص کے بارے میں جو اپنے کو مسلمان کہہ رہا تھا فرمایا: یہ جہنمی ہے تھوڑی دیر کے بعد وہی شخص میدان جنگ میں آیا اور بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے زخمی ہو گیا لوگوں نے رسولؐ خدا سے کہا جس کو آپ نے ابھی جہنمی کہا تھا وہ آج بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے مارا گیا، آپ نے پھر فرمایا وہ جہنمی ہے۔ ابھی لوگ کچھ سوچ ہی رہے تھے کہ اتنے میں بتایا گیا کہ وہ مرا نہیں ہے سخت زخمی ہوا ہے۔ جب رات آئی تو وہ زخموں کو برداشت نہ کر پایا اور خود کو قتل کر ڈالا۔ اس کی خبر جب نبی کو دی گئی تو آپ نے تکبیر (اللہ اکبر) کہہ کر اپنے لئے بندۂ خدا اور خدا کے رسول ہونے کی گواہی دی اور بلال کے ذریعے لوگوں کو اکٹھا کر کے فرمایا: جنت میں کوئی داخل نہیں ہوگا سوائے مسلمان کے

اور خدا اس دین کی فاجر و بدکار کے ذریعے مدد کرتا ہے۔ اسی کی ترمذی العلل میں انس کے توسط سے رسولؐ خدا سے روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے بارے میں جب بخاری سے پوچھا گیا تو انھوں نے کہا یہ حدیث حسن ہے اس کو ہم سے محمد بن مثنی نے بیان کیا تھا۔ لہٰذا مصنف (سیوطی) کا اس حدیث کی صرف طبرانی کی طرف نسبت دینا ایک محدث کی شان کے خلاف ہے چہ جائیکہ وہ جو اجتہاد کا مدعی ہو''(۱)

نیز مناوی لکھتے ہیں:

''حدیث ان اللہ تعالیٰ لیؤید بیدہ '' کا مطلب ہے کہ خدا خود مدد کرتا ہے۔ اس میں لفظ ''ید'' مبالغہ کے لئے آیا ہے، یؤید الاسلام برجال ماھم من اھلہ یعنی اسلام کی ایسے لوگوں کے ذریعے مدد کرتا ہے جن کا دین سے ربط نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ کافر و منافق فاجر و بدکار ہیں۔ خدا کا یہ نظام ازل سے رہا ہے تا کہ قوی کو ضعیف پر ظلم کرنے سے روک سکے۔ اس میں حضرتؐ کی مراد وہ افراد بھی ہو سکتے ہیں جو آپ کے زمانہ حیات میں موجود تھے مگر یہ بھی احتمال ہے کہ آپ آنے والے زمانہ کے بارے میں خبر دے رہے تھے اس صورت میں یہ حدیث معجزہ کہلائے گی کیونکہ اس میں غیب کی ایسی خبر دی گئی جس نے بعد میں عملی جامہ پہن لیا بعض نے اسی احتمال کو صحیح مانا ہے۔ طبرانی نے اس حدیث کو ابن عمرو بن عاص سے بھی نقل کیا ہے مگر ھیثمی کے بقول اُس میں عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم ہے جو ضعیف راوی ہے مگر اس حدیث میں کذب کا دخل نہیں ہے''(۲)

محمد بن یوسف شامی لکھتے ہیں:

''محمد بن عمر کا بیان ہے کہ جنگ حنین میں کچھ لوگوں نے رسولؐ خدا سے کہا کہ حنین میں ایک شخص ہے جو گھمسان کی لڑائی لڑتے ہوئے زخمی ہو گیا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا: وہ جہنمی ہے۔ اس جواب سے لوگ شک و شبہے میں پڑ گئے اور بعض کے دل میں تو ایسی باتیں آنے لگیں

۱۔ فیض القدیر، ج۲، ص۲۵۹، شرح حدیث ۱۷۹۰۔
۲۔ فیض القدیر، ج۲، ص۲۵۹، شرح حدیث ۱۷۹۰۔

جن سے خدا ہی بہتر طور سے واقف ہے۔ جب وہ درد کو برداشت نہ کرسکا تو اپنے ترکش سے تیر نکال کر خود کو مار ڈالا۔ اس کی اس حرکت کو دیکھ کر نبیؐ نے بلال کے ذریعے لوگوں کو جمع کروایا اور پھر فرمایا: سوائے مومن کے کوئی جنت میں نہیں جائے گا اور خدا اس دین کی فاجر و بدکار کے ذریعے مدد کرتا ہے"۔(۱)

ابن حزم لکھتے ہیں:

"رسول خداؐ نے فرمایا ہے **انه ینصر هذا الدین بقوم لاخلاق لهم** یعنی خدا اس دین کی ایسے لوگوں سے مدد کرتا ہے جن کے پاس بالکل اچھائی نہیں ہوتی۔ اسی طرح عبداللہ بن ربیع نے محمد بن معاویہ سے انھوں نے احمد بن شعیب سے انھوں نے عمران بن بکار بن راشد ابو ایمان سے انھوں نے شعیب سے انھوں نے ابن ابی حمزہ سے انھوں نے زہری سے انھوں نے سعید بن مسیب سے اور انھوں نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: **ان الله یؤید هذا الدین بالرجل الفاجر** یعنی خدا اس دین کی بدکار آدمی سے مدد کرتا ہے۔

نیز عبداللہ بن ربیع نے محمد بن معاویہ سے بیان کیا انھوں نے احمد بن شعیب سے انھوں نے محمد بن سہل بن عسکر سے انھوں نے عبدالرزاق سے انھوں نے رباح بن زید سے انھوں نے معمر بن راشد سے انھوں نے سختیانی سے انھوں نے ابوقلابہ سے اور انھوں نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: "**ان اللّٰہ لیؤید هذا الدین باقوام لاخلاق لهم**"، یعنی خدا اس دین کی ایسے لوگوں سے مدد کرتا ہے جن کے پاس کوئی بھی اچھائی نہیں پائی جاتی"(۲)

غزالی لکھتے ہیں:

"اگر کوئی کہے کہ مناظرہ میں فائدہ ہے اور وہ یہ کہ اس سے کسب علم کا شوق پیدا ہوتا ہے کیونکہ اگر جب ریاست نہ ہو تو علم نابود ہو جائے تو میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ یہ بات ایک

۱۔ سبل الهدیٰ والرشاد، ج۵، ص۴۸۹۔

۲۔ المحلی، ج۱۱، ص۳۵۶، مسئلہ ۲۱۶۲، ط دار الفکر بیروت۔

لحاظ سے درست تو ہے لیکن مفید نہیں ہے اس لئے کہ اگر بچوں سے گیند اور چڑیوں سے کھیلنے جیسے کھیل کا وعدہ نہ کیا جائے تو ان میں مدرسہ جانے کا شوق پیدا نہ ہوگا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ رغبت اچھی چیز ہے۔ اور یہ کہ اگر حبّ ریاست نہ ہوتا تو علم نابود ہو جاتا یہ اس بات کی علامت نہیں ہے کہ ریاست طلب شخص، لوگوں کو فتنوں سے نجات دلائے گا بلکہ وہ ان لوگوں میں ہے جن کے بارے میں رسول خداؐ نے فرمایا ہے: "**ان اللّٰہ تعالیٰ یؤید هذا الدین باقوام لاخلاق لهم** یعنی خدائے متعال اس دین کی ایسے افراد سے مدد کرتا ہے جن میں ذرہ برابر بھلائی نہیں پائی جاتی۔ نیز فرمایا: **ان اللّٰہ تعالیٰ یؤید هذا الدین بالرجل الفاجر**۔ یعنی خدائے متعال اس دین کی بدکار آدمی سے مدد کرتا ہے۔ لہٰذا ریاست طلب بذات خود تباہ و برباد ہے البتہ ہوسکتا ہے کہ دوسرے اس کی وجہ سے نجات پا جائیں بشرطیکہ وہ انھیں ترک دنیا کی دعوت دے۔ یہ بات ان کے لئے ہے جن کا ظاہر تو علماء سلف جیسا ہے مگر دل میں جاہ طلبی ہوتی ہے۔ ان کی مثال شمع جیسی ہے جو خود تو جلتی ہے مگر دوسروں کو روشنی دیتی ہے گویا دوسروں کو فائدہ اس کی نابودی میں ہوتا ہے۔ اب اگر کوئی دوسروں کو بھی دنیا طلبی کی دعوت دے تو اس کی مثال شعلہ ور آگ جیسی ہے جو خود بھی جلتی ہے اور دوسروں کو بھی جلاتی ہے۔ لہٰذا علماء تین طرح کے ہیں، ۱۔ خود بھی بدبخت ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی بدبخت بناتے ہیں یہ وہ افراد ہیں جو خود تو دنیا طلب ہیں دوسروں کو بھی دنیا طلبی کی دعوت دیتے ہیں، ۲۔ خود بھی خوش بخت ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی خوش بخت بناتے ہیں۔ یہ وہ افراد ہوتے ہیں جو دوسروں کو خدا کی طرف دعوت دیتے ہیں اور خود ظاہری اور باطنی طور پر دنیا سے منھ پھیرے رہتے ہیں۔ ۳۔ خود تو بدبخت ہوتے ہیں مگر دوسروں کو خوش بخت بناتے ہیں اور یہ وہ افراد ہوتے ہیں جو دوسروں کو آخرت کی دعوت دیتے ہیں اور بہ ظاہر خود کو تارک دنیا بھی دکھاتے ہیں مگر دل میں حب دنیا رکھتے ہیں اور اپنے ظاہر سے لوگوں کو اپنے اردگرد جمع کرکے ایک دنیاوی مقام بنانا چاہتے ہیں"(۱)

۱۔ احیاء العلوم، ج۱، ص۴۹، باب۴۔

ان سب کے علاوہ خود شاہ صاحب نے اسی تحفہ کے باب امامت میں حدیث خیبر کے جواب میں جہاں حدیث "ان اللّٰہ یؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر" کی صحت کا اعتراف کیا ہے وہیں لکھا ہے کہ "صرف خیبر کا فتح کرنا علی کے لئے فضیلت کا باعث نہیں بنتا" تو جب خیبر کا فتح کرنا حضرت علیؑ کے لئے باعث فضیلت نہیں ہے تو پھر زمانہ شیخین میں صرف شہروں کا فتح ہونا کیسے ان کے لئے باعث فضیلت بن سکتا ہے؟

واقدی "فتوح الشام" میں لکھتے ہیں:

"حالات سے باخبر ہونے کے لئے ابوبکر روزانہ بیرون مدینہ جاتے تھے کہ ایک دن عبدالرحمٰن بن حمید جمحی وارد مدینہ ہوا اور جیسے ہی اس کے آنے کی خبر پھیلی صحابہ اس کی طرف دوڑے اور اس سے پوچھا تم کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے جواب دیا شام سے آرہا ہوں۔ لوگوں نے اس کے آنے اور مسلمانوں کے فتح کی ابوبکر کو خوش خبری دی۔ ابوبکر نے سجدۂ شکر کے لئے اپنے کو گرادیا۔ اسی وقت عبدالرحمٰن ان کے پاس آیا اور بولا سلام ہو آپ پر اے خلیفۂ رسول، ذرا سر اٹھایئے مسلمانوں نے آپ کو سرخ رو کردیا۔ ابوبکر نے سر اٹھایا اور اس نے ابوعبیدہ کا خط ان کے حوالے کیا، خلیفہ نے آہستہ سے اسے پڑھا مگر جب اس میں اچھی اچھی باتیں نظر آنے لگیں تو زور زور سے پڑھنے لگے یہ خبر پورے مدینہ میں پھیل گئی۔ لوگ مسجد کی طرف دوڑے اور ابوبکر نے تیسری مرتبہ اس خط کو لوگوں کے سامنے پڑھا۔ اہل مدینہ فتح شام اور مال غنیمت پانے کی خبر سن کر شام جانے کا ارادہ بنانے لگے۔ جب اس کی خبر مکہ پہنچی تو وہاں کی بھی بزرگ شخصیتیں مسلح ہو کر مدینہ کی طرف چل پڑیں جن میں ابوسفیان صخر بن حرب اور عیداق بن ہاشم بھی تھے۔ وہ سب کے سب ابوبکر کے پاس گئے اور ان سے شام جانے کی اجازت مانگنے لگے مگر چونکہ عمر بن خطاب ان کے شام جانے کے موافق نہیں تھے اس لئے انھوں نے ابوبکر سے کہا کہ ان لوگوں کے دل تو ہماری طرف سے نفرت و بغض بھرے ہوئے تھے، وہ چاہ رہے تھے کہ اپنی پھونکوں سے شمع الٰہی کو خاموش کردیں مگر خدا تو اسے روشن رکھنے کا ارادہ کر چکا تھا پھر کیسے وہ اس میں کامیاب ہوتے، اس دن ہم کہتے تھے کہ خدا کے سوا کوئی خدا نہیں ہے لیکن یہ

کہتے تھے کہ اس کے ساتھ دوسرے بھی خدا ہیں، مگر اب جب کہ خدا نے ہمارے دین کو عزت بخشی اور ہماری شریعت کی مدد کی تو یہ ڈر کے مارے مسلمان ہوگئے ہیں اور جب انھوں نے سنا کہ مسلمانوں کو رومی سپاہیوں پر فتح مل گئی ہے تو یہ شام جانے کی اجازت مانگ رہے ہیں تاکہ انصار و مہاجرین کے شریک ہوجائیں۔ لیکن بھلائی اسی میں ہے کہ ہم انھیں جانے کی اجازت نہ دیں۔ ابوبکر نے کہا نہ تو میں تمہاری بات کی مخالفت کرسکتا ہوں نہ ہی تمہارے حکم سے سرپیچی کرسکتا ہوں۔ جیسے ہی عمر کی بات مکیوں تک پہنچی سب کے سب ابوبکر سے ملنے مسجد پہنچے دیکھا ان کے دائیں طرف علی بن ابی طالب اور بائیں طرف عمر بن خطاب ہیں اور چاروں طرف مسلمان بیٹھے ہوئے فتح شام کے بارے میں گفتگو کررہے ہیں۔ قریش نے ابوبکر کے سامنے بیٹھ کر اپنی بات دہرائی، سب سے پہلے ابوسفیان نے عمر بن خطاب کو مخاطب کر کے کہا: اے عمر زمانہ جاہلیت میں ہم تمہارے دشمن تھے، تم بھی سختی سے پیش آتے تھے اور ہم بھی سختی سے پیش آتے تھے مگر جب خدا نے ہماری اسلام کی طرف راہنمائی کی تو جو بھی تمہارے خلاف میرے دل میں تھا سب ختم ہوگیا، کیونکہ ایمان، شرک و بغض و حسد کو نابود کردیتا ہے مگر تم اب بھی ہم سے دشمنی کرتے ہو، کیا ہم تمہارے دینی اور نسبی بھائی نہیں ہیں؟ پھر یہ دشمنی کیسی ہے؟ تم اپنے دل کو بغض و دشمنی سے پاک کرو، تم یقیناً ایمان و جہاد میں ہم سے افضل و اسبق ہو۔ یہ سن کر عمر بن خطاب چپ ہوگئے اور ان کے چہرے سے ندامت کے پسینے ٹپکنے لگے، تھوڑی دیر کے بعد بولے خدا کی قسم میرے بولنے کا مقصد شرک کو نابود اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کرنا تھا کیونکہ تم میں اب بھی جاہلی تعصب پایا جاتا ہے اور اپنے قوم و قبیلہ کی وجہ سے تم سابق الاسلام والوں کے سامنے سربلند کرو گے، یہ سن کر ابوسفیان نے کہا میں تمہیں اور خلیفہ رسول کو گواہ بنا کر کہہ رہا ہوں کہ خود کو راہ خدا کے لئے وقف کردیا ہے، یہی بات دوسرے افراد نے بھی کہی تب عمر بن خطاب ان سے راضی ہوگئے اور ابوبکر نے کہا معبود انھیں بہترین اجر دے اور انھیں ان کے دشمنوں پر فتح عطا کر"(۱)

۱۔ فتوح الشام، ج۱، ص۶۱۔

ان عبارتوں کی روشنی میں جب اکابر اہل مکہ کے (جن کے مسلمان اور صحابی ہونے کا خود حضرت عمر نے اعتراف کیا ہے) جہاد پر جانے کو خلیفہ وقت نے پسند نہیں کیا تو پھر کس طرح ان کی فتوحات کو اہل حق (شیعہ) صحیح سمجھیں گے۔ یہ تھا جہادِ شیخین سے متعلق اظہار خیال کا جواب۔

رہی شیخین کے ترویج احکام شریعت اور اصلاح امورامت والی بات تو اس سے ہٹ کر کہ انھوں نے خلیفۂ سوم کا ذکر نہ کر کے ان کے ماننے والوں کو شکایت کا موقع دیا، حضرت علیؑ سے ترویج احکام شریعت والی فضیلت کو بھی سلب کر لیا اور جن (شیخین) میں یہ فضیلت نہیں تھی ان کی طرف نسبت دے دی۔ کیونکہ ترویج احکام شریعت اور اصلاح امور ملت، مسائل واحکام کے جاننے پر موقوف ہیں اور جو کوئی ''تشئید المطاعن'' جیسی کتابوں کا مطالعہ کرے گا اس کو معلوم ہو جائے گا کہ شیخین ان چیزوں سے محروم تھے اس لئے وہ، خاص طور سے خلیفہ دوم سخت مسائل اور مشکل قضایا میں حضرت علیؑ کی طرف رجوع کرتے تھے اور حضرت عمر کبھی کہتے تھے: ''**لو لا علی لهلک عمر** ''(۱) (اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا) تو کبھی کہتے تھے: ''**قضية ولا ابا حسن لها** ''(۲) (خدا نہ کرے کہ کوئی قضیہ پیش آئے جس کو حل کرنے کے لئے ابوالحسن (علیؑ) نہ ہوں) اور کبھی کہتے تھے: ''**اعوذ بالله من معضلة ليس لها ابو الحسن** ''(۳) (میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں ایسے سخت کاموں سے جن کو آسان بنانے کے لئے ابوالحسن (علیؑ) نہ ہوں) ان بیانات کو دیکھتے ہوئے ترویج احکام شریعت اور اصلاح امورامت کا ربط حضرت علیؑ سے تھا نہ کہ شیخین (ابوبکر وعمر) سے۔

ان کے علاوہ بغیر ایمان کے ترویج احکام شریعت اور اصلاح امور ملت مفید نہیں ہوتے اور چونکہ شیعہ ان کے ایمان کے بارے میں مطمئن نہیں ہیں لہذا ان کو ان کے لئے باعث فضیلت بھی نہیں سمجھتے۔ اس کے علاوہ چونکہ شیخین کو شیعہ غاصب خلافت سمجھتے ہیں لہذا انھوں نے جو کام بھی انجام دیئے ان میں وہ گنہگار تھے

۱۔ الریاض النضرۃ، ج۳، ص۱۶۱، ذکر اختصاصه بانه اکبر الامة علماً و اعظمهم حلما۔ ؛ ذخائر العقبیٰ، ص۸۲، ذکر رجوع ابی بکر و عمر الی قول علی ؛ مناقب خوارزمی، ص۸۱، حدیث۶۵؛ الاربعین فخر رازی، ج۲، ص۳۰۲؛ الدرالمنثور، ج۱، ص۱۸۸، ج۷، ص۳۳۱؛ کنزالعمال، ج۵، ص۱۸۱، حدیث۱۳۵۹۳، ج۶، ص۸۵، حدیث۱۵۳۵۹۔

۲۔ کنزالعمال، ج۵، ص۳۳۰، حدیث۱۳۵۰۴؛ المستدرک علی الصحیحین، ج۱، ص۶۲۸، حدیث۱۶۸۲۔

۳۔ الریاض النضرۃ، ج۳، ص۱۶۱، ذکر اختصاصه بانه اکبر الامة علماً و اعظمهم حلما. نور الابصار، ص۱۶۱۔

خواہ جہاد تھا یا کوئی اور عمل۔ ان کی مثال ان غاصبوں جیسی ہے جو لوگوں کا مال غصب کر کے مسجد یا مدرسہ بنائے یا غریبوں کی مدد کرے کہ ایسا کرنے والا مستحق عقاب پروردگار ہوتا ہے نہ کہ مستحق ثواب وثنا۔

ملک العلماء دولت آبادی ''ہدایۃ السعداء'' میں لکھتے ہیں:

''امام شعبی (تابعین کے اجلہ علماء میں تھے) سے پوچھا گیا کہ یزید کے ماننے والے نماز پڑھتے ہیں اور محمد مصطفیؐ پر درود بھیجتے ہیں، اسی طرح بیان کیا جاتا ہے کہ بنی امیہ میں سے کسی نے سنا کہ ایک شخص آنحضرت کی داڑھی کا بال لے کر آرہا یہ سنتے ہی وہ مروانی ننگے پیر دوڑا اور جس صندوق میں وہ بال تھا اسے اپنے سر پر اٹھا کر شہر میں لایا اور سات دن تک خوشی میں ڈھول بجاتا رہا۔ ان کے ایمان کے بارے میں آپ (امام شعبی) کی کیا رائے ہیں؟ امام شعبی نے جواب دیا ایک شخص حضرت کی جوتی اپنے سر پر رکھے مگر (معاذ اللہ) قرآن کا جوتا بنا کر پہنے اور سُم خرِعیسیٰ کو زر وجواہر سے مزین کر کے گردن میں لٹکائے مگر مادر عیسیٰ پر (العیاذ باللہ) تہمت لگائے تو جو حکم اس شخص پر لگے گا وہی اس مروانی پر بھی لگے گا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بعض لوگ تھے جو نماز تو پڑھتے تھے مگر بغل میں بت بھی چھپائے رہتے تھے ایسوں کی نماز، نماز نہیں تھی''۔

امام شعبی کے بیان سے معلوم ہوا کہ جو یزیدی نماز پڑھتے تھے اور پیغمبر اسلام پر درود بھیجتے تھے اسی طرح وہ مروانی جو آنحضرت کی داڑھی کے بال لینے کے لئے ننگے پیر دوڑا اور جس صندوق میں وہ بال تھا اس کو اپنے سر پر اٹھا کر شہر میں لایا اور سات دن تک ڈھول بجا کر خوشی مناتا رہا ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جو آنحضرت کی جوتیوں کو تو سر پر رکھے ہوا ہے مگر (معاذ اللہ) قرآن کا جوتا بنا کر پہنے ہوا ہے یا اس شخص کے مانند ہے جو سُم خرِ عیسیٰ کو زر وجواہر سے مزین کر کے گردن میں تو لٹکائے ہوا ہے مگر مادر عیسیٰ کی طرف (العیاذ باللہ) غلط باتوں کی نسبت دے رہا ہے یا ان افراد جیسا ہے جو زمانہ پیغمبر میں نماز تو پڑھتے تھے مگر بغلوں اور آستینوں میں بت بھی چھپائے رہتے تھے کہ وہ حقیقت میں نماز ہی نہیں تھی۔ حضرات اہلسنت شیخین کے درود وقیام وقعود ورکوع وسجود اور ترویج احکام اور اصلاح امور ملت کے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں ان کی مثال بھی مذکورہ مثالوں جیسی ہے۔

محدث دہلوی: تعلیم طریقت، مقامات سالکین کی راہنمائی، پاکیزگی نفس اور زہد دنیا کی ترغیب وتشویق جیسے امور اولیاء سے متعلق حدیثیں سب سے زیادہ حضرت امیر (علیؑ) سے مروی ہیں۔

میر حامد حسین: مذکورہ بیان کو شاہ صاحب (محدث دہلوی) نے صوفیوں سے تو نقل کیا مگر ان کو صوفیوں کے نام سے ذکر کرنے کے بجائے حضرت علیؑ سے مروی کے عنوان سے بیان کیا۔ ایسا دو وجھوں سے کیا۔ ایک شیخین سے محبت کی وجہ سے اس لئے کہ اس کے پہلے انھوں نے لکھا کہ شیخین کمالات نبوت کے حامل تھے جب کہ حضرت علیؑ کمالات ولایت کے اور یہ بات واضح ہے کہ جو کمالات ولایت کا حامل ہوگا اس سے امور اولیاء سے متعلق ہی روایتیں نقل ہوں گی دوسرے اپنے کو اعتراض سے بچانے کی خاطر ایسا کیا۔ کیونکہ ان کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی نے ''قرۃ العینین'' میں مذکورہ باتوں (تعلیم طریقت، پاکیزگی نفس اور زہد دنیا کی ترغیب وتشویق) کی شیخین کی طرف نسبت دی ہے اور انھیں سے شیخین کی افضلیت کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

محدث دہلوی: عقلی لحاظ سے ملکات نفسانیہ (کمالات نبوی) کے صدور سے ان ملکات کے وجود کو ثابت کیا جاتا ہے جن سے ان افعال کا ربط ہوتا ہے۔

میر حامد حسین: یہ اصول درست تو ہے مگر یہ اس وقت مفید ثابت ہوگا جب شیخین سے ان افعال کے انجام دینے کو بیان کیا جائے اور مصداق کے ذریعے ثابت کیا جائے کہ انھوں نے انھیں عملی جامہ پہنایا تھا ورنہ مصداق کے بغیر صرف قاعدہ واصول کو بیان کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

محدث دہلوی: مثلاً ایک شخص جنگ کے ہر میدان میں ثابت قدم رہ کر اور دشمن کے سامنے تلوار کے جوہر دکھا کر اس کو شکست دے تو یہ اس کی شجاعت وبہادری کی علامت مانی جائے گی۔

میر حامد حسین: جنگوں میں ثابت قدم رہ کر اور دشمن کے سامنے تلوار کے جوہر دکھا کر اس کو شکست دینے کی شیخین کیا خلفاء ثلاثہ کے یہاں کوئی مثال نہیں ملتی اور جب شجاعت کا کوئی کارنامہ ان کے یہاں نظر نہ آئے تو پھر کس طرح ان میں ملکۂ شجاعت کے وجود کے بارے میں سوچا جاسکتا ہے؟ بلکہ اس کے برعکس جنگوں سے ان کے فرار زبان زد خاص وعام تھے لہٰذا حیا کا تقاضا تو یہ تھا کہ شاہ صاحب ان کے بارے میں شجاعت وبہادری کی بات نہ چھیڑتے۔

محدث دہلوی: حب وبغض اور خوف ورجا جیسے دیگر امور باطنی کو انھیں راہوں سے جانا جاسکتا ہے۔

میر حامد حسین: اسی اصول کی روشنی میں خلافت کا چھیننا، فدک کا زبردستی لینا اور خمس سے ذوی القربیٰ کے حق کو ختم کر دینا جہاں خلفاء ثلاثہ کا اہلبیتؑ سے دشمنی کرنے کا ثبوت ہیں وہیں عقاب خدا کے خوف کے فقدان، رجاء سے دوری اور جاہ طلبی وحب ریاست کی بھی علامت ہیں۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہاں تو شاہ صاحب نے کہا کہ انسان کے اعمال وافعال سے اس کے باطن کو سمجھا جاتا ہے اور میدان جنگ میں کسی کے ثبات قدم اور دشمن کے سامنے تلوار کے جوہر دکھانے سے اس کے اندر شجاعت کے جوہر کا پتہ لگایا جاتا ہے مگر انھوں نے اسی کتاب (تحفۂ اثنا عشریہ) کے باب مطاعن میں لکھا کہ قصد وارادہ کا ربط قلب (امور باطن) سے ہے جس سے سوائے خدا کے کوئی آگاہ نہیں ہوسکتا۔ وہ تحفہ کے باب مطاعن عمر کے طعن دوم میں لکھتے ہیں:

> ''بیان کیا جاتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے خانۂ حضرت سیدۃ النساء (فاطمہؑ) کو جلایا اور ان معصومہ کے پہلو پر اپنی تلوار سے ایسا مارا جس سے حمل ساقط ہوگیا۔ مگر یہ بات غلط اور بہتان و افتراء ہے اسی لئے اکثر امامیہ اس کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ گھر کو جلانے کا ارادہ تو کیا تھا مگر جلایا نہیں تھا اور قصد وارادہ قلبی امور میں سے ہے جن سے سوائے خدا کے کوئی آگاہ نہیں ہوتا۔
>
> لیکن اگر قصد وارادہ سے مراد زبانی دھمکی تھی جس میں آپ (حضرت عمر) نے کہا تھا کہ میں گھر جلا دوں گا تو یہ دھمکی ان لوگوں کو دی گئی تھی جو حضرت زہراؑ کے گھر میں پناہ لئے ہوئے تھے اور فتنہ وفساد برپا کر کے خلیفۂ اول کے تخت خلافت کو پلٹنا چاہ رہے تھے'' ارادہ سے متعلق ایسی ہی بات شاہ صاحب نے طعن ششم میں بھی کہی ہے۔

محدث دہلوی: انھیں راہوں سے باطنی کمالات کو بھی جانا جاسکتا ہے اور تشخیص دی جاسکتی ہے کہ ایک شخص میں کمالات انبیاء پائے جا رہے ہیں یا کمالات اولیاء۔

میر حامد حسین: شاہ صاحب کی یہ بات اس بات سے سازگار نہیں ہے جسے بے شمار جگہوں پر کہی ہے اور وہ یہ کہ باطنی امور سے سوائے خدا کے کوئی آگاہ نہیں ہے۔

محدث دہلوی: (صفات شیخین اور صفات علیؑ کے درمیان) اسی تفریق کو وہ حدیث بھی بیان کرتی ہے

جسے شیعوں نے بھی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے: "**انک یا علی تقاتل الناس علی تاویل القرآن کما قاتلتهم علی تنزیله**" اے علیؑ تم لوگوں سے تاویل قرآن پر اسی طرح جنگ کرو گے جس طرح میں نے تنزیل قرآن پر ان سے جنگ کی تھی۔

میر حامد حسین: رسولؐ و نفسِ رسول کے درمیان تفرقہ ڈالنے والے شاہ صاحب کے ادعا کے برعکس، یہ حدیث جنگ رسولؐ و جنگ علیؑ کو ایک جیسی ثابت کر رہی ہے، کیونکہ اس میں لوگوں سے علیؑ کے جنگ کرنے کو پیغمبرؐ اسلام کے جنگ کرنے سے تشبیہ دی گئی ہے اور محققین کے بقول تشبیہ مساوات و برابری کو ثابت کرتی ہے بلکہ شاہ صاحب کے بقول کلامِ نبیؐ میں موجود تشبیہ کو ناقص تشبیہ پر حمل کرنا نہایت بد دیانتی ہے لہذا اس حدیث کے مطابق قتالِ (جنگ) علیؑ، قتالِ نبیؐ قرار پایا اور جس طرح نبیؐ سے قتال کفر کا باعث، اسی طرح علیؑ سے قتال بھی کفر کا باعث بنے گا نیز جس طرح آنحضرتؐ کی جنگ پرچم اسلام کو بلند کرنے کے لئے تھی اسی طرح حضرت علیؑ کی جنگ بھی پرچم اسلام کو بلند کرنے والی کہلائے گی۔ اس لحاظ سے حضرت علیؑ کمالات نبوت کے حامل کہلائیں گے کیونکہ آپ نے وہی کام کئے جنہیں آنحضرتؐ نے انجام دیئے تھے اور آپ کی خلافت کا زمانہ زمانہ پیغمبرؐ کا بقیہ حصہ کہلائے گا۔ اسی وجہ سے فاضل رشید نے "ایضاح" میں اعتراف کیا کہ حضرت امیرالمومنین (علیؑ) نے صرف آئین الٰہی کی سربلندی کی خاطر جنگ کی تھی۔

محدث دہلوی: اسی لئے شیخین (ابوبکر و عمر) کی ساری جنگیں تنزیل قرآن کی اساس پر تھیں۔

میر حامد حسین: شیخین کی جنگیں اس وقت تنزیل قرآن کی اساس پر قرار پائیں گی جب یہ ثابت ہو کہ انھوں نے جنگ بھی کی تھی کیونکہ زمانہ پیغمبرؐ اسلام میں سوائے فرار اور شکست کے کچھ بھی انھیں نصیب نہیں ہوا تھا۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد نہ شیخین نے کوئی جنگ کی نہ ہی خلیفۂ سوم نے، بلکہ کسی جنگ میں شرکت تک نہیں کی۔ البتہ اگر جنگ سے مراد جہاد کے اسباب فراہم کرنا اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب و تشویق دلانا ہے تو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا کیونکہ خدا دین کی فجار و اشرار سے بھی مدد کر سکتا ہے جیسا کہ اس کے پہلے معتبر ترین کتابوں سے یہ حدیثیں نقل کی تھیں کہ: "**ان اللّٰه یؤید هذا الدین بالرجل الفاجر**" "**ان اللّٰه یؤید هذا الدین باقوام لا خلاق لهم**" "**ان اللّٰه لیؤید الاسلام برجال ماهم من اهله**"

اور اگر انھوں نے جنگ کی بھی ہوگی تو وہ نہ تنزیل قرآن کی اساس پر ہوئی ہوگی نہ ہی تاویل قرآن کی اساس پر۔ اس پر دلیل وہ حدیث ہے، جس کو نسائی و حاکم جیسے محدثین نے نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

"**ان منکم من یقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیله**۔ یعنی تم میں ایک شخص ہے جو تاویل قرآن پر اسی طرح جنگ کرے گا جس طرح میں نے تنزیل قرآن پر جنگ کی تھی۔ ابوبکر نے پوچھا یا رسول اللہ وہ میں ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا نہیں۔ عمر نے پوچھا یا رسولؐ اللہ کیا وہ میں ہوں ان کو بھی جواب دیا نہیں تم نہیں ہو، **ولکن خاصف النعل** یعنی وہ، وہ ہے جو اس وقت جوتی ٹانک رہا ہے۔ اس وقت علی، آنحضرتؐ کی جوتی ٹانک رہے تھے"(۱)

اگر شیخین نے جنگ کی ہوتی اور وہ تنزیل یا تاویل کی اساس پر ہوتی تو آنحضرتؐ ہرگز (ابوبکر و عمر سے) نہیں فرماتے کہ وہ تم نہیں ہو۔ مگر آپ نے انھیں (شیخین کو) جہاں سب کے سامنے شرمندہ کیا وہیں علی کا نام لے کر انھیں سرخ رو بھی کر دیا۔

محدث دہلوی: گویا شیخین کا زمانہ، زمانہ نبوت کا بقیہ حصہ تھا۔

میر حامد حسین: شاہ صاحب کا لفظ "گویا" کہنا اپنے دعویٰ میں ڈھیلے پڑنے کی علامت ہے کیونکہ اس کے پہلے انھوں نے بڑے اعتماد سے کہا تھا کہ شیخین کمالات نبوت (صفات انبیاء) کے حامل تھے۔ لیکن اگر وہ لفظ "گویا" سے تشبیہ دے کر برابری کو ثابت کرنا چاہتے ہیں تو یہ ان کے نظریہ کے برخلاف ہے کیونکہ انھوں (شاہ صاحب) نے تشبیہ سے مساوات سمجھنے کو نادانی بلکہ غیر ممیز بچے کا خیال کہا ہے۔

شاہ صاحب کے لئے مناسب تو یہ تھا کہ پہلے ثابت کرتے کہ شیخین تنزیل قرآن کی اساس اور آنحضرتؐ کی خوشنودی کے لئے جنگ کئے تھے پھر کہتے کہ ان کا زمانہ، زمانہ پیغمبرؐ اسلام کا بقیہ حصہ تھا کیونکہ یہ بات اگر صرف شہروں کے فتح کرنے کی وجہ سے کہی جا سکتی ہے تو زمانہ معاویہ و یزید اور ان سلاطین جور کا بھی زمانہ، زمانہ نبوت کا بقیہ حصہ کہلائے گا جنھوں نے شہر فتح کئے تھے۔ جب کہ اس کو کوئی بھی نہیں مانے گا، لہذا

۱۔ خصائص نسائی، ص ۱۱۷، حدیث ۱۵۶، ط المکتبۃ العصریہ صیدا بیروت؛ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۳۲، حدیث ۴۶۲۱؛ مسند احمد، ج ۳، ص ۴۳۰، حدیث ۱۰۸۹۶۔

خود شاہ صاحب ہی کی بات غلط ہے۔

محدث دہلوی: زمانہ حضرت امیر (علیؑ) دورۂ ولایت کا آغاز ہے۔

میر حامد حسین: اس بیان سے شاہ صاحب کا مقصد حضرت علیؑ سے کمالات نبوی کا انکار اور شیعوں کو یہ کہہ کر فریب دینا تھا کہ زمانہ خلافتِ امام، زمانہ ولایت و امامت ہے۔ مگر وہ فریب نہیں کھا سکتے کیونکہ وہ کمالات نبوی کو ذات علیؑ میں دیکھتے ہیں۔

محدث دہلوی: اسی لئے بزرگان طریقت اور ارباب معرفت نے آپ (حضرت علیؑ) کے بارے میں لکھا کہ آپ ہی دروِلایت محمدی کے کھولنے والے ہیں اور آپ ہی پر انبیاء کی ولایت مطلقہ ختم ہوئی ہے۔

میر حامد حسین: کئی بزرگ علماء نے جنہیں اہلسنت، شیوخ طریقت اور ارباب معرفت سمجھتے ہیں حضرت علیؑ کے لئے، سارے کمالات نبوت وولایت کو ثابت کیا ہے لہذا آپ کی ذات سے ان اوصاف کا انکار کرنے والا سوائے ناصبی اور دشمن کے کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ اس کے پہلے (روایت عطار نمبر ۲۰ میں) بیان کیا کہ بزرگ صوفی شیخ فریدالدین عطار نیشاپوری نے "مصیبت نامہ" میں جہاں حدیث تشبیہ کو نقل کیا ہے وہیں یہ شعر بھی کہا ہے: جب محمدؐ نے جمال دوست (علیؑ) کو دیکھا تو جو کمالات خود میں تھے وہ سب کے سب اس دوست (علیؑ) میں نظر آگئے۔

سید علی ہمدانی "مشارب الاذواق شرح قصیده میمیه ابن فارض" کے اس شعر: "لها البدر كاس وهي شمش يديرها. هلال و كم يبدوا اذا مزجت نجم" کی شرح میں لکھتے ہیں:

"بدر (چودہویں کا چاند) سے مراد روح محمدی ہے اور ہلال (چاند) سے مراد علی ہیں جو شراب محبت خدا کے پلانے والے اور وصال خدا کے آرزومندوں کو ان کی آرزو کے پوری کرنے والے ہیں۔ کیونکہ وہی ہیں جن کے بارے میں رسول خدا نے فرمایا ہے: انا مدينة العلم و علي بابها (۱) (میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے) اور چونکہ ہلال، بدر سے جدا نہیں ہے بلکہ اسی کا جز ہے لہذا جو بھی سید الانبیاء (محمدؐ) کے پاس تھا وہ سید الاولیاء (علیؑ) کے پاس

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۳۷، حدیث ۴۶۳۷، ۴۶۳۸۔

بھی تھا کیونکہ آنحضرتؐ ہی نے فرمایا ہے: خلقت انا و علي من نور واحد (۱)، علي مني و انا منه (۲) (میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں۔ علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں) اور احکام شرائع مصطفوی اور بلند حقائق مرتضوی کے امتزاج ہی سے بزرگ اولیاء ظاہر ہوئے۔ اسی کی طرف آنحضرتؐ نے یوں اشارہ کیا: انا و انت ابوا هذه الامة (میں اور تم (علی) اس امت کے باپ ہیں) اس لئے کہ آپ (علیؑ) ہی اسرار معارف توحید کے سرچشمہ اور انوار معالم تحقیق کے مطلع تھے اور ماضی و حال و مستقبل میں عرفان کے درجۂ کمال تک پہنچنے میں اہل کشف و شہود کے لئے آپ ہی کے بیانات راہنما تھے، ہیں اور رہیں گے۔ کیونکہ پیغمبر اسلام نے فرمایا ہے: انا المنذر و بک یا علي يهتدي المهتدون (۳) (میں ڈرانے والا ہوں اور اے علی تمہاری ہی وجہ سے ہدایت پانے والے ہدایت پاتے ہیں) اب جب کہ یہ باتیں معلوم ہوگئیں تو یہ جان لینا چاہئے کہ مشکوٰۃ ولایت علی ہی سے حاصل کرکے ہر ولی کے انوار حقائق کی لو پھوٹتی ہے اور امام عادل کے ہوتے ہوئے غیر کی پیروی کرنا بھینگاپن و کورچشمی ہے"۔

لاہیجی نوربخشی "گلشن راز" میں اس شعر: زهر سایه که اول گشت حاصل۔ در اخر شدیکی دیگر مقابل کی شرح میں لکھتے ہیں:

"جب آنحضرتؐ کے خورشید نبوت نے سیر کرنا شروع کیا تو اس کا سایہ ہر طرف نظر آنے لگا، مگر جب وہ خطِ استوا پر پہنچا تو پھر سایہ ختم ہوگیا، اور جب وہ خط استوا سے اترا تو پھر زمانہ ولایت کا رخ کیا کیونکہ ہر نبی کا ایک ولی ہوتا تھا اور جس طرح انبیاء میں حضرت عیسیٰ کے زمانے سے زیادہ کسی نبی کا زمانہ آپ سے نزدیک نہیں تھا جیسا کہ آپ نے خود فرمایا تھا: "انی اولی الناس بعیسی بن مریم فانه لیس بینی و بینه نبی" (۴) یعنی میرا زمانہ عیسیٰ

۱۔ تذکرۃ خواص الامۃ، ص ۴۶، الریاض النضرۃ، ج ۳، ص ۱۲۰، ذکر اختصاص علی بانہ قسم النبی فی نور کان علیہ قبل الخلق۔

۲۔ سنن ترمذی، ج ۵، ص ۵۹۴، حدیث ۳۷۱۹۔ ۳۔ فضائل امیر المومنین، ابن عقدہ کوفی، ص ۱۹۴۔

۴۔ روح البیان، ج ۵، ص ۴۔

بن مریم کے زمانہ سے سب سے زیادہ نزدیک ہے کیونکہ میرے اوران کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے،اسی طرح آپ سے اولیاء میں سب سے زیادہ قریبی زمانہ حضرت علیؑ کا زمانہ تھا۔ بلکہ آنحضرتؐ کے سپرولایت کی ابتداء حضرت علی مرتضیٰ علی علیہ السلام سے ہوئی،اسی لئے آپ نے فرمایا تھا:"ان علیا منی و انا منه و هو ولی کل مومن "(۱)(علی مجھ سے ہےاور میں اس سے ہوں۔اوروہ ہرمومن کاولی ہے)"لکل نبی وصی ووارث و ان علیا وصیی ووارثی "(۲)(ہر نبی کاایک وصی ووارث ہوتا تھااورعلی میراوصی ووارث ہے)"انا اقاتل علی تنزیل القرآن و علی یقاتل علی تاویل القرآن "(۳)(میں نے تنزیل قرآن پر جنگ کی اورعلیؑ تاویل قرآن پر جنگ کرے گا) آپؐ نے ابوبکر سے فرمایا تھا:"کفی و کف علی فی العدل سواء " (۴)(عدالت میں میں اورعلی برابر ہیں)"انا مدینة العلم و علی بابها فمن اراد العلم فلیات الباب"(۵)(میں شہر علم ہوں اورعلی اس کادروازہ ہے جوشخص علم چاہتا ہے وہ دروازہ سے آئے)"انا و علی من شجرة واحده و الناس من اشجار شتی "(۶)میں اورعلی ایک درخت سے ہیں اور سارےلوگ مختلف درختوں سے ہیں)"قسمت الحکمة عشر اجزاء فاعطیٰ علی تسعة والناس جز واحد"(۷)حکمت دس حصوں میں تقسیم کی گئی ان میں نو حصے علی کو ملے اور بقیہ ایک میں سارے لوگ شریک ہیں)

۱۔سنن ترمذی،ج۵،ص۵۹۰،حدیث۳۷۱۲،خصائص نسائی،ص۱۰۶،حدیث۱۳۸،کنوزالحقائق،ج۱،ص۷۱۔

۲۔الریاض النضرۃ،ج۳،ص۱۳۸،ذکراختصاصہ بالولایۃ والارث،کنوزالحقائق،ج۲،ص۹۶۔

۳۔الاصابۃ،ج۱،ص۲۵،نمبر۵۹،کنزالعمال،ج۱۱،ص۶۱۳،حدیث۳۲۹۶۸۔

۴۔مناقب ابن مغازلی،حدیث۱۷۰

۵۔المستدرک علی الصحیحین،ج۳،ص۱۳۷،حدیث۴۶۳۷،۴۶۳۸،کنوزالحقائق،ج۱،ص۸۰۔

۶۔المستدرک علی الصحیحین،ج۲،ص۲۶۳،حدیث۲۹۴۹،کنزالعمال،ج۱۱،ص۶۰۸،حدیث۳۲۹۴۳۔

۷۔حلیۃ الاولیاء،ج۱،ص۶۴،نمبر۴۔

"لما اسری بی لیلة المعراج فاجتمع علّی الانبیاء فی السماء فاوحی اللّٰه تعالیٰ الّی سل هم یا محمد، علی ماذابعثتم ،فقالوا بعثنا علی شهادة ان لا اله الا اللّٰه و علی الاقرار بنبوتک و الولایة لعلی بن ابی طالب " (۱)

(جب میں شب معراج آسمان پر پہنچااورانبیاء میرے پاس جمع ہوئے تو خدانے مجھ پر وحی نازل کی کہ اے محمدؐ تم ان سے پوچھو کہ کس بنیاد پر تم مبعوث کئے گئے تھے۔انھوں نے جواب دیا خدا کی وحدانیت کے اعتراف اورآپ کی نبوت اورعلی بن ابی طالب کی ولایت کے اقرار پر مبعوث کئے گئے تھے۔علی کے آغاز ولایت پر دلیل یہ ہے کہ سارے اولیاء الٰہی کی بازگشت آپ کی طرف ہوتی ہے اورآپ کے توسط سے وہ رسالتمآبؐ سے متصل ہوتے ہیں۔لہذا مرتضیٰ علی علیہ السلام،عیسیٰ علیہ السلام کے مقابل قرار پائے۔اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جس طرح انبیاء کے درمیان سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے کسی اورکی الوہیت کے لوگ قائل نہ ہوئے اسی طرح اولیاء کے درمیان سوائے علی کے کسی اورکی الوہیت کے لوگ قائل نہ ہوئے۔اورقرآن کے مطابق جس طرح عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا:وانبئکم بما تاکلون و ما تدخرون فی بیوتکم " (میں تمھیں بتاسکتا ہوں کہ تم نے کیا کھایااور گھروں میں کیا جمع کررکھا ہے)اسی طرح معتبر روایت کے مطابق (علیؑ) مرتضیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ تمہارے بارے میں آنحضرتؐ سے پھرجانے کاڈر نہ ہوتا تو بتادیتا کہ تم نے کیا کھایااورکیاذخیرہ کررکھا ہے۔اسی طرح سارے اولیاء کا آپ سے مقائسہ کرو"۔

محدث دہلوی: اسی وجہ سے اولیاء خدا کے سارے فرقوں کا سلسلہ آپ (حضرت علیؑ) پر ختم ہوتا ہے۔

میر حامد حسین: کمالات نبوت کوشیخین سے مخصوص کرنے کے بعد شاہ صاحب کا حضرت علیؑ کے بارے میں مذکورہ اعتراف کا مقصد گرچہ آپ سے کمالات نبوت کوسلب کرنا تھا،مگراس اعتراف نے ثابت کردیا کہ خلفاء ثلاثہ کمالات حقیقی وصلاحیت اقتداء سے دوراورمقام امامت وولایت سے محروم تھے جو بالاترین مقام تھا جیسا کہ شاہ صاحب تحفہ اثنا عشریہ کے دوسرے باب میں کید۸۵ میں لکھتے ہیں:

۱۔توضیح الدلائل،ص۳۲۱(قلمی)۔

"شیعہ، اہلسنت پر اعتراض کرتے ہیں کہ وہ مذہب ابوحنیفہ، مذہب شافعی، مذہب مالک اور مذہب احمد کو تو اختیار کرتے ہیں مگر مذہب ائمہ (اہلبیتؑ) کو اختیار نہیں کرتے۔ درجہ ذیل وجوہات کی بناء پر مذہب ائمہ پیروی کے لئے زیادہ سزاوار ہے:

۱۔ یہ افراد (ائمہ معصومینؑ) رسولؐ خدا کے پارۂ جگر ہیں اور آپ کے گھر میں پرورش پائے ہیں اور احکام شرع کو بچپن سے سیکھا ہے اور مثل مشہور ہے کہ گھر والا گھر کی بات کو سب سے اچھی طرح جانتا ہے۔

۲۔ اس حدیث صحیح میں جو اہلسنت کی نظر میں بھی معتبر ہے اس میں ان کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا: **انی تارک فیکم الثقلین ان تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی کتاب الله و عترتی اهل بیتی** (میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم ان سے وابستہ رہے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتے۔ اور وہ کتاب خدا اور میری عترت و اہلبیت ہیں) نیز آپؐ نے فرمایا: **مثل اهل بیتی فیکم کمثل سفینة نوح، من رکبها نجا و من تخلف عنها غرق** (تم میں میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی غرق ہوا)۔

۳۔ ائمہ کی بزرگی اور ان کے علم و تقویٰ و عبادت و زہد پر شیعہ و سنی سب کا اتفاق ہے جب کہ ان کے علاوہ دوسرے ایسے نہیں ہیں اور جن کے اوصاف حمیدہ کو سبھی تسلیم کرتے ہوں وہ پیروی کے لئے ان افراد سے زیادہ شائستہ ہے جن پر سب متفق نہ ہوں۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ امام، نائب نبی ہوتا ہے اور نائب نبی صاحب شریعت ہوتا ہے نہ صاحب مذہب اس لئے کہ مذہب اس راہ کو کہتے ہیں جس کو صاحب مذہب فہم شریعت کے لئے اپنی عقل سے کچھ قواعد بناتا ہے اور ان کے مطابق منابع و مآخذ سے مسائل شرعیہ کا استنباط کرتا ہے مگر کبھی صحیح نتیجے تک پہنچتا ہے اور کبھی غلط نتیجے تک۔ لیکن چونکہ امام خطاؤں سے پاک اور معصوم ہوتا ہے اور وہ نبی کا حکم رکھتا ہے اس لئے اس کی طرف مذہب کی نسبت دینا معقول بات نہیں ہے۔ اسی لئے خدا و جبرئیل و فرشتوں اور انبیاء کی طرف مذہب کی نسبت دینا نہایت بے عقلی ہے

بلکہ اہلسنت، فقہاء صحابہ کو بھی جو ان کے نزدیک یقیناً ابوحنیفہ اور شافعی سے افضل ہیں صاحب مذہب نہیں سمجھتے (اس کے بعد لکھتے ہیں) حقیقت یہ ہے کہ امام کی ذمہ داری دنیا کی اصلاح کرنا اور اس سے فساد کا دور کرنا ہے اسی لئے وہ فنون میں کمی کو برطرف کرتا ہے اور جو کام صحیح ہوتے ہیں انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہے لہذا حضرات ائمہ نے اپنے زمانے میں مقدسات سلوک و طریقت کی بنیاد رکھی اور شریعت کی ذمہ داری اپنے خاص صحابیوں کے سپرد کردی اور خود عبادت و ریاضت، تزکیہ نفس، نماز و اذکار و ادعیہ، تہذیب اخلاق و تعلیم اسرار سلوک اور کلام اللہ و کلام رسول کے معارف کو حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے اور اس کی خاطر گوشہ نشینی اختیار کی"(۱)

شاہ صاحب کی مذکورہ عبارتوں سے درجہ ذیل مطالب سامنے آئے:

۱۔ حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام کے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت کا حامل مقدمہ سلوک و طریقت تھا جس پر خود عمل کرتے تھے اور مقدمہ شریعت کی ذمہ داری اپنے خاص اصحاب کو سونپ دی تھی، تو جب مقدمہ سلوک سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے تو وہی ارجح و افضل ہوگا اور شاہ صاحب کے بقول چونکہ یہ چیز ائمہ معصومینؑ سے مخصوص تھی لہذا وہی سب سے افضل ہوں گے۔

۲۔ شاہ صاحب نے ائمہ اطہارؑ کی عصمت کا اس طرح اعتراف کیا ہے کہ امام، معصوم ہوتا ہے اور اس سے خطائیں نہیں ہوتیں اور وہ نبی کے حکم میں ہوتا ہے۔ تو جب ائمہ، معصوم اور حکم نبی میں ہوئے تو پھر آنحضرت کی خلافت کے لئے کسی اور کا انتخاب کرنا اور ائمہ پر دوسروں کو مقدم کرنا قبیح عمل کہلائے گا۔

۳۔ شاہ صاحب نے اپنی تفسیر میں آیہ: "**و حملنا کم فی الجاریه**" (الحاقہ/۱۱) کی تفسیر میں لکھا ہے کہ: "اہلبیتؑ عصمت و حفظ و مردانگی و جوانمردی میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر تھے کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا: "**مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبها نجیٰ و من تخلف عنها غرق**" (تم میں میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی غرق ہوا) تو جس طرح کشتی نوح آپ کی عملی کمال تھی حضرات اہلبیتؑ کو بھی

۱۔ تحفہ اثنا عشریہ، ص۲۷۔

خدا نے خاتم المرسلین کا عملی کمال بنایا تھا اور عملی کمال بغیر عصمت وحفظ ومردانگی وجوانمردی کے ممکن نہیں ہے لہٰذا وہ خصوصیات نبی کے مظہر کامل تھے۔ اسی لئے یہ بزرگوار سارے اولیاء خدا کے مرجع تھے اور حبل اللہ سے تمسک کرنے والے اس کشتی نجات پر سوار ہونے پر مجبور تھے"۔

شاہ صاحب (مولف تحفہ) نے تو اہلبیت کو اولیاء خدا کا مرجع قرار دیا مگر ان کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی نے "قرۃ العینین" میں شیخین (ابوبکر وعمر) کو اولیاء خدا کا مرجع لکھا ہے اور کہا ہے کہ ابوبکر ہی پہلے صوفی تھے اور انہی نے طریقہ صوفیہ کو زندہ کیا تھا۔ البتہ شاہ ولی اللہ دہلوی پہلے شخص نہیں ہیں جنھوں نے ذات علیؑ سے علم طریقت وعلم شریعت سے انکار کیا ہے، ان سے پہلے ابن تیمیہ (۱) نے ان سے انکار کیا تھا جس کا مولانا حسن زمان نے "القول المستحسن فی فخر الحسن" میں بڑی تفصیل سے دندان شکن جواب دیا ہے۔

محدث دہلوی: جس طرح ساری ندیوں کا سرچشمہ سمندر ہے اسی طرح سارے فرق اولیاء خدا کا سرچشمہ امیر المومنین (حضرت علیؑ) ہیں۔

میر حامد حسین: شاہ صاحب نے جیسی تشبیہ دی ہے اس سے حضرت علیؑ کی پوری طرح افضلیت ثابت ہوتی ہے انھوں نے ایسا کہہ کر اپنے باپ کی بھی مخالفت کی اور دیگر نواصب کا بھی منہ بند کر دیا۔

محدث دہلوی: اسی طرح سارے فقہائے شریعت اور مجتہدین ملت کی شاگردی کا سلسلہ شیخین اور ان کے تابعین عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور عبداللہ بن عمر تک پہنچتا ہے۔

میر حامد حسین: حضرت علیؑ کو چھوڑ کر مذکورہ افراد تک فقہاء کے سلسلہ تلمذ کو پہنچانے پر شاہ صاحب کے پاس نہ کوئی گواہی ہے نہ کوئی دلیل۔ اگر شاہ صاحب کے دعوے کو صحیح مانیں تو یہ سارے فقہاء ومجتہدین کے اہلبیتؑ پیغمبر سے منحرف ہونے کی علامت ہے، کیونکہ پیغمبر اسلام نے حدیث ثقلین میں جس کی صحت وتواتر پر شیعہ وسنی کا اتفاق ہے فرمایا تھا: "**انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی. احدهما اعظم من الآخر. کتاب الله و عترتی اهل بیتی**" (۲) (میں تم میں

۱۔ منہاج السنۃ، ج۴، ص۱۵۵۔

۲۔ حدیث ثقلین کی بیس سے زیادہ صحابہ سے صحاح ومسانید میں روایت کی گئی ہے۔ عبقات الانوار کی دو ضخیم جلدیں اسی حدیث سے متعلق ہیں اس کی پہلی جلد میں میر حامد حسین نے ۱۸۶ روایتیں مختلف راویوں اور کتابوں سے نقل کر کے اس کے تواتر کو ثابت کیا ہے اور دوسری جلد میں امامت وخلافت علیؑ وآل علیؑ کو عقل ومنطق اور استدلال وبرہان سے ثابت کیا ہے۔ شجاعت

دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک ان دونوں سے وابستہ رہوگے ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتے۔ ان میں ایک دوسرے سے بڑی ہے ایک کتاب خدا اور دوسری میری عترت جو میرے اہلبیتؑ ہیں) اس حدیث میں آنحضرتؐ نے امت کو قرآن وعترت سے وابستہ وتمسک رہنے کا حکم دیا تھا اور ان سے جدائی کی صورت میں گمراہ ہونے سے باخبر کیا تھا۔ شاہ صاحب نے تحفہ میں اس حدیث (ثقلین) کے یہی معنی بتائے ہیں اور دعویٰ کیا ہے کہ صرف اہلسنت قرآن وعترت سے وابستہ ہیں اور بس۔

مگر اہلسنت جن میں خود شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) بھی ہیں اس حکم نبی کی مخالفت کرتے ہیں اور جب بھی افضلیت حضرت علیؑ نظر آتی ہے جو خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے بطلان کی موجب بنتی ہے تو خلفاء ثلاثہ کو ماخذ علوم دین، منابع احکام شریعت متین اور اعلم از ائمہ معصومینؑ قرار دیتے ہیں اور خود کو اتباع شیخین ظاہر کرتے ہیں۔ مگر جب اہلبیتؑ کی پیروی اور ان سے تمسک پر ٹھوس دلیل نظر آ جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ نہ یہ کہ ہم اہلبیتؑ سے متمسک ہیں، خلفاء ثلاثہ بھی ان سے تمسک کرنے والوں میں ہیں۔ گویا نہیں جانتے کہ تمسک واقتداء اور ان پر ظلم کرنے اور ان پر سبقت لے جانے میں کوئی نسبت نہیں ہے۔ ملا نصر اللہ کابلی "الصواقع" میں حدیث ثقلین کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اسی طرح یہ حدیث: **مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح، من تمسک بها نجا و من تخلف عنها هلک** "(میرے اہلبیتؑ کی مثال کشتی نوح کی ہے جو اس سے وابستہ ہوا نجات پایا اور جس نے اس سے روگردانی کی ہلاک ہوا) بھی اس مدعا (خلافت) کو ثابت نہیں کرتی۔ گرچہ اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ کامیابی انھیں کی محبت وولایت اور ان کی ہدایتوں پر موقوف ہے اور ہلاکت ان سے روگردانی کی وجہ سے ہے۔ اسی وجہ سے خلفاء اور صحابہ مشکل مسائل کے حل کے لئے ان (اہلبیتؑ) کی برترین فرد کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اسی لئے ان (اہلبیتؑ) کی ولایت ومحبت واجب اور ان کی ہدایت وراہنمائیاں نبی کی ہدایت وراہنمائیاں تھیں"۔

کابلی کے اعتراف کے مطابق جب خلفاء ثلاثہ مشکلات میں حضرت علیؑ کی طرف رجوع کرتے تھے اور اہلبیتؑ جن میں افضل فرد حضرت علیؑ کی تھی، کی ہدایتوں کی پیروی واجب تھی تو پھر فقہاء کی شاگردی کا سلسلہ

شیخین اور ان کے تو اب تک پہنچانا نہایت حماقت ہے۔ اور جب خلفاء ثلاثہ حل مشکلات کے لئے حضرت علیؑ کی طرف رجوع کرتے تھے اور اہلبیتؑ کی راہنمائیوں کی اطاعت و پیروی واجب اور ان سے روگردانی ہلاکت و گمراہی کا باعث ہے تو اس سے ان کی افضلیت، ان میں کمالات نبوت کا وجود اور صرف انھیں سے اخذ شریعت ثابت ہوتا ہے۔ لہذا جو بات شاہ صاحب نے شیخین کے بارے میں کہی ہے وہ اہلبیتؑ سے مخصوص ہے نہ کسی اور سے۔

محدث دہلوی: اولاد علی میں جو امامت کا سلسلہ رہا اور ان میں کا ہر ایک اپنا وصی بناتا تھا تو وہاں امامت سے مراد ہدایت میں مرکزی کردار اور فیض ولایت کا سرچشمہ (قطبیت و ارشاد) ہے۔

میر حامد حسین: شاہ صاحب کے اس بیان کا مقصد اہلبیتؑ سے اصطلاحی امامت و خلافت کا انکار کرنا تھا، انھوں نے کس بنیاد پر امامت کے وہ معنی بیان کئے جس کا ربط ریاست عباد، حکومت بلاد اور خلافت و وصایت سے نہیں ہے؟ امامت کے غیر اصطلاحی معنی کو میں نے عبقات الانوار مجلد حدیث غدیر میں کئی دلیلوں سے غلط ثابت کیا ہے۔ بلکہ خود شاہ صاحب امامت کے اس غیر اصطلاحی معنی کو تسلیم نہیں کرتے۔

چنانچہ وہ تحفہ اثنا عشریہ کے گیارہویں باب کے تیرہویں تعصب میں لکھتے ہیں:

"ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کہ اہلسنت علی اور آل علی سے بہت زیادہ بغض رکھتے ہیں اسی لئے انھیں ناصبی کہا جاتا ہے جب کہ خود انھوں (ابن شہر آشوب) نے کتب اہلسنت خاص طور سے بیہقی، ابوالشیخ اور دیلمی سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: "لا یومن احد حتی اکون احب الیه من نفسه و یکون عترتی احب الیه من نفسه . و عن ابن عباس قال قال رسول الله احبوا الله لما یغذوکم من نعمه و احبونی لحب الله و احبوا اهل بیتی لحبی" (کوئی شخص ایمان نہیں لاتا مگر یہ کہ میں اور میری عترت اس کو خود اس سے زیادہ محبوب ہوں۔ اور ابن عباس سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: خدا کو اس کی نعمتوں کی وجہ سے دوست رکھو اور مجھ کو محبت خدا کی وجہ سے دوست رکھو اور میرے اہلبیت کو میری وجہ سے دوست رکھو) نیز ایک مشہور روایت ہے کہ سعید بن مسیب کے پاس ایک قریشی بیٹھا تھا کہ اتنے میں (چوتھے امام) علی بن الحسین آگئے۔ ان کو دیکھ کر قریشی نے

پوچھا اے ابوعبداللہ یہ کون ہے؟ سعید نے جواب دیا یہ وہ ہیں جن سے کسی بھی مسلمان کو جاہل نہیں رہنا چاہئے، یہ علی بن الحسین بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں"۔

آپ نے دیکھا کہ شاہ صاحب نے واضح لفظوں میں کہا کہ چوتھے امام علی بن الحسینؑ کی معرفت ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اب اگر امامت کے معنی قطبیت اور ارشاد و ہدایت کے ہوتے تو پھر آپ کی معرفت مسلمانوں کے لئے واجب نہ ہوتی۔ خدا کا شکر کہ ہم نے اپنی بات خود شاہ صاحب کی تحفہ سے ثابت کردی۔

محدث دہلوی: اسی لئے نقل نہیں ہوا ہے کہ ائمہ اطہارؑ نے اس (امامت) کو سب کے لئے ضروری قرار دیا ہو۔

میر حامد حسین: شاہ صاحب نے اعتماد سے نہیں بلکہ بڑے احتیاط سے کہا کہ: "نقل نہیں ہوا ہے" اگر انکار سے ان کی مراد ائمہ اطہارؑ کی روایتیں ہیں یعنی انھوں نے اس کو سب کے لئے ضروری قرار نہیں دیا ہے تو یہ سراسر غلط بات ہے لیکن اگر "نقل نہیں ہوا ہے" سے مراد روایت اہلسنت ہے یعنی سنی روایتوں کے مطابق اس کو ضروری قرار نہیں دیا گیا ہے تو یہ قابل تعجب بات نہیں، اس کے باوجود یہ بات کتب اہلسنت میں بھی موجود ہے بلکہ خود شاہ صاحب (مولف تحفہ) نے اعتراف کیا ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مہدی عباسی سے خلافت کا مطالبہ کیا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے مجموعۂ فتاویٰ (فتاوائے عزیزیہ) میں جس کا نسخہ مولوی عبدالحی خلف عبدالحلیم سہالی لکھنوی کے پاس ہے اور اس کا ایک نسخہ جو بعض فضلاء اہلسنت کے ہاتھ کا لکھا ہے میرے (میر حامد حسین کے) پاس بھی ہے لکھا ہے:

"کتب اہلسنت میں ذکر ہوا ہے کہ ایک مرتبہ مہدی عباسی نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مزاح میں کہا: ہم میں اور آپ میں صرف فدک کی وجہ سے اختلاف ہے لہذا آئیے ہم وہ آپ کو واپس کردیتے ہیں۔ انھوں (امام موسیٰ کاظمؑ) نے کہا اس کی ایک حد سمرقند، دوسری حد افریقہ اور تیسری حد دریائے عدن سے آخر یمن تک ہے۔ اس سے آپ (امام موسیٰ کاظمؑ) کی مراد خلافت تھی یعنی ہم میں اور تم میں خلافت کے درمیان اختلاف ہے نہ کہ صرف فدک پر"۔

محدث دہلوی: بلکہ اپنے چند خاص اصحاب کو اس فیض خاص سے مشرف کیا اور ان کی صلاحیت بھر اس سے متعلق باتیں بیان کیں۔

میر حامد حسین: شاہ صاحب جب اچھی طرح سمجھ گئے کہ امامت سے قطبیت اہلبیتؑ مراد لینا حقیقت سے سازگار نہیں ہے اور دوسری طرف بے شمار حدیثیں انھیں نظر آئیں جو سب کے لئے امامت کے واجب ہونے کو بیان کررہی ہیں تو یہ بات کہہ دی کہ اماموں نے اپنے خاص اصحاب کے لئے امامت کو ضروری قرار دیا تھا دوسروں کو اس پر اعتقاد کی دعوت نہیں دی تھی مگر ان کی یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ جو کوئی بھی محققین کی کتابیں پڑھے گا اسے معلوم ہوگا کہ ائمہ معصومینؑ کو جب بھی موقع ملا انھوں نے قرآن واحادیث کی روشنی میں سارے لوگوں کو اپنی امامت کی طرف دعوت دی تھی۔

محدث دہلوی: لیکن اس ناسمجھ گروہ (شیعہ) نے (اماموں کے) ان تمام اشارات (بیانات) سے ریاست عامہ اور ملک ومال میں تصرف جیسے امور کو سمجھ کر اپنے کو گمراہی کے گڑھے میں گرا رکھا ہے۔

میر حامد حسین: یہ بات تو شاہ صاحب اور ان کے باپ (شاہ ولی اللہ دہلوی) پر صادق آتی ہے کیونکہ اس کے پہلے ان کا بیان نقل کیا ہے کہ امامت ائمہ ریاست عامہ، دوسروں کے امور میں تصرف، احکام حلال وحرام میں اس کی پیروی اور جانشین مطلق نبی کو کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ شاہ صاحب کی تفسیر اور ان کے والد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ اطہار کی امامت سے متعلق حدیثوں کی روایت ہوئی ہے اور ہر ایک نے اپنے بعد والے کو خود منصوب اور اپنا جانشین بنایا تھا اور ان روایتوں میں واضح لفظوں میں امامت کی تصریح ہوئی ہے نہ کہ شاہ صاحب کے بقول اشارہ ہوا ہے۔

شیعوں نے متواتر حدیثوں، مستند روایتوں اور موثق راویوں کے توسط سے ثابت کیا ہے کہ حضرت علیؑ اور آپ کی معصوم اولادیں زمین پر خلفاء خدا اور کائنات پر حجت تھیں اور جنہوں نے آپ پر سبقت کی تھی ان کی خلافت غصبی تھی۔ وہ اپنی بات کی تائید میں اہلسنت کی معتبر کتابوں سے بہت ساری حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں۔

شاہ صاحب کی بات اس کافر جیسی ہے جو کہتا ہے کہ رسالتمآبؐ نے دعوائے نبوت نہیں کیا تھا بلکہ دوسرے سلاطین کی طرح لوگوں پر حکومت کرنے کے مدعی تھے یہ مسلمان تھے جنہوں نے آنحضرتؐ کے ادعا کو ادعائے نبوت سمجھ کر خود کو قعر مذلت میں گرالیا۔

محدث دہلوی: حضرت امیر (حضرت علیؑ) اور ان کی ذریۂ طاہرہ کی ساری امت، پیرو مرشد کی طرح

پرستش کرتی ہے اور امور تکوینیہ کو ان سے مربوط سمجھتی ہے۔

میر حامد حسین: جب ساری امت حضرت علیؑ اور آپ کی ذریۂ طاہرہ کی پرستش کرتی ہے اور امور تکوینیہ کو انھیں سے مربوط سمجھتی ہے تو یہ عقیدہ، خلفاء ثلاثہ سے افضلیت اہلبیتؑ کو ثابت کرتا ہے۔ البتہ ابن تیمیہ اس چیز کو کفر سمجھتے ہیں جس کے مطابق ساری امت از جملہ شاہ صاحب کافر ٹھہریں گے۔

محدث دہلوی: اولیاء اللہ کی طرح ان (ائمہ معصومینؑ) کے لئے بھی فاتحہ، درود اور نذورات ہوتے ہیں۔

میر حامد حسین: شیعہ ایسا صرف ائمہ معصومینؑ کے لئے کرتے ہیں، دوسروں کو ان میں شریک نہیں کرتے کیونکہ مرتبے میں ان کے کوئی شریک نہیں ہے۔

محدث دہلوی: لیکن ان چیزوں میں کوئی بھی شیخین (ابوبکر وعمر) کا نام نہیں لیتا اور فاتحہ، درود، نذر، منت، عرس اور مجلس میں کوئی انھیں شریک نہیں کرتا نہ ہی امور تکوینیہ کو ان سے مربوط سمجھتا ہے۔

میر حامد حسین: شاہ صاحب کے اعتراف کے مطابق امت، شیخین کو اس لائق نہیں سمجھتی کہ مذکورہ چیزوں میں انھیں شریک کرے، نہ ہی اس لائق سمجھتی ہے کہ امور تکوینیہ کو ان سے مربوط جانے۔ گویا وہ ان فضائل سے محروم تھے۔

محدث دہلوی: گرچہ امت ان کے بارے میں بھی ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ جیسے انبیاء کے کمالات وفضیلت کی معتقد ہے۔

میر حامد حسین: جب شاہ صاحب نے تصریح کردی کہ امت کی نظر میں کمالات صرف ائمہ اطہارؑ سے مخصوص ہیں تو پھر ایسی بات کہنے کا مقصد اہلسنت کو خوش کرنے کے سوا کچھ اور نہیں ہوسکتا۔ نیز وہ بھول گئے تھے کہ ان کی بات، شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی کے نظریے کے برخلاف ہے کیونکہ دونوں، کسی کو انبیاء سے تشبیہ دینے کو جائز نہیں سمجھتے تھے پھر شاہ صاحب کا شیخین کو حضرات موسیٰ وعیسیٰ وخلیل سے تشبیہ دینا اور ان کا ان کے کمالات کا مظہر بتانا ایسا دعویٰ ہے جس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

ترجمہ عبقات الانوار حدیث تشبیہ کے چند مآخذ

۱۔احقاق الحق، مؤلف قاضی نور اللہ شوشتری معروف بہ شہید ثالث، چاپ سنگی تہران

۲۔احیاء العلوم، مؤلف امام غزالی، ناشر دار الفکر بیروت

۳۔الاربعین فی اصول الدین، مؤلف امام فخر الدین رازی، ناشر ازہریہ قاہرہ مصر

۴۔اسد الغابہ، مؤلف عز الدین ابن اثیر، ناشر دار الفکر بیروت

۵۔استیعاب بر حاشیہ اصابہ، مؤلف ابن عبد البر، ناشر میمنیہ مصر

۶۔الاصابہ، مؤلف ابن حجر عسقلانی، ناشر میمنیہ مصر

۷۔الانساب، مؤلف عبد الکریم سمعانی، ناشر محمد امین دمج بیروت

۸۔انوار المواهب، مؤلف شہاب الدین احمد قسطلانی، ناشر دار الکتب العلمیہ بیروت

۹۔بلغۃ فی تاریخ ائمۃ اللغۃ، مؤلف مجد الدین فیروزآبادی، ناشر وزارۃ الثقافۃ دمشق

۱۰۔التاج المکلل، مؤلف صدیق حسن خان قنوجی، ناشر مکتبۃ دار السلام ریاض سعودی عرب

۱۱۔توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل، مؤلف شہاب الدین احمد، ناشر مجمع تقریب مذاہب اسلامی تہران

۱۲۔تہذیب الاسماء واللغات، مؤلف امام نووی، ناشر منیریہ مصر

۱۳۔تہذیب التہذیب، مؤلف ابن حجر عسقلانی، ناشر حیدرآباد آفسٹ قاہرہ مصر

۱۴۔جامع الاصول، مؤلف مجد الدین ابن اثیر جزری، ناشر دار احیاء التراث العربی بیروت

۱۵۔جامع المسانید ابو حنیفہ، مؤلف ابو المؤید محمد بن محمود خوارزمی، ناشر دار الکتب العلمیۃ بیروت

۱۶۔الجمع بین رجال الصحیحین، مؤلف محمد بن طاہر مقدسی، ناشر دار الکتب العلمیۃ بیروت

۱۷۔خلاصۃ الاثر، مؤلف محمد محبی، ناشر دار صادر بیروت

۱۸۔الدرر الکامنۃ، مؤلف ابن حجر عسقلانی، ناشر دار احیاء التراث العربی بیروت

۱۹۔دلائل الصدق، مؤلف شیخ محمد حسن مظفر، ناشر مؤسسہ آل البیت قم

۲۰۔ذخائر العقبیٰ، مؤلف محب الدین طبری، ناشر مصر

۲۱۔الریاض النضرۃ، مؤلف محب الدین طبری، ناشر دار الکتب العلمیۃ بیروت

۲۲۔زاد المعاد، مؤلف ابن قیم جوزی، ناشر دار الفکر بیروت

۲۳۔سبل الہدیٰ، مؤلف صالحی شافعی، ناشر وزارۃ اوقاف مصر

۲۴۔السراج المنیر، مؤلف شربینی، ناشر مطبعہ خیریہ مصر

۲۵۔شرح المواهب، مؤلف محمد بن عبد الباقی زرقانی، ناشر ازہریہ مصر

۲۶۔الصحاح، مؤلف اسماعیل جوہری، ناشر دار العلم للملایین بیروت

۲۷۔الصواعق المحرقۃ، مؤلف ابن حجر مکی، ناشر قاہرہ مصر

۲۸۔الضوء اللامع، مؤلف محمد سخاوی، ناشر دار مکتبۃ الحیاۃ بیروت

۲۹۔طبقات الشافعیۃ، مؤلف تقی الدین اسدی، ناشر مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ مصر

۳۰۔طبقات الشافعیۃ، مؤلف تقی الدین بن قاضی شہبہ، ناشر عالم الکتب بیروت

۳۱۔طبقات الشافعیۃ، مؤلف سبکی، ناشر عیسیٰ بابی حلبی مصر

۳۲۔طبقات القراء، مؤلف محمد بن محمد جزری، ناشر دار الکتب العلمیۃ بیروت

۳۳۔طبقات المفسرین، مؤلف حافظ شمس الدین محمد بن علی داؤدی، ناشر مکتبۃ الوهبۃ قاہرہ مصر

۳۴۔غرائب القرآن، مؤلف نظام الدین نیشاپوری، ناشر دار الکتب العلمیۃ بیروت

۳۵۔فتح المغیث، مؤلف محمد سخاوی، ناشر دار الکتب العلمیۃ بیروت

۳۶۔فیض القدیر، مؤلف عبد الرؤف مناوی، ناشر دار الحدیث قاہرہ

۳۷۔الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث، مؤلف ابو الوفا ابراہیم بن محمد، ناشر عالم الکتب، مکتبۃ النہضۃ العربیۃ

۳۸۔کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ، مؤلف ابو الحسن علی بن عیسیٰ اربلی، ناشر مکتبۃ بنی ہاشم تبریز

۳۹۔کفایۃ الطالب، مؤلف حافظ گنجی شافعی، ناشر تہران

۴۰۔القاموس، مؤلف محمد بن یعقوب فیروز آبادی ،ناشر مؤسسہ الرسالۃ بیروت
۴۱۔مرأۃ الجنان، مؤلف عبداللہ بن اسعد یافعی، ناشر دارالکتب العلمیۃ بیروت
۴۲۔مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ،مؤلف ملا علی قاری ،ناشر دارالکتب العلمیہ بیروت
۴۳۔المستدرک علی الصحیحین ،مؤلف حاکم نیشاپوری ،ناشر دارالکتب العلمیۃ بیروت
۴۴۔المعجم المختص ،مؤلف حافظ شمس الدین ذہبی ،ناشر دارالکتب العلمیۃ بیروت
۴۵۔مناقب امیر المومنین ،مؤلف ابوالحسن علی بن محمد معروف بہ ابن مغازلی م ۴۸۳ھ ،ناشر دار مکتبۃ الحیاۃ بیروت
۴۶۔مناقب امام شافعی، مؤلف امام فخر الدین رازی، ناشر ازہریہ قاہرہ
۴۷۔المنتخب من السیاق تاریخ نیشاپور، مؤلف عبدالغافر بن اسماعیل فارسی ،ناشر جامعہ مدرسین قم
۴۸۔المنحول من تعلیقات الاصول، مؤلف محمد غزالی، ناشر دارالفکر دمشق
۴۹۔المیزان الکبریٰ مؤلف عبدالوہاب بن احمد معروف بہ شعرانی، ناشر مصطفیٰ بابی مصر
۵۰۔نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر، مؤلف ابن حجر عسقلانی، ناشر مکتبۃ الارشاد صنعاء
۵۱۔نظم درر السمطین ،مؤلف محمد بن یوسف زرندی، ناشر مکتبۂ نینوا تہران
۵۲۔نورالابصار، مؤلف شیخ مومن شبلنجی ،ناشر مصر آفسٹ منشورات رضی قم
۵۳۔نہج الحق وکشف الصدق ،مؤلف علامہ حلی ،ناشر دارالھجرۃ قم
۵۴۔وافی بالوفیات، مؤلف صلاح الدین صفدی، ناشر دارالنشر ھرانز شتایز جرمن
۵۵۔ینابیع المودۃ، مؤلف شیخ سلیمان بن ابراہیم قندوزی، ناشر مکتبۂ حیدریہ نجف اشرف

WELAYAT PUBLICATIONS
184-B 2ND FLOOR, Main Patpar Ganj Road
Khureji Khas, East Delhi-110051
Mobile: 9858225575
welayatpublications@gmail.com